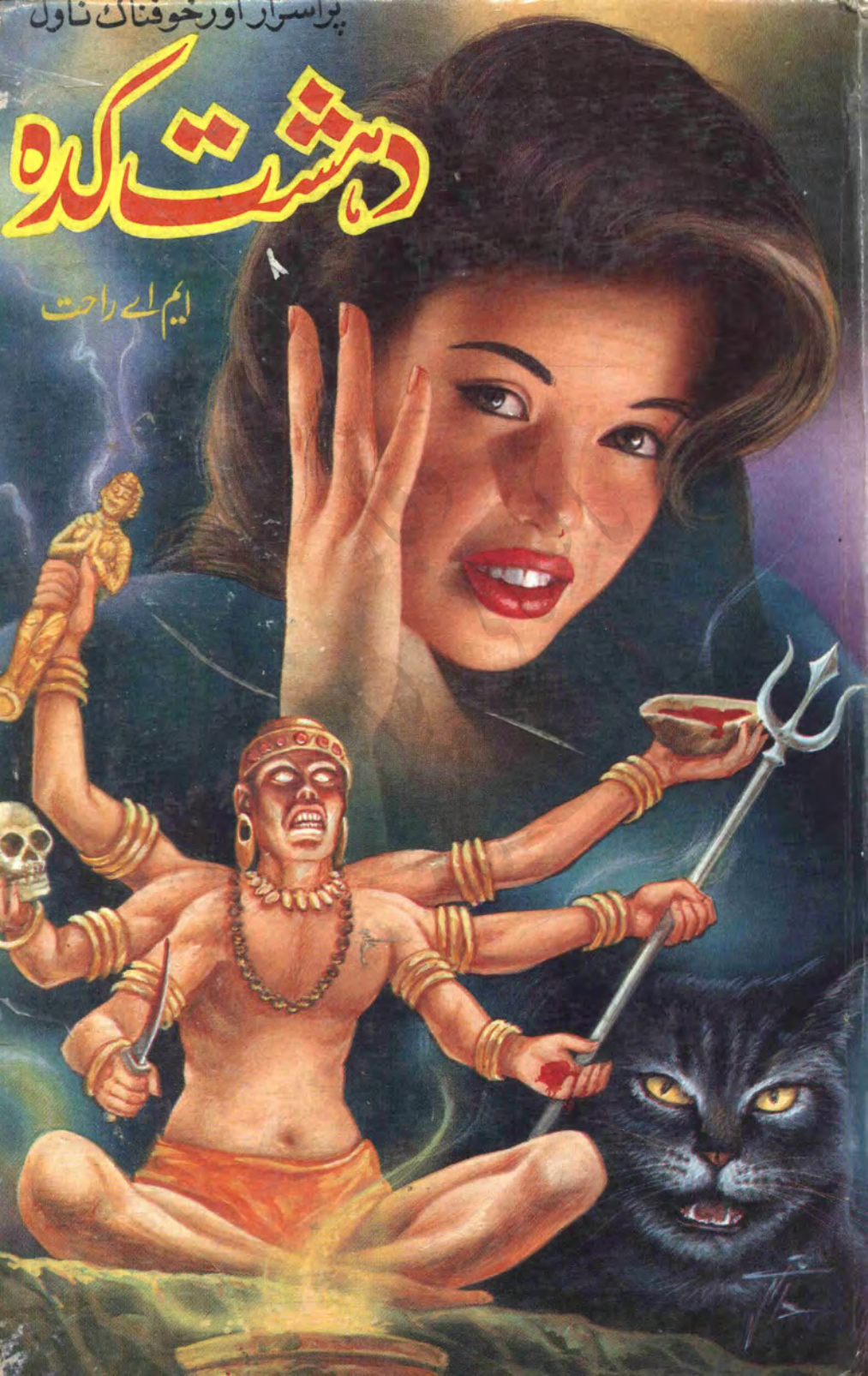


پراسرار اور خوفناک ناول

# دہشت گدہ

ایم اے راحت



انتساب  
پیری بیٹی ماہین راحت  
کے نام

ایم اے راحت

## ویباچہ

پڑا سرار واقعات پر مشتمل یہ داستان ایک ایسے نوجوان کی زندگی پر محیط ہے جس نے فکر و فاقہ کے ماحول میں آنکھ کھولی تھی اور سڑکوں پر بھیک مانگتا تھا۔ پھر کچھ پڑا سرار قوتوں نے اُسے تاکا اور اپنا آلہ کار بنانے کے لئے اُسے دنیا کی ہر آسائش مہیا کر دی اور جب وہ ان کا عادی ہو گیا تو اُسے گناہ کی دلدل کی طرف دھکیلنے کی کوششوں کا آغاز ہو گیا۔ لیکن اس مرحلے پر محبت کی طاقت نے اُسے سنبھالا اور اُس نے اپنی محبوبہ کے لئے دنیا کی ہر آسائش ٹھکرا دی۔ کالی طاقتیں اس کے خلاف صف بستہ ہو گئیں اور گناہ سے بچ کر نیکیوں کی طرف سفر کے خواہش مند اس نوجوان کو نیکو کاروں کی مدد حاصل ہو گئی جس کے ذریعے اس نے بدی کی قوتوں پر فتح حاصل کی۔

دھڑکنیں بند کر دینے والے واقعات اور خوفناک ماحول اس داستان کی زینت ہیں۔ امید ہے آپ کے ذوق پر یہ ناول پورا اترے گا۔

ایم۔ اے۔ راحت

اس دن بارش اچانک شروع ہو گئی تھی۔ صبح کو جب ہم دھندے پر نکلے تھے تو آسمان پر خوب دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ خیال بھی نہیں تھا کہ بادل آئیں گے اور بارش شروع ہو جائے گی۔ مائی میراں کی زبان واقعی کالی تھی۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس کی زبان کی نوک بالکل کالی تھی۔

”شاہو۔“ اس نے کہا تھا۔

”کیا بات ہے؟“

”کیس بارش نہ ہو جائے۔“

”پاگل ہوئی ہے۔ دھوپ نکل ہوئی ہے۔“ میں نے اس کا مذاق اڑایا۔

”دوپہر کو آسمان کالا ہو جائے گا اور پھر بارش ہوگی۔“

”مائی میراں۔ تو اب درویش ہوتی جا رہی ہے۔ بھیک مانگنا چھوڑ، تعویذ گنڈے

شروع کر دے۔“

”یہ تو سب سے اچھا دھندا ہے۔ مگر اس کتیا کے پلے نے اس قابل کہاں چھوڑا۔“

”مائی میراں نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

”کس نے؟“

”اسی فضلہ نے..... ایک زمانہ تھا کہ میرا رنگ چاندی جیسا تھا۔ بال لمبے تھے۔

لوگ کہتے تھے میراں نکل جا یہاں سے۔ حلیہ بدل لے۔ کبھی اچھا گھر مل جائے گا تجھے۔ مگر

فقیر کی بیٹی کو فقیر ہی بننا تھا۔“

”تیرا یہ حال فضلا ٹھیکدار نے کیا.....؟“

”نہیں.....“

”پھر.....؟“

”اس کے باپ نے۔ چھدو تھا اس کا نام۔“

”ہاں۔ میں نے بھی سنا تھا۔“

”ابا نے بیس روپے اس سے لے کر مجھے حمیدو کے ہاتھ بیچ دیا اور حمیدو نے سب سے پہلے میرے بال کاٹے۔ پھر دھونی دے کر زخم ڈالے چہرہ کالا کیا اور اڈے پر بھیج دیا۔“

”اور تیرے پاؤں کیا ہوئے؟“

”بھاگ نکلی تھی ایک بار۔ دونوں ٹانگیں توڑ دیں سرے نے۔“ میراں نے

ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

ایسا ہی ہوا تھا پہلے حمیدو ٹھیکداری کرتا تھا۔ اب اس کا بیٹا فضلا یہ کام کرتا تھا۔ حمیدو ایک ٹرک کے نیچے آکر مرچکا تھا۔ پوری بستی آباد تھی فقیروں کی اور بستی کا نام شاہ بستی تھا۔

اس دور میں شاہوں کی جس طرح مٹی پلید ہوئی ہے کبھی نہ ہوئی ہوگی۔ تفصیل میں جانا پکارا ہے۔ سڑکوں پر ہر جگہ شاہ موجود ہیں۔ مگر ہمیں کیا بلکہ مالی آسودگی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ بستی واقعی شاہ بستی تھی۔ دفتروں میں پورے مینے قلم گھس کر کلر کی کرنے والے پہلی تاریخ کو شاہ ہوتے ہیں اور پندرہ تاریخ کو ان کی بادشاہت کا خاتمہ ہو جاتا ہے لیکن ہمارا ہر دن عید کا ہوتا ہے آخر کار دوبار، کاروبار ہے۔

مائی میراں کی کالی زبان کا مظاہرہ ہو گیا۔ دوپہر کو سورج چھپ گیا۔ بادل گہرے ہوئے گئے اور چھم چھم بارش شروع ہو گئی۔ ٹھیکدار نے آج ہمیں سائیں نگر کے میلے میں بھیجا تھا۔ سائیں بابو کے مزار شریف پر عرس کے موقع پر میلہ لگتا ہے اور میلے کے شوقین کافی تعداد میں آتے ہیں۔ یہاں ننگر اور خیرات خوب ہوتی ہے لیکن بارش نے مزا خراب کر دیا۔ ہکھڑ مچ گئی تھی۔ میں بھی مائی میراں کی گاڑی دھکیلتا ہوا بھاگا اور ایک گھنے درخت کے نیچے پناہ لی۔ درخت اتنا گھنا تھا کہ ہم بارش سے بالکل محفوظ ہو گئے۔ مائی میراں نے کہا۔

”بیزہ غرق ہو گیا۔ کمالی ماری گئی۔“

”مائی میراں!“ میں نے اسے پکارا۔

”ہوں!“

”تو نے بارش کے بارے میں کہا تھا۔“

”ہاں۔“

”تجھے کیسے معلوم ہو گیا؟“

”جادوگرنی ہوں میں۔“

”وہ تو تو خیر نہیں ہے۔“ میں نے ہنس کر کہا۔

”کیوں.....؟“ وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

”اس لیے کہ اگر تو جادوگرنی ہوتی تو سب سے پہلے فضلا ٹھیکدار کو بندر بنا دیتی۔“ میں نے کہا اور وہ بھی ہنسنے لگی۔

”ہاں رہے۔ یہ تو ہے۔ تو ایسا کر گرم چائے لے کر آ..... اس وقت مزادے گی۔ مائی میراں نے گاڑی سے دو گلاس نکال کر دیئے اور میں بارش میں بھگتا چل پڑا۔ کچھ دیر کے بعد میں دو گلاسوں میں چائے لے آیا۔ ایک گلاس میں نے مائی کو دیا اور دوسرا خود سنبھال کر درخت کے تنے سے ٹک کر بیٹھ گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بارش میں چائے کا مزہ ہی کچھ اور ہو جاتا ہے۔ ہم دونوں مزے سے چائے پیتے رہے۔ بارش کی وجہ سے میلے میں موجود لوگ بھی ادھر ادھر پناہ لینے دوڑ پڑے تھے اور خوب ہکھڑ مچ گئی تھی..... گاڑیوں کا شور سنائی دے رہا تھا..... کئی گاڑیاں ہمارے سامنے سے گزری تھیں۔ مائی میراں نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

”ٹھیکدار کا خیال تھا کہ آج میلے میں ہم خوب کمالیں گے اور اس کی چاندی ہو جائے گی، مگر یہاں تو پیتل بھی نہیں ہوا.....“

”تو ہم کیا کریں.....؟“

”تو تو پاگل ہے شاہو، تجھے پتہ ہے ٹھیکدار کتنا کمینہ ہے وہ جو توں سے پٹائی کرے گا ہماری.....“

”مائی میراں ایک بات بتا.....!“

”ہاں بول.....!“

”یہاں سے کہیں بھاگ کیوں نہ چلیں، ٹھیکیدار نے تو ہماری زندگی بھی برباد کر کے رکھ دی ہے۔“

مائی میراں تعجب سے مجھے دیکھنے لگی۔ بہت دیر تک میرا چہرہ دیکھتی رہی پھر بولی۔

”لوگ کیا کہیں گے بوڑھی عورت جوان لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی۔“

”تو تو میری ماں کے برابر ہے بھلا ایسے کوئی تھوڑی کسے گا.....“ مائی میراں نے بری بری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

”خیر اب اتنی عمر بھی نہیں ہے میری کہ تو مجھے اپنی ماں کہہ دے.....“

”تو پھر کیا کہوں.....؟“

”وہ تو خدا غارت کرے ٹھیکیدار حمید کو میری ساری جوانی خاک میں ملا دی۔“

”مگر مائی میراں جوانی تو خاک میں مل چکی ہے نا.....!“

”ارے تو کیا بیکار باتیں کر رہا ہے اگر کہیں اچھی جگہ جا کر رہوں گی حلیہ ٹھیک کر لوں گی تو اچھی خاصی عورت لگوں گی.....“

”توبہ توبہ، تو اب بھی اپنے کو عورت ہی کہتی ہے۔“

”تو عورت ہوں نا۔“

”خیر ہوگی ہوگی، لے شاید کوئی ان داتا آگیا۔“ میں نے کہا، سرخ رنگ کی ایک گاڑی بڑی لمبی سی، تھوڑے فاصلے پر آ کر رکی تھی، مائی میراں نے جلدی سے کہا۔

”جا جا چل چل، مانگ، ہو سکتا ہے کچھ مل ہی جائے، کم از کم فضلا کی زبان تو بند ہو جائے گی.....“

میں جلدی سے گاڑی کی طرف لپکا، گاڑی کی اگلی سیٹ پر ایک ڈرائیور بیٹھا ہوا تھا۔ پیچھے کی سیٹ پر ایک بیگم صاحبہ، بھاری سے بدن کی مالک تھیں۔

بڑی بڑی آنکھیں لیکن ان آنکھوں میں پتلیاں بہت چھوٹی تھیں، اس وجہ سے یہ آنکھیں ذرا کچھ عجیب سی لگتی تھیں، موٹے موٹے ہونٹ جن پر سرخی لگی ہوئی تھی، خوب گورا

رنگ، خوب اچھا لباس دیکھنے ہی سے اندازہ ہوتا تھا کہ کوئی بہت بڑی سیٹھانی ہیں۔ میں

نے کہا۔

”بی بی جی، اللہ کے نام پر دے دو، میری بوڑھی ماں معذور ہے، میں اس کا علاج

کرا رہا ہوں، ہم بھکاری نہیں ہیں بی بی جی، بس وقت پڑ گیا ہے، دے دیں کچھ، آپ کا بھلا ہو گا۔“ عورت نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولی.....

”ہنا کتنا تو ہے تو، بھیک مانگ کر اپنی ماں کا علاج کرانا چاہتا ہے۔“

”مجبوریاں ہیں بی بی جی، مجبوریاں، آپ سمجھتی نہیں ہو جی، بھیک مانگنے کے سوا اور

کچھ نہیں کر سکتا، ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ ماں کو ایک لمحے کے لئے اکیلا نہ چھوڑا جائے

مجبوری ہے نوکری پر جاتا ہوں تو نوکری تو نوکری ہی ہوتی ہے۔ اب یہ تو ہے کہ کم از کم

جہاں بھی ہوتا ہوں اسے ساتھ لئے پھرتا ہوں.....“

”ہوں، اچھا کتنا خرچ ہو جائے گا تیری ماں کے علاج میں؟“

”بی بی جی، بس جو تم دے دو.....“

”تجھے شرم آتی چاہئے۔ تیری جوانی کو دیکھ کر کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ تیرا ہاتھ

بھیک کے لئے پھیل سکتا ہے۔“

”بی بی جی، مجبوری سب کچھ کرا لیتی اور پھر آپ کو تو جی اللہ کے نام سے واسطہ

جو بھی مدد ہو سکے کر دیجئے جی!“

”ایک ہی مدد کر سکتی ہوں تیری.....“

”کیا.....؟“

”وہ یہ کہ تیری ماں کا علاج کرا دوں۔“

”ایسی باتیں تو سبھی کرتے ہیں بی بی جی، آپ اگر کچھ دینا چاہتی ہیں تو دے دیجئے،

میں بارش میں بھیک رہا ہوں۔“

”ہوں تو اب یہاں تو میں دولت لئے نہیں پھر رہی، ٹھیک ہے تیری ماں کے علاج

کا سارا خرچہ میں دے دوں گی، لیکن تجھے میرے ساتھ چلنا پڑے گا۔“

”کہاں بی بی جی؟“

”زیادہ دور نہیں، تھوڑے فاصلے پر میرا گھر ہے.....“

”تو ماں کو یہیں چھوڑ دوں کیا؟“ میں نے کہا تو عورت سوچ میں ڈوب گئی پھر

بولی۔

”تو ایسا کر، گاڑی میں وہیں درخت کے نیچے لگوا دیتی ہوں، اپنی ماں کو بھی گاڑی

میں بٹھالے اور ماں کی گاڑی بیس چھوڑ دے، میں تجھے جو کچھ دینا ہے دے دوں گی اس کے بعد ڈرائیور تجھے اور تیری ماں کو یہاں چھوڑ جائے گا۔“

میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا، میرا خیال ہے کہ تیر نشانے پر بیٹھا تھا، ایک لمحے سوچنے کے بعد میں نے کہا.....

”ٹھیک ہے بی بی، اللہ آپ کو اتنا دے کہ آپ اسے سنبھال بھی نہ سکیں.....“

”میں آگے بیٹھی جاتی ہوں تو اپنی ماں کو پچھلی سیٹ پر بٹھا دے۔“

بہت بڑی بات تھی، بیگم صاحبہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی مہربان ہو گئی تھیں، ورنہ اپنی اس قیمتی گاڑی میں ایک گندی، بھکارن کو کون جگہ دیتا، ایسے لوگ جن کے دلوں میں ہمدردی امند آتی ہے اور جن کی جیبوں میں اتنی دولت ہوتی ہے کبھی کبھی بڑے فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں۔ مائی میراں نے تو ناک بھوں چڑھائی تھیں، میں نے سرگوشی میں اس سے کہا۔

”کیوں میرا دماغ خراب کر رہی ہے بڑھیا، فضلا سے کہہ دوں گا کہ ایک اچھی آسامی کو اس نے ہاتھ سے نکال دیا پھر تو جانے گی اور فضلا، میں تیری کوئی مدد نہیں کروں گا۔“ اس دھمکی پر مائی میراں خاموش ہو گئی میں نے بڑی مشکل سے اسے لکڑی کی گاڑی سے نکال کر کار کی پچھلی سیٹ پر بٹھایا تھا، اس دوران رحمدل بیگم صاحبہ ڈرائیور کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی تھیں پھر دوسری طرف سے گھوم کر میں بھی کار میں بیٹھ گیا، کیا ہی شاندار کار تھی۔ ایسے نرم گدے کہ بس انسان کا دل چاہے کہ لیٹے اور سو جائے، مائی میراں بھی حمرزدہ نظر آ رہی تھی۔ ڈرائیور نے کار اشارت کر کے آگے بڑھا دی۔ زندگی بھر سڑکوں پر دوڑتی ہوئی کاروں کو دیکھتا رہا تھا۔ چار چہ بار بس میں ضرور چڑھا تھا، پوری زندگی میں کار میں بیٹھنے کا پہلا اتفاق تھا، بہر حال مزا آ رہا تھا اور یہ خیال بھی تھا کہ اچھی خاصی رقم ہاتھ لگ جائے گی، اصل میں بات وہی فضلا کی تھی، کمبخت پورا پورا حساب رکھتا تھا، اگر مخصوص رقم میں کچھ کمی ہو جائے تو وہ رقم قرض ہوتی تھی، لیکن یہ بات تھی کہ اگر کچھ زیادہ ہاتھ لگ جائے تو اپنا کمیشن تو ملتا ہی تھا، لیکن ساتھ ہی ساتھ اگر فضلا کی روزمرہ کی ضروریات پوری ہو جائیں تو پھر چھٹی بھی ہاتھ آ جاتی تھی اور چھٹی کے تو کیا ہی

مزے ہوتے ہیں۔ میں خواب خرگوش میں مست ہو گیا اور سوچنے لگا کہ اگر کوئی اچھی رقم ہاتھ لگ گئی تو چار پانچ فلمیں دیکھوں گا، عمدہ قسم کی نہاری روٹی کھاؤں گا، عیش کی گزرے گی۔ انہی تصورات میں ڈوبا ہوا میں کار کی کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا۔ یہ کار بھی کیا چیز ہوتی ہے، بھلا بس اور کار کا کیا مقابلہ، پھر خاصا فاصلہ طے کرنا پڑا اور میں چونک پڑا۔ مائی میراں تو پہلے ہی پریشان ہو رہی تھی، مجھ سے پہلے ہی اس نے کہہ ڈالا۔

”ہمیں کتنا سفر طے کرنا پڑے گا بی بی جی؟“

”بس تھوڑی دور وہ سامنے“ عورت نے اشارہ کیا۔ میں نے بھی سامنے کی طرف دیکھا تھا لیکن یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ سامنے وہ جس طرف اشارہ کر رہی تھی وہاں تو کھنڈرات نظر آ رہے تھے، پرانے زمانے کے کھنڈرات۔ میں اس طرف کبھی نہیں آیا تھا لیکن مجھے یہ اندازہ تھا کہ اب بستی پیچھے رہ گئی ہے اور یہ کھنڈرات بستی سے دور ہیں لیکن بہر حال بڑے لوگ ہیں جہاں ان کا دل چاہے رہیں گے کون بھلا انہیں روک سکتا ہے۔

گاڑی کھنڈرات میں داخل ہو گئی اور یہاں پہنچنے کے بعد میرا اندازہ غلط ہو گیا، سامنے کے حصے بے شک ٹوٹے ہوئے تھے لیکن اندر جو کالی کالی عمارت نظر آ رہی تھی وہ بالکل مضبوط تھی..... میں زبان سے تو کچھ نہیں کہہ سکا، لیکن حیرانی سے اس راستے کو دیکھتا رہا۔ کار بالآخر ایک ایسے بڑے دروازے کے پاس آ کر رک گئی جس میں لکڑی کا ایک بہت بڑا پھانک لگا ہوا تھا اور اس میں پیتل کی کیلیں جڑی ہوئی تھیں، پھانک کے نیچے ایک کھڑکی سی تھی اور ہم جب نیچے اترے اور میں نے مائی میراں کو اپنی گود میں اٹھا لیا تو سیٹھانی جی اس کھڑکی سے اندر داخل ہو گئیں۔ ڈرائیور بھی ہمارے ساتھ ہی آ رہا تھا۔ پھر اس کھڑکی سے داخل ہونے کے بعد ہم اندر پہنچ گئے۔ بڑی ٹھنڈک تھی یہاں زمین صاف شفاف راستہ ایسا کہ دیکھیں تو جی خوش ہو جائے لیکن مجھے عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ اندر کا ماحول واقعی صاف ستھرا تھا اور یہ شوقین مزاج بیگم صاحبہ بیس رہتی تھیں، مگر یہاں نہ تو مجھے کوئی ملازم نظر آ رہا تھا نہ اور کوئی چمپل پہل۔ بڑا خاموش اور سنان سا ماحول تھا، بالآخر بیگم صاحبہ ایک دروازے کے پاس رکیں اور انہوں نے ڈرائیور سے کہا۔

”بس بوڑھی عورت کو برابر کے کمرے میں بٹھا دو اور لڑکے تم میرے ساتھ آؤ۔“ میں بیگم صاحبہ کے ساتھ اندر چل پڑا۔ مائی میراں کو میں نے وہیں چھوڑ دیا تھا۔ لیکن اب نہ جانے کیوں دل پر ایک خوف کا سا احساس ہو رہا تھا، بیگم صاحبہ آگے بڑھیں اور ہمیں ایک ایسی جگہ سے گزرنا پڑا جو نیچے ڈھلان میں تھی، میں نے حیرت سے بیگم صاحبہ کو دیکھا اور بولا۔

”کتنی دور اور جانا ہو گا جی.....؟“

”کیوں مرا جا رہا ہے ساتھ چلا آ میرے.....“ بیگم صاحبہ نے خشک لہجے میں کہا میں نے سوچا، بڑے آدمی ہیں ذرا سی بات سے بگڑ جاتے ہیں ایسا نہ ہو کہ بنا بنایا کام بگڑ جائے..... میں نے سوچا اور آگے بڑھتا رہا۔ ڈھلان تو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے، وہ بار بار چکر دار زینے کی طرح گھوم جاتے تھے اور میں نہ جانے کتنی گمراہیوں میں اترتا جا رہا تھا، لیکن اب میرے اوسان خطا ہو رہے تھے یہ کیا گھر ہے کیا بڑے لوگ ایسے گھروں میں رہتے ہیں کوئی ایک بات جو سمجھ میں آرہی ہو۔ یہاں تک کہ ہم ایک ایسے بڑے کمرے میں پہنچ گئے جو انتہائی بڑا تھا۔ میں نے کسی ایسے کمرے کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ یہاں عجیب و غریب چیزیں رکھی ہوئی تھیں، لیکن ایک دیوار کے ساتھ کچھ انسانی ڈھانچے دیکھ کر تو میری روح ہی فنا ہو گئی۔ میں نے خوفزدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ، کیسی جگہ ہے بیگم جی؟“

”آدھر آ۔“ بیگم صاحبہ نے کرخت لہجے میں کہا۔

”مجھے ڈر لگ رہا ہے جی!“

”تو مرد ہے یا زنہ!“

”مرد تو ہوں جی مگر۔“

”ہاں مگر کیا؟“

”وہ جی، یہ جگہ ہی عجیب ہے.....“

”تجھے اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے.....“

”جو دیتا ہے، دے دو جی مجھے، میں آگے نہیں جاؤں گا۔“

”کیا بکواس کر رہا ہے؟“

”یہ..... یہ..... یہ تو انسانی پنجر ہیں جی.....“

”تو پھر.....؟“

”مجھے ڈر لگ رہا ہے.....“

”دیکھ میری بات سن، میں تجھے کچھ دینا چاہتی ہوں، چل اس کرسی پر بیٹھ جا میں

تجھے جو کچھ دینا ہے نکال کر دے رہی ہوں.....“

”میں کھڑا ہوا ہوں جی، آپ مجھے جو دیتا ہے، دے دو.....“

”کمال ہے مرد ہو کر اتنا ڈرتا ہے، میں تجھے عزت دے رہی ہوں اور تو عزت

قبول نہیں کرتا.....“

”ہمیں عزت نہیں جی، پیسہ چاہئے“ میں نے کہا اور بیگم صاحبہ ہنس پڑی پھر

بولیں.....

”تیرے بارے میں تجھ سے معلومات تو حاصل کر لوں.....“

”کیا معلوم کرو گی جی.....؟“

”تو بیٹھ تو سہی“ بیگم صاحبہ نے کہا اور خود ایک کرسی پر بیٹھ گئیں.....

”میں آپ کے قدموں میں بیٹھ جاتا ہوں جی.....“

”نہیں ہم لوگ مہمان کی عزت کرتے ہیں تو اس وقت ہمارا مہمان ہے، بیٹھ جا

کرسی پر میں ڈرتے ڈرتے کرسی پر بیٹھ گیا، کیا شاندار کرسی تھی، بیٹھ کر معلوم ہوتا تھا، جیسے

بادشاہ بن گئے، بڑے بڑے چوڑے چوڑے ہتھ تھے اس کے، میں نے دونوں ہاتھوں پر

ہاتھ رکھ لئے کرسی جھولنے والی تھی، وہ خود بہ خود آہستہ ہلنے لگی، بیگم صاحبہ مجھے دیکھ

مسکرا رہی تھیں، پھر انہوں نے کہا۔

”کیا نام ہے تیرا؟“

”شاہو.....“

”باپ کا نام کیا تھا.....؟“

”پتہ نہیں.....“

”کیا مطلب؟“



”باپ بچپن میں مر گیا تھا.....“

”اور ماں؟“

”وہ بھی مر گئی تھی جی۔“

”تو پھر تو نے کہاں پرورش پائی؟“

”فقیروں کے اڈے پر۔“

”تیری دیکھ بھال کون کرتا تھا؟“

”پبلک“ میں نے جواب دیا۔

”کیا مطلب؟“

”بس جی چھوٹے بچوں کو دیکھ کر سب ہی کچھ نہ کچھ دے دیتے ہیں۔ فقیروں کے ڈیرے پر ایسی بہت سی بھکاریاں ہوتی ہیں جو ان لاوارث بچوں کو لے کر گھومتی ہیں۔ اصل میں یہ بچے ٹھیکیدار کی ملکیت ہوتے ہیں۔ ٹھیکیدار فقیریوں کو یہ بچے سپلائی کرتا ہے اور فقیریائیں انہیں اپنے کندھے سے لگا کر نکل پڑتی ہیں بھیک مانگنے کے لئے، پھر صدائیں لگاتی ہیں“

”دے دو بابو، میرے بچے یتیم ہیں، ان کے کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں ہے یہ بیمار ہیں، بس جی لوگ ہمدردی سے دے دیتے ہیں، مگر یہ بچے ان کے اپنے ہوتے ہی نہیں ہیں، آپ غور سے دیکھیں تو آپ کو اندازہ خود ہی ہو جائے گا، بے دردی سے انہیں لپیٹے لئے پھرتی ہیں، ان پر کھیاں بھکتی ہیں گندے مندے ہوتے ہیں وہ ذرا سے بڑے ہوتے ہیں تو فقیریوں کو یہ غرض نہیں ہوتی کہ کسی گاڑی کے نیچے آکر دب کر مر جائیں گے، یہ ذمہ داری ٹھیکیدار کی ہوتی ہے، بلکہ ایک بار تو فضلا خود کہہ رہا تھا جی کہ جب کبھی بچے گاڑی کے نیچے آکر مر جاتے ہیں تو اچھی خاصی کماٹی ہو جاتی ہے، مارنے والا کچھ نہ کچھ تو دیتا ہی ہے۔“

”ہوں، مگر تو یہ ساری باتیں مجھے کیوں بتا رہا ہے؟“ بیگم صاحبہ نے مسکرا کر کہا،

اور میں چونک پڑا، میں نے حیرت سے بیگم صاحبہ کو دیکھا، واقعی یہ باتیں تو دل میں رکھنے والی تھیں پتہ نہیں کیوں میری زبان سے یہ سب کچھ نکل گیا تھا، بیگم صاحبہ تھوڑی دیر تک مجھ سے مزید باتیں کرتی رہیں، پھر بولیں.....

”ٹھیک ہے، اب تو ایسا کر کہ یہاں تھوڑی دیر آرام کر، میں بعد میں تجھ سے بات

کروں گی.....“

”بیگم صاحب جی، آپ ہمیں جانے دیں، آپ کو پتہ نہیں فضلا ٹھیکیدار کتنا کمینہ

ہے، اب تو بار بارش بھی رک گئی ہو گی، بس جی ہمیں جلدی پہنچ جانا چاہئے اور پھر بیگم

صاحب جی، ہم اپنی گاڑی میں بھی وہاں چھوڑ آئے ہیں۔“

”آتی ہوں میں ابھی تھوڑی دیر میں، تو یہاں رک جا،“ بیگم صاحب نے میری بات

سنی ان سنی کر کے کہا اور واپسی کے لئے مڑ گئیں۔ میں پریشانی کے عالم میں بیٹھا رہا تھا، پہلے

تو مجھے کوئی خوف نہیں محسوس ہوا تھا لیکن جب ہم شہری آبادی سے نکل کر اس عمارت

میں پہنچے تھے تو میرے دل میں بہت سے برے برے خیالات آنے لگے تھے، پتہ نہیں کیا

چکر ہے، کسی مصیبت میں نہ پھنس جاؤں، بڑی مشکل ہو جائے گی، ایسی حالت میں تو

بہر حال اب آپھنسا تھا، تھوڑی دیر انتظار کئے لیتا ہوں، بیگم صاحب اس جگہ سے باہر نکل

گئیں اور میں کرسی پر بیٹھے چاروں طرف دیکھنے لگا، ایک بار پھر میری نظر ڈھانچوں پر پڑی

اور میرے رونگٹے خوف سے کھڑے ہو گئے، آخر یہ ڈھانچے یہاں کیوں رکھے ہوئے ہیں،

پتہ نہیں ان بڑے لوگوں کے کیا کیا کھیل ہوتے ہیں۔ پانچ منٹ، دس منٹ، پندرہ منٹ،

آدھا گھنٹہ، اور پھر ایک گھنٹہ گزر گیا، لیکن بیگم صاحبہ کا کہیں پتا نہیں تھا، اچانک ہی میں

اپنی جگہ سے اٹھا اور دروازے کی جانب بھاگا، اب کچھ ملے یا نہ ملے، یہاں سے نکل بھاگنا

بہت ضروری ہے، دل چیخ چیخ کر یہی کہہ رہا تھا، کہ بیٹا یہاں سے نکل جاؤ، شاہ ورنہ کوئی

مصیبت تمہارا انتظار ہی کر رہی ہے، میں آگے بڑھ کر اس جگہ پہنچا جہاں سے گزر کر یہاں

آیا تھا لیکن شاید غلط جگہ آ گیا تھا وہاں صرف ایک دیوار تھی اور اس دیوار میں کوئی

دروازہ نہیں تھا مگر یہ بیگم صاحبہ بھی ادھر ہی سے گئیں ہیں مجھ سے غلطی تو نہیں ہوئی،

میں نے دل میں سوچا اور دیوار کو ٹٹول ٹٹول کر دروازہ تلاش کرنے لگا، پھر دیوار کے ساتھ

ساتھ آگے بڑھا، اب تو میری چیخیں ہی نکلنے لگیں تھیں، مجھے کوئی دروازہ نظر نہیں آ رہا

تھا، میں دیواروں کو ٹٹولتا رہا اور پھر میں خوف زدہ آواز میں چیخا.....

”دروازہ کہاں گیا..... بیگم صاحب جی..... بیگم صاحب جی! ہمیں جانے

دیں جی، اب تو بہت دیر ہو گئی ہے بیگم صاحب جی!“ لیکن میری چیخیں کمرے میں گونج کر

رہ گئیں۔ پھر اچانک ہی مجھے نہی کی آواز سنائی دی، اور پھر میں چونک کر پیچھے پلٹا، یہ آواز کس طرف سے آئی ہے، دروازہ شاید ادھر ہے لیکن یہ دیکھ کر مجھ پر غشی سی طاری ہونے لگی کہ ہنسنے والا ان ڈھانچوں میں سے ایک تھا وہ منہ کھول کھول کر ہنس رہا تھا کسی ڈھانچے کو میں نے پہلی بار ہنستے ہوئے دیکھا تھا، میری گھگھکی بندھ گئی، اور خوف سے میں دیوار سے لگ گیا، ڈھانچہ ہنس رہا تھا پھر دوسرے ڈھانچے نے بھی ہنسا شروع کر دیا اور اس کے بعد سارے ڈھانچے ہنسنے لگے ان کے ہنسنے کی آوازیں اس بڑے ہال نما کمرے سے نکرا نکرا کر گھونج رہی تھیں اور خوف سے میرا خون خشک ہوئے جا رہا تھا، میں نے حلق پھاڑ کر چیختے ہوئے کہا..... ”جانے دو..... مجھے جانے دو“ آہ مجھے جانے دو“ لیکن میری آواز سننے والا کوئی نہیں تھا، میں اب پاگلوں کی طرح چاروں طرف بھاگ رہا تھا، ڈھانچے مسلسل ہنستے جا رہے تھے اور پھر اچانک وہ خاموش ہو گئے، میں اپنی جگہ سمٹا کھڑا رہا پھر نہ جانے کیوں مجھے محسوس ہوا، جیسے کمرے میں دھند سی بھرتی جا رہی ہے، سفید سفید دھند گہرا گاڑھا دھواں، آہستہ آہستہ پورے کمرے میں پھیلتا جا رہا تھا اور میرا خوف سے دم نکلا جا رہا تھا اگر میں کوئی طاقتور نوجوان نہیں ہوتا تو یقینی طور پر میرا خوف سے دم ہی نکل جاتا، لیکن دم تو میرا اب بھی نکل رہا تھا، مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے کسی نے میری گردن پکڑ لی ہو، اسے دبا رہا ہو، میری آنکھیں حلقوں سے باہر نکلنے لگیں، میں نے اپنے ہاتھوں سے ان نظر نہ آنے والے ہاتھوں کو پکڑنے کی کوشش کی، لیکن گردن تو بے شک کسی نے پکڑی ہوئی تھی، البتہ وہ کلائیوں موجود نہیں تھیں، پھر دماغ چکرانے لگا، آنکھوں کے سامنے ستارے ناچنے لگے، میں نے ایک بار پھر پیچھے پھرنے کی پوری قوت صرف کی اور چیخ کر کہا۔

”جو کچھ تم مجھ سے چاہتی ہو، میں وہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ بیگم صاحب جی، تمہیں خدا کا واسطہ مجھے جانے دو۔ بیگم صاحب جی۔ تم انہیں جانتیں فضلہ مجھے جان سے مار دے گا۔ نہایت ظالم ہے۔ صاحب جی۔ وہ بہت ظالم ہے۔ مجھے جانے دو جی..... خدا تمہارے بھلا کرے گا بیگم جی!“ پھر میری آواز حلق میں پھنسنے لگی اور آہستہ آہستہ میرے حواس جواب دے گئے تھے اور میں بے ہوش ہو گیا تھا۔

نہ جانے کس وقت ہوش آیا تھا، گلے میں عجیب سی دکھن کا احساس ہو رہا تھا پورا بدن اٹھ رہا تھا۔ کافی دیر تک میں اسی عالم میں پڑا رہا پھر میں نے ہنسنے کی کوشش کی اچانک ہی میں چونک پڑا تھا کیونکہ ان خوفناک ڈھانچوں کا خیال ایک لمحے میں ذہن میں آیا تھا اور میری نظریں اطراف کا جائزہ لینے لگیں اور یہ دیکھ کر میں چونک پڑا کہ ڈھانچے اب اس کمرے میں نہیں تھے بلکہ یہ کوئی دوسری ہی جگہ تھی، یہ ایک بڑا سا ہال نما کمرہ تھا جس کی چھت بہت اونچی تھی، کمرے کی دیواروں میں لگی لائٹیں روشن تھیں لیکن ان کے بٹن کہیں نظر نہیں آ رہے تھے، کمرے میں کوئی کھڑکی یا روشن دان نہیں تھا ہاں البتہ سامنے کی سمت ایک دروازہ نظر آ رہا تھا جو یقیناً باہر سے بند ہو گا..... تمام واقعات میرے ذہن میں آتے گئے کہ کس طرح میں اور مائی میراں سائیں مگر کے میلے میں گئے تھے، وہاں بارش شروع ہو گئی اس کے بعد بیگم صاحب اپنی گاڑی میں بٹھا کر یہاں لے آئیں اور اب میں یہاں اس حال میں تھا..... بدن پر ایک بار پھر کچکی طاری ہونے لگی تھی، ہوش و حواس درست ہونے کے ساتھ ہی فضلہ کا خیال آیا تھا اس بار تو وہ ہمیں جان سے ہی مار دے گا۔ نہ جانے کتنی دیر ہو گئی تھی ہمیں یہاں۔ پھر میں دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ دروازہ اصلی ہے یا پھر یہ بھی غائب ہی ہو جائے گا۔ پھر میں نے دروازے کو چھو کر دیکھا۔ کسی عمدہ درخت کی لکڑی سے بنایا ہوا، دروازہ تھا جس پر عجیب و غریب نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ لیکن اس میں جدید طرز کا لاک لگا ہوا تھا۔

بہر حال میں وہاں سے واپس پلٹ پڑا اب میں پوری طرح ہوش و حواس میں تھا

نیم تاریک کمرے میں روشنی ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی دیواروں پر سرسراہٹیں ابھریں اور تمام مجسمے دیواروں پر دوڑنے لگے یوں لگتا تھا جیسے وہ جاندار ہوں اور کسی کو دیکھ کر اپنی جگہ سے دوڑ پڑے ہوں۔ پھر وہ اسی جگہ جا کے جہاں میں نے پہلے انہیں دیکھا تھا۔ ابھی میں حیرت سے ان مجسموں کی حرکت دیکھ رہا تھا کہ وہ دروازہ کھلا اور چار افراد اندر داخل ہوئے لیکن اس طرح کہ انہوں نے اپنے شانوں پر ایک تابوت اٹھایا ہوا تھا۔ تابوت اوپر سے کھلا ہوا تھا لیکن میں نہیں دیکھ سکتا تھا کہ اس میں کیا ہے پھر میں نے تابوت لانے والوں کے چہرے دیکھے اور اچانک ہی مجھے ایک جھٹکا سا لگا۔ کیا یہ میری آنکھوں کی خرابی ہے یا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہی حقیقت ہے، وہ لوگ مکمل انسانی جسم کے مالک تھے لیکن ان کے چہروں پر کوئی نقش نہیں تھا، یوں محسوس ہوتا تھا جیسے انہوں نے اپنے چہروں پر نقائص چڑھائی ہوئی ہوں، ان کی نہ ناک تھی، نہ آنکھیں، نہ ہونٹ، بس بے نقش چہرے تھے۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انہیں دیکھتا رہا اور میرے بدن میں خوف کی لہریں دوڑتی رہیں۔ وہ اس بڑے سے کمرے میں آئے اور انہوں نے اپنے شانوں سے تابوت اتار کر نیچے رکھ دیا۔ اب میں اس تابوت میں بھی جھانک سکتا تھا۔ جس جگہ میں بیٹھا تھا وہاں سے تابوت اور اس کے اندر لیٹی ہوئی لاش یا کوئی زندہ جسم صاف نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس جسم کو بھی دیکھا اور ایک بار پھر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے، یہ مائی میراں کا جسم تھا۔ میری آنکھیں دھوکہ نہیں کھا سکتی تھیں یہ مائی میراں کا ہی بدن تھا، لیکن تابوت میں، کیا مائی میراں مریچی ہے، بہر حال کچھ بھی تھا مائی میراں سے میرا بہت پرانا واسطہ تھا، یہ خوفناک چہرے میرے لئے انتہائی دہشت کا باعث تھے لیکن مائی میراں کو دیکھ کر میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کی جانب لپک پڑا، میں نے دیکھا کہ مائی میراں کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور وہ تابوت میں خاموش لیٹی ہوئی ہے۔

”مائی میراں، مائی میراں تو زندہ ہے، تو زندہ ہے؟“

”ہاں میں زندہ ہوں۔“ مائی میراں کی پتھرائی ہوئی آواز ابھری۔

”تو اٹھ اس تابوت سے باہر نکل، مائی میراں ہمیں یہاں سے بھاگ چلنا چاہئے۔ تو

اٹھ جا، یہ کون ہیں، خدا کے واسطے مائی میراں اٹھ جا مجھے ڈر لگ رہا ہے۔“

وہ چاروں جو اس تابوت کو لے کر یہاں آئے تھے خاموش کھڑے ہوئے تھے،

اور ایک ایک چیز کا اچھی طرح جائزہ لے رہا تھا کہ اچانک میری نظر ایک عجیب سی شے پر پڑی۔ یہ ایک دیوار پر نصب کوئی مجسمہ تھا لیکن مجسمہ انتہائی اونچائی پر لگا ہوا تھا اور بہت زیادہ غور کرنے پر ہی نظر آتا تھا۔ اس مجسمے سے تھوڑی ہی دور ایک اور مجسمہ تھا جو غالباً پہلے رنگ کا تھا۔ پھر ایک ایک کر کے میں نے چاروں دیواروں کو غور سے دیکھا۔ یہ دس مجسمے تھے، عجیب و غریب شکل کے اور پھر بہت زیادہ اونچائی پر ہونے کی وجہ سے یہ مجسمے واضح نظر نہیں آ رہے تھے۔ میں واپس اسی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔ چیخنے چلانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا بس انتظار کر رہا تھا کہ دیکھو اب کیا ہوتا ہے۔

پھر میری نظر ایک دیوار کی جانب اٹھ گئی اور میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ دیوار پر لگے ہوئے چار مجسموں میں سے دو نیچے کی جانب سرک آئے تھے مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ یہ چاروں مجسمے ایک قطار میں لگے ہوئے تھے لیکن اب معاملہ بالکل ہی الگ تھا۔ پھر میں نے دوسری دیواروں کو دیکھا، اور میرے بدن کی لرزشیں تیز ہو گئیں باقی دیواروں پر لگے ہوئے مجسمے بھی اپنی جگہ سے ضرور نیچے آئے تھے۔ عجیب سی طرز کے مجسمے اب بھی اتنی بلندی پر تھے کہ بہت زیادہ واضح نہ تھے لیکن ان کی ترتیب ضرور خراب ہو گئی تھی۔ اب یہ سارے مجسمے ایک ساتھ دیواروں پر نیچے کی طرف پھسلنے لگے اور یہ اتنے نیچے آ گئے تھے کہ میں بہ آسانی انہیں دیکھ سکتا تھا، ایک مجسمے کا سر گائے کی طرح کا تھا بقیہ دھڑ انسانی شکل میں تھا۔ اس کا رنگ بھی کالا تھا اور بڑا خوفناک لگ رہا تھا۔ ایک مجسمہ پہلے رنگ کا تھا اس کا بھی دھڑ انسانی تھا اور چہرے کی جگہ چیتے کا سر تراشا ہوا تھا جس میں سے اس کے دانت بھی جھانک رہے تھے۔

پھر ایک طرف کی دیوار پر لگے مجسموں نے حرکت کی اور ان کی جگہ آپس میں تبدیل ہو گئی، پھر ان سب نے آپس میں جگہیں بدلنا شروع کر دیں وہ بہ آسانی دیواروں پر پھسل رہے تھے اور میرا دم نکلا جا رہا تھا۔ یہ احساس تو شروع سے ہی میرے ذہن میں تھا کہ عجیب و غریب حالات کا شکار ہو گیا ہوں لیکن بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ نہ جانے یہ سب کیا ہے۔

میری نگاہیں ان سوچوں کے ساتھ مجسموں کا جائزہ بھی لے رہی تھیں۔ اب مجھے اپنی آنکھوں پر بالکل شبہ نہیں رہا تھا۔ مجسمے بار بار جگہ تبدیل کر رہے تھے۔ اچانک اس

تبھی اندرونی حصے کی ایک دیوار میں ایک خلا سا پیدا ہوا آواز اتنی زور دار تھی کہ مجھے چونک کر اس جانب متوجہ ہونا پڑا، جہاں سے میں نے دیکھا کہ وہی بیگم صاحبہ جو ہم لوگوں کو یہاں لے کر آئی تھیں، وہاں سے اندر داخل ہو رہی ہیں، لیکن ان کا انداز، وہ اس طرح سامنے کی سمت دیکھ رہی تھیں جیسے ان کی آنکھوں میں روشنی نہ ہو، لیکن آنکھیں، یہ آنکھیں تھیں ہی کہاں۔ ان آنکھوں میں سفیدی تو تھی لیکن ان کی سیاہ پتلیاں غائب تھیں، بیگم صاحبہ کا چہرہ بالکل سامنے تھا، وہ مڑ نہیں رہی تھیں اور جس طرح وہ چل رہی تھیں وہ بھی حیرت انگیز بات تھی مجھے ان کے قدم اٹھتے ہوئے نہیں محسوس ہو رہے تھے بلکہ ایک طرح سے وہ تیری ہوئی سی آگے آرہی تھیں۔ میرے خدا، میرے خدا، کیا ہے یہ سب کچھ، آہ میں کس خوفناک جال میں الجھن گیا ہوں، میں نے سوچا، میں نے ایک بار پھر مائی میراں کو مخاطب کیا لیکن وہ اسی طرح خاموش لیٹی ہوئی تھی۔

”میں، میں تجھے اٹھاؤں مائی میراں.....؟“

”نہیں مجھے یہیں رہنے دو.....“ مائی میراں کی آواز پھر نکلی اور اچانک ہی میں نے محسوس کیا کہ مائی میراں کے منہ سے نکلنے والی یہ آواز اس کی نہیں ہے، اس آواز میں تو خاصا فرق تھا، میں دہشت سے اپنی جگہ پتھرا کر رہ گیا۔ دوسری طرف سے بیگم صاحبہ اسی طرح چلی آرہی تھیں پھر وہ تابوت کے پاس پہنچ کر رک گئیں..... میری جانب کسی نے توجہ بھی نہیں دی تھی، ان چاروں بے نقش چہرے والوں نے اور نہ بیگم صاحبہ نے۔ بیگم صاحبہ نے ان میں سے ایک کی طرف رخ کیا اور بولیں۔

”لاؤ۔“ میں بھی اس طرف دیکھنے لگا..... تب اس شخص نے ایک لمبی سی نوکیلی کیل بیگم صاحبہ کی طرف بڑھا دی، بیگم صاحبہ نے یہ کیل اپنے ہاتھ میں لی، تقریباً ایک فٹ لمبی کیل تھی، پھر انہوں نے دوبارہ ہاتھ بڑھایا اور ایک شخص نے ایک ہتھوڑا بیگم صاحبہ کے ہاتھ میں تمار دیا۔ میں اب اپنی جگہ کھڑا تھر تھرا رہا تھا مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میری زبان بند ہو گئی ہو، میرے اعصاب شل ہوں گئے ہوں، اب میں کوشش کے باوجود نہیں بول سکتا تھا۔ بیگم صاحبہ کی اس وقت کی کیفیت بڑی عجیب سی تھی اور میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا..... لیکن اس وقت میرے خوف کا کوئی عالم نہ رہا جب میں نے دیکھا کہ بیگم صاحبہ ایک کیل لے کر مائی میراں پر جھکیں، انہوں

نے وہ کیل اس کی پیشانی پر رکھی اور ہتھوڑے کو اس طرح ہاتھ میں تولنے لگیں جیسے اس کیل پر ضرب لگانا چاہتی ہوں، میں نے چیخنے کی کوشش کی، لیکن اس وقت واقعی میری آواز میری اپنی آواز نہیں رہی تھی، انتہائی کوشش کے باوجود میرے منہ سے آواز نہیں نکل سکی اور میرا بدن اس طرح ساکت ہو گیا جیسے میں اپنی جگہ سے جنبش کرنے کی کوشش بھی کروں تو اس میں کامیاب نہ ہونے پاؤں، پھر میری آنکھوں نے وہ روح فرسا منظر دیکھا۔ اچانک ہی کیل کے اوپری سرے پر ضرب پڑی تھی اور پوری کی پوری کیل مائی میراں کی پیشانی میں اتر گئی تھی، لیکن مائی میراں نے چیخی نہ اس کی پیشانی سے خون کا فوارہ بلند ہوا، کیل پر کئی ضربیں لگا کر بیگم صاحبہ نے اسے مائی میراں کے سر میں پوری طرح اندر تک ٹھونک دیا۔ میں یہاں سے مائی میراں کا چہرہ دیکھ رہا تھا اس کی آنکھیں اب بھی کھلی ہوئی تھیں، میں چیخنا چاہتا تھا اس سے کہنا چاہتا تھا کہ مائی میراں جا ہم یہاں سے بھاگ چلیں، حالانکہ وہ معذور تھی لیکن پھر بھی کم از کم اٹھ کر تو بیٹھ سکتی تھی۔ بیگم صاحبہ نے اس بار دوسرے شخص کی طرف ہاتھ بڑھائے اور اس نے بھی ویسی ہی ایک کیل بیگم صاحبہ کے ہاتھ میں تھما دی۔ میں اب اپنی جگہ تن بہ تقدیر ہو گیا تھا، جو منظر میری نگاہوں کے سامنے تھا نہ تو میں اس میں کوئی مداخلت کر سکتا تھا اور نہ مائی میراں کی جان بچانے کی کوشش کر سکتا تھا، ویسے مجھے یقین تھا کہ اب مائی میراں کی جان بچ ہی نہیں سکتی بھلا پیشانی میں اتنی لمبی کیل اتر جائے اور کوئی زندہ بچ جائے..... دوسری کیل بیگم صاحبہ نے مائی میراں کے سینے پر رکھی..... بالکل درمیان میں کیل رکھ کر انہوں نے اسے بھی مائی میراں کے سینے میں اتار دیا۔ میں نے خوف سے آنکھیں بند کر لیں۔ اب مجھ سے کچھ نہیں دیکھا جا رہا تھا..... میں اس ہولناک منظر کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

پھر مجھے کیلوں پر ہتھوڑیاں بجنے کی آوازیں سنائی دیتی رہیں۔ بمشکل تمام میں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ مائی میراں کی پیشانی سینے، دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور پیروں میں نخنے کے پاس کیلیں ٹھونک دی گئی تھیں اور بیگم صاحبہ اب ہتھوڑا ان میں سے ایک شخص کو واپس کر رہی تھیں..... پھر انہوں نے ان چاروں کو اشارہ کیا اور وہ تابوت لے کر وہاں سے چل پڑے۔ بیگم صاحبہ واپس مڑیں اور اسی انداز میں چلتی ہوئی اس دیوار تک پہنچیں جہاں سے وہ اس کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ

”کیوں اب کیوں پاگلوں کی طرح ہنس رہی ہے.....؟“

”ارے یو توف!“ میں تیری جو رو ہوں جو اتنا پریشان ہووے ہے.....“

”دیکھ کالی بھٹیاریں تو مجھ سے ایسی باتیں نہ کیا کر.....؟“

”خود تو جیسے بڑا نواب ہے تو.....“

”ہاں تو اور کیا“ دیکھ ابھی پورے پچاس روپے باقی ہیں میرے پاس.....“

”ارے واہ میرے پاس پچاس روپے والے نواب، چل جا کر چائے لے آ اور سن

میے تو ہی دے گا۔“

”ارے واہ“ میں کیوں دو گا پیسے.....؟“

”اچھا پھر جھگڑا شروع نہ کر“ یہ لے پیسے جا“ اب جا بھی.....“

میں اچانک چونک پڑا تھا یہ مائی میراں کی آواز کہاں سے آرہی ہے، میں واپس

اسی محل میں لوٹ آیا تھا اور یہ آواز میرے خیالوں میں گونج رہی تھی..... ایک بار پھر

وہی خوف ذہن پر سوار ہونے لگا تھا۔ مائی میراں مرگئی تھی، یہ جگہ، یہ ماحول، آہ اب کیا ہو

گا، بیگم صاحبہ کیا مجھے بھی اسی طرح مار دیں گی، یا پھر مجھے اس کمرے میں سزا دیں گی، پھر

میرا حال بھی انہی ڈھانچوں کی طرح ہو جائے گا جو میں نے اس کمرے میں دیکھے تھے۔

ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ سارے مجتھے ایک ساتھ نیچے کی

طرف پھسل رہے ہیں، ایک نئی چیز جو میں نے دیکھی وہ ان میں سے نکلنے والا دھواں تھا جو

ہال نما کمرے میں تیزی سے پھیل رہا تھا۔ اس دھوئیں کے ساتھ ہی ایک شدید بو کا

احساس ہوا تھا جو دماغ میں گھس رہی تھی، ناک اور آنکھوں میں بھی عجیب سی جلن کا

احساس ہو رہا تھا پھر ہال نما کمرے میں اچھا خاصا دھواں بھر گیا۔ اس دھوئیں نے میرے

اوپر عجیب سا اثر کیا تھا مجھے اپنی آنکھیں بند ہوتی ہوئی محسوس ہوئیں اور کچھ دیر کے بعد

میں بے ہوش ہو گیا تھا..... ہوش آیا تو چہرے پر دھوپ کی کرنوں کا احساس ہوا تھا اور

میں بڑبڑا کر اٹھ بیٹھا یہ دھوپ کہاں سے آرہی ہے، میں کہاں ہوں پھر میں نے آس پاس

کے ماحول کا جائزہ لیا، میں ایک نرم اور آرام دہ مسہری پر لیٹا ہوا تھا، میرے اوپر ایک

انتہائی خوبصورت کمبل پڑا ہوا تھا..... میں اچھل کر مسہری سے نیچے آ گیا، یہ کمرہ، یہ وہ

جگہ تو نہیں تھی، یہ وہ ہال تو نہیں تھا جہاں میں بند تھا اور جہاں وہ خوفناک واقعات پیش

دیوار میں عین اسی جگہ خلا نمودار ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے بیگم صاحبہ اس خلا میں داخل ہو گئیں اور کچھ دیر کے بعد وہاں کچھ نہ تھا اور دیوار اپنی پہلے جیسی کیفیت میں واپس آ گئی تھی۔ وہ چاروں آدمی بھی تابوت لے کر واپس چلے گئے تھے اور دروازہ باہر سے بند ہو گیا تھا۔

پے درپے خوفناک واقعات نے دماغی صلاحیتیں جھیں لی تھیں، میں خوف و ہراس کے عالم میں اپنی جگہ آ کر کافی دیر تک اسی عالم میں بیٹھا رہا تھا..... دل و دماغ کی بڑی عجیب سی کیفیت ہو گئی تھی، کیا سے کیا ہو گیا تھا۔ نہ جانے وہ کونسی منحوس گھڑی تھی جب میں اور مائی میراں سائیں نگر کے میلے میں گئے تھے اور اب، اب مائی میراں مر گئی تھی..... مائی میراں میری ساتھی جس سے میں اپنا سکھ دکھ کہہ لیا کرتا تھا، اس سے لڑتا جھگڑتا بھی تھا، کبھی روٹھ بھی جاتا تھا تو کافی دیر تک آوہ خود بھی منہ پھلائے بیٹھی رہتی پھر خود ہی کہتی۔

”چل اٹھ جا.....“

”نہیں.....“

”کیوں، کیا موت آ گئی.....؟“

”موت آئے تجھے۔“

”تو تو مجھ سے ایسے لڑے ہے جیسے میں تیری جو رو ہوں.....“

”اللہ نہ کرے کہ مجھے تجھ جیسی جو رو ملے، میری جو رو تو بہت خوبصورت ہو گی

شہزادی بنا کر رکھوں گا اسے.....“

”اپنی حالت تو دیکھ ذرا، شہزادی بنا کر رکھے گا.....“ مائی میراں منہ پر ہاتھ رکھ

کر ہنستے ہوئے کہتی۔ پھر سنجیدہ ہو جاتی..... ”ارے ہم تو سدا کے فقیر ہیں، ہم صرف ایسی

باتیں سوچ سکتے ہیں میری تو خیر زندگی بیت گئی، لیکن تو، تجھے اگر موقع ملے تو بھاگ جانا،

کسی ایسی جگہ جہاں تجھے فضلا کے آدمی تلاش نہ کر سکیں۔“

”فضلا بہت چالاک ہے، وہ مجھے ضرور تلاش کر لے گا۔“

”تو کسی دوسرے شہر بھاگ جا.....“

”تجھے چھوڑ کر۔“ مائی میراں پھر منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنس پڑتی۔

ایک لڑکی نے کہا۔

”ارے مہاراج! آپ اٹھ گئے۔“

”ہوں۔“ میں نے حیرانگی سے کہا اور ان چاروں کی ہنسی چھوٹ گئی پھر اس لڑکی نے باقی سب کو اشارے سے خاموش کر دیا اور مجھ سے دوبارہ مخاطب ہوئی۔

”مہاراج! اس پدمانے آپ کو تنگ تو نہیں کیا! اصل میں یہ بہت شریر ہے، ہم لوگ اسے یہاں اس لئے چھوڑ گئے تھے کہ جب آپ جاگ جائیں تو یہ آپ کو اشان کرنے کے لئے کہہ کر ہمیں بھی بتا دے کہ آپ جاگ گئے ہیں اور پھر ہم آپ کے لئے ناشتے وغیرہ کا انتظام کرتے۔“

”دیکھو! میں نے اس لڑکی سے بھی یہی پوچھا تھا اور تم لوگوں سے بھی یہی سوال کر رہا ہوں کہ یہ آخر کونسی جگہ ہے.....؟“

”مہاراج! یہ آپ کا گھر ہے۔“

”میرا گھر.....؟“

”ہاں آپ کا گھر! یہ سب چیزیں آپ کی ہیں اور آپ ہمارے مہاراج ہیں.....“

”ہیں۔ یہ مہاراج کیا ہوتا ہے.....؟“ میرے اس انداز پر پدمانے کی ہنسی چھوٹ گئی تھی لیکن اس نے جلدی سے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

”پدما! یہ مہاراج ہیں ہمارے! کیا تمہیں اپنا جیون پیارا نہیں.....؟“

”شما چاہتی ہوں مہاراج!“ پدما جلدی سے بولی اور اپنا ہاتھ دوبارہ منہ پر رکھ کر منہ دوسری طرف کر لیا تھا۔

”پدما! تم باہر چلو! ہم لوگ ابھی آتے ہیں۔“

”اچھا شیلا!“ پدمانے نے کہا اور دوڑتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر نکل گئی اس نے اپنا ہاتھ منہ پر سے ہٹایا نہیں تھا اور جاتے جاتے دھڑ سے دروازہ بند کر گئی تھی۔ وہ لڑکی جسے شیلا کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا، ایک بار پھر میری جانب متوجہ ہوئی۔

”مہاراج! اب آپ اشان کر لیں اور پھر اس کے بعد ناشتہ وغیرہ کریں۔“

”دیکھو میں کوئی مہاراج نہیں ہوں، میرا نام شاہو ہے اور میں بھیک مانگ کر اپنا

آئے تھے۔ کمرے میں اس مسمری کے علاوہ کچھ کرسیاں وغیرہ پڑی تھیں..... میرا لباس بھی مختلف تھا۔

آہ کیا ہے یہ سب! یہ سب کیا ہے! وہ بیگم صاحبہ میرے لئے عذاب جان بن گئی تھیں! انہوں نے مجھے اتنی مہلت بھی نہیں دی تھی کہ میں کچھ غور کر سکوں..... پھر مجھے ہنسی کی آواز سنائی دی، کسی لڑکی کی ہنسی کی آواز تھی اور پردے کے پیچھے سے آرہی تھی، مجھے پردے کے پیچھے دو ٹانگیں نظر آ رہی تھیں اور میں پھرید حواس ہو گیا۔

”کک..... کون..... کون ہے وہاں.....؟“ جواب میں پھر وہی ہنسی سنائی دی تھی۔ اس بار پردے کے پیچھے کچھ جنبش ہوئی اور وہاں سے ایک لڑکی برآمد ہوئی، بدن پر عجیب سے انداز میں ساڑھی لپیٹے ہوئے ایک سترہ اٹھارہ سال کی لڑکی ہوگی، شکل ہی سے نٹ کھٹ نظر آ رہی تھی..... میں اب تک جن واقعات سے گزرا تھا ان کو سامنے رکھتے ہوئے کسی سے بات کرتے ہوئے بھی ڈر لگتا تھا، لیکن پھر میں بات نے جی کڑا کر کے اس لڑکی سے پوچھا۔

”کون..... ہو تم اور یہ کونسی جگہ ہے.....؟“

”میرا نام پدما ہے مہاراج اور میں یہاں ملازمت کرتی ہوں.....“

”تم نے پورا جواب نہیں دیا.....“

”پورا جواب؟“

”میں نے تم سے پوچھا تھا کہ یہ کونسی جگہ ہے.....؟“

”لو بھلا یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے، جس گھر میں رہتے ہیں وہاں کا پتہ پوچھتے

ہیں۔“

”میں یہاں رہتا ہوں.....؟“

”تو اور کیا.....؟“

”اور تم یہاں ملازم ہو.....؟“

”جی.....“ اس نے اس انداز میں کہا، جو کچھ نہ ہوتا وہ کم تھا۔ پھر سامنے والا دروازہ کھلا اور تین لڑکیاں اندر آ گئیں۔ ان کی عمریں بھی کوئی سترہ یا اٹھارہ سال ہو گئیں اور انہوں نے بھی اسی انداز میں ساڑھیاں باندھ رکھیں تھیں..... پھر ان میں سے

”کیا ہو گیا ہے تمہیں امرنگھ میں تم سے بات کر رہی ہوں.....“

”مجھ سے؟.....؟“

”تو اور کیا یہاں تمہارے علاوہ اور کوئی بھی تو نہیں.....؟“

”مگر میں تو امرنگھ نہیں ہوں، میرا نام تو شاہو ہے.....“

امرنگھ لگتا ہے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، چلو میرے ساتھ.....“ اس نے کہا اور مجھے ہاتھ روم کی طرف دھکیلنے لگی..... ذہن ایک بار پھر ہواؤں میں اڑنے لگا، یہ کیانی افتاد پڑی تھی، یہ جگہ، یہ لوگ..... ویسے ایک تبدیلی ضرور آئی تھی کہ نئی مصیبت اور ماحول کو اب جلدی قبول کر لیا کرتا اور بجائے ڈرنے کے اب خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتا تھا..... چنانچہ اس وقت بھی حیرانی تو شدید تھی لیکن ڈر کی وہ کیفیت اب زائل ہوتی جا رہی تھی..... بہر حال وہ لڑکی مجھے ہاتھ روم میں اندر تک لے آئی اور میں چونک پڑا.....

”ارے ارے، یہ کیا بد تمیزی ہے.....؟“

”کیا مطلب.....؟“

”مطلب یہ کہ اب تم میرے ساتھ۔“ میں جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔  
”مطلب یہ کہ تم اب اشان کرو میں باہر تمہارا انتظار کر رہی ہوں اور ہاں کپڑے دوسرے نکال دیتی ہوں جب فارغ ہو جاؤ تو آواز دے کر مانگ لینا.....“

”سنو.....“

”ہاں.....“

”یہ اشان کیا ہوتا ہے.....؟“ میں نے بے ساختہ سوال کیا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی..... پھر بولی۔

”ماراج مذاق فرما رہے ہیں شاید.....“

”جی نہیں.....“

”پھر؟“

”اگر آپ بتا دیں تو آپ کا کیا جائے گا.....!“

”بدن پر پانی ڈال ڈال کر بدن دھونے کو اشان ہی کہتے ہیں شاید۔“

گزارہ کرتا ہوں، میری ایک ساتھی مائی میراں کو بھی تم لوگوں نے مارا ہے اور اب اب یہ سب.....“

”یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ مہاراج، کیسے مارا ہے ہم نے، لگتا ہے آپ کی طبیعت اب بھی ٹھیک نہیں ہے.....“

”مجھے تو تم لوگوں کی طبیعت خراب لگ رہی ہے جو مجھے عجیب و غریب ناموں سے پکار رہی ہو، میرا نام شاہو ہے اور میں ایک فقیر ہوں.....“

میرے ان الفاظ پر وہ تینوں حیرت سے مجھے دیکھنے لگی تھیں..... ان کے انداز میں میں نے بے چینی سی محسوس کی تھی اور ان کا انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ کچھ نہ سمجھ پا رہی ہوں، ابھی وہ اسی الجھن میں گرفتار تھیں کہ کیا کہیں اور کیا نہ کہیں کہ دروازہ کھلا اور اس میں سے ایک اور لڑکی برآمد ہوئی..... اس کے بدن پر انتہائی قیمتی ساڑھی تھی، انتہائی خوبصورت نقوش کی مالک یہ لڑکی پروقار اور پُر عجب انداز میں چلتی ہوئی کمرے کے درمیان تک آگئی یہ لڑکی ان سب سے حسین تھی اور میں واقعی اس سے بہت متاثر ہوا تھا..... پھر وہ ان لڑکیوں سے مخاطب ہوئی۔

”تم لوگ یہاں کیا کر رہی ہو.....؟“

”کماری، صاحبہ ہم یہ دیکھنے آئے تھے کہ مہاراج جاگ گئے یا ابھی سو رہے ہیں.....؟“

”لیکن یہاں تو پدم تھی شاید وہ کہاں ہے.....؟“

”وہ پدم ابھی باہر گئی ہے.....“

”اچھا ٹھیک ہے تم لوگ چلو اور سنو ناشتہ جلدی سے تیار کرو، ہم لوگ ابھی آتے ہیں۔“

”جی کماری صاحبہ.....“ ان تینوں نے باادب ہو کر کہا اور تیزی سے باہر نکل گئیں۔

”چلو امرنگھ اشان کرو اس کے بعد ناشتہ کریں گے۔“ اس بار اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ میں نے منہ گھما کر دوسری طرف دیکھا لیکن وہاں کوئی موجود نہیں تھا اس نے پھر کہا۔

”جی نہیں اسے غسل کرنا کہا جاتا ہے۔“

”اچھا بس اب یہ مُسلوں جیسی باتیں مت کرو اور جلدی باہر آؤ۔“

اس نے کہا اور باہر نکل گئی..... میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔ انتہائی جدید طرز کا غسل خانہ تھا، بہترین ٹل لگے ہوئے تھے واش بیسن تھا بالکل ایسا ہی واش بیسن میں نے ایک ہوٹل میں دیکھا تھا لیکن یہ بہت نفیس تھا۔ ایک جانب تولیہ لٹکا ہوا تھا، انتہائی خوبصورت صابن دانی جس میں خوشبو دار صابن رکھے ہوئے تھے غرض یہ کہ ہر چیز سے نفاست اور امارت کا اظہار ہوتا تھا۔ میں نے کپڑے اتار کر ایک جانب رکھے اور ایک ٹل کھول کر اس کے نیچے بیٹھ گیا۔ کافی دیر تک میں اسی طرح بیٹھا رہا تھا..... ویسے عام دنوں میں بھی ہفتے پندرہ دن میں ایک آدھ بار نہالیا کرتا تھا لیکن اس وقت نہ جانے کیوں نہانے کی طلب محسوس ہو رہی تھی..... چنانچہ بدن پر خوب پانی بہایا اور پھر وہی کپڑے پہن کر باہر نکل آیا۔..... وہ لڑکی کمرے میں پڑی کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھی غالباً کوئی اخبار پڑھ رہی تھی۔ مجھے باہر نکلتے دیکھ کر ایک دم سنبھل گئی۔

”ارے تم نے پھر وہی کپڑے پہن لئے اور بال بھی خشک نہیں کئے؟“

”بس ٹھیک ہے.....“

”کیسے ٹھیک ہے“ دیکھو یہ تمہارے کپڑے ہیں، پہلے ہاتھ روم سے تولیہ لا کر بال وغیرہ خشک کرو اور سنو یہ کپڑے بھی ساتھ لے جاؤ اور انہیں پہن کر آؤ۔“ عجیب مصیبت گلے میں پڑی تھی، کیا کرتا کیا نہ کرتا کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ پھر دوبارہ غسل خانے میں جا گھسا اور لباس تبدیل کرنے لگا، پھر اچانک ہی ایک خیال آیا اور میرا چہرہ سرخ ہو گیا، پہلے والا لباس مجھے کس نے تبدیل کرایا تھا، کیا ان لڑکیوں نے یا پھر یا پھر..... میں عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا، یہ لباس بھی پہلے والے لباس سے مختلف نہیں تھا..... عجیب طرز کا پانچجامہ، اوپر لمبی سی قمیض..... یہ لباس پہن کر میں باہر نکل آیا۔ وہ کھڑکی کے سامنے کھڑی باہر کا جائزہ لے رہی تھی..... میری آہٹ سننے پر وہ ہلٹی اور

بولی.....

”ارے تم نے بال نہیں بنائے.....؟“

”کیوں.....؟“

”تم عجیب سی کیفیت کا اظہار کر رہے ہو امر سنگھ، اب تمہیں یہ بھی بتانا پڑے گا کہ تمہارے بال خراب ہیں.....“ یہ کہتی ہوئی وہ ہاتھ روم کے اندر گئی اور وہاں سے تولیہ اور کنگھا اٹھا کر لے آئی۔ یہ دونوں چیزیں لے کر وہ میری جانب بڑھی اور میں جلدی سے دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

”یہ کیا مذاق ہے امر سنگھ، چلو ادھر بیٹھ جاؤ.....“ اور میں ایک جانب رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ پھر اس نے تولیے سے اچھی طرح میرے بال خشک کئے وہ پہلی بار میرے اتنے قریب تھی اور میں اس کے وجود کی خوشبو کو محسوس کر رہا تھا۔ بہر حال انسان تھا اور پہلی بار کسی نے اتنی اپنائیت سے مجھے ہاتھ لگایا تھا۔ ورنہ فضلا تو ہمیشہ مارتا اور گالیاں ہی دیتا تھا۔ باقی لوگ بھی بعض دفعہ دھبہ دیا کرتے تھے..... پھر اس نے میرے بال سنوارے پھر کئے گئی۔

”اب آئے ہونا اپنی اصل شکل میں چلو.....“ اور میں اس کے ساتھ چلتے لگا۔ ہم لوگ کمرے سے باہر آ گئے تھے، کمرے کے باہر ایک طویل راہداری تھی جس میں انتہائی قیمتی قالین بچھا ہوا تھا۔ راہداری میں دونوں طرف کمروں کے دروازے نظر آ رہے تھے۔ دیواروں میں روشنیاں نصب تھیں۔ چھت پر دو فانوس بھی لٹک رہے تھے، ایک وفد ایک بی بی صاحب کی شادی میں میں اور مائی میراں گئے تھے تو کوئی بیگم صاحبہ چند آدمیوں سے کہہ رہی تھیں۔

”ہاں بھئی، ادھر لے آؤ فانوس، ہاں یہاں اس چھت میں لٹکنا ہے۔“ یہ بھی دیے ہی فانوس تھے، عجیب سی جگہ تھی، پھر اس لڑکی نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور مجھے اندر چلنے کا اشارہ کیا میں اس کمرے میں داخل ہو گیا۔ یہ بھی ایک وسیع و عریض کمرہ تھا جس میں ایک لمبی سی میز بچھی ہوئی تھی اور اس کے گرد کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ کمرے میں داخل ہو کر اس نے مجھ سے کہا۔ ”بیٹھ جاؤ“ اور میں فرش پر بچھے ہوئے قالین پر اکڑوں بیٹھ گیا۔

میرے اس انداز پر اس لڑکی کی ہنسی چھوٹ گئی، لیکن پھر اس نے جلدی سے خود پر قابو پا لیا اور مجھ سے پھر مخاطب ہوئی۔

”امر سنگھ، تمہاری طبیعت واقعی ٹھیک نہیں ہے، ادھر اس کرسی پر بیٹھو۔“ اس



نے کہا اور میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کرسی گھسیٹی اور اس پر بیٹھ گیا۔ اس نے بھی ایک کرسی گھسیٹی جو میرے برابر ہی تھی اور اس پر بیٹھ گئی..... میز پر کئی برتن ڈھکے ہوئے رکھے تھے۔ اس نے ایک پیالے کا ڈھکن اٹھایا اور بے اختیار کہنے لگی۔

”اٹھاہ چنوں کا سالن یہ تو میں بھی کھاؤں گی، تم اپنے لئے نکالو۔“ یہ کہہ کر اس نے پیالہ میری جانب بڑھایا اور میں نے پیالہ لے کر اس میں سے تھوڑا سا سالن پلیٹ میں نکالا، اس دوران اس نے باقی پیالوں سے پلیٹیں ہٹا دی تھیں۔ کسی میں سبزی، دال اور اسی طرح کے کھانے تھے ایک برتن میں روٹیاں بھی رکھی ہوئی تھیں ایک میں پوریاں تھیں۔ اس نے کہا۔

”روٹی کھاؤ گے یا پوری؟“

”پوری.....“ میں نے ندیدوں کے انداز میں کہا۔ اور اس نے گرم گرم پوری میری طرف بڑھا دی پھر میں نے پوری چار پوریاں کھائی تھیں، اس دوران وہ بھی کھاتی رہی تھی، لیکن میرے مقابلے میں اس نے بہت کم ہی کھایا ہو گا۔ پھر پانی وغیرہ پی کر اس نے سبب کاٹے اور میری طرف بڑھا دیئے میں نے ہاتھ بڑھا کر سبب اس کے ہاتھ سے لے لئے۔

اس لمحے میں سب کچھ بھول گیا تھا اور میں نے انتہائی سیر ہو کر ناشتہ کیا تھا۔ ناشتہ کے دوران ہم نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ پھر فراغت حاصل ہونے کے بعد اس نے کہا۔

”امرنگھ اب تم کیسا محسوس کر رہے ہو.....؟“

”بہت اچھا“ لیکن تم مجھے امرنگھ کیوں کہہ رہی ہو، میرا نام شاہو ہے، اور میں ایک فقیر ہوں، میں فقیروں کی بستی میں رہتا تھا، فضلا ہمارا ٹھیکیدار تھا اور ہم سب اس کے رحم و کرم پر تھے، میرے ساتھ ایک معذور عورت مائی میراں بھگ مانگتے جاتی تھی پھر ایک دن ہم سائیں نگر کے میلے میں گئے تھے وہاں ایک بیگم صاحبہ نے ہمیں پیسوں کا لالچ دیا اور دھوکا دے کر ہمیں اپنے ساتھ لے گئیں۔ انہوں نے مجھے ایک کمرے میں اکیلا چھوڑ دیا جہاں ڈھانچے پڑے تھے، انتہائی خوفناک ڈھانچے تھے۔ اتنے بھیانک انداز میں ہنستے تھے وہ کہ میرا تو خوف کے رے دم نکلا جاتا تھا۔ پھر میں بے ہوش ہو گیا۔ ہوش آیا تو خود کو ایک اور کمرے میں پایا پھر اس کمرے میں مائی میراں کو لایا گیا، اور بیگم صاحبہ نے

بڑی بے دردی سے اس کے جسم کے مختلف حصوں میں کیلیں ٹھونک کر اسے مار دیا پھر تیز بو کی وجہ سے میں بے ہوش ہو گیا اور اس کے بعد خود کو یہاں پایا اور اس کے بعد یہاں ہوں، کیا تم مجھے یہ بتا سکتی ہو کہ مجھے یہاں کون لایا؟“

”امرنگھ یہ تمہارا گھر ہے؟“

”کیا تم مجھے پاگل سمجھتی ہو، ویسے تمہارے نام کیا ہے.....؟“

”کیسری، کیسری ہے میرا نام امرنگھ، تم نے اس سے پہلے تو اس طرح کا برتاؤ

نہیں کیا کہ اب تم مجھ سے میرا نام پوچھ رہے ہو.....“

”تو اور کیا کروں، کیا تم بھی نہیں جانتیں کہ میں یہاں کیسے آیا.....؟“

”تم اصل میں کیا جال میں پھنس گئے ہو.....“ اس نے عجیب سے لہجے میں

کہا۔

”کیا جال، یہ کیا بلا ہے.....؟“

”یہ میں تمہیں ابھی نہیں بتا سکتی لیکن وقت آنے پر تمہیں سب پتہ چل جائے گا

اس لئے فی الحال خاموش رہو.....“

”مگر میرا نام.....“

”امرنگھ، یہی ہے تمہارا نام۔“

”نہیں، میرا نام شاہو ہے۔“

”دیکھو یہاں سب لوگ تمہیں امرنگھ کہہ کر مخاطب کریں گے اور جب تمہارا

نام ہی یہ ہے تو پھر.....“

”کچھ سمجھ نہیں آرہا ہے، یہ جگہ ماحول، کیا جال۔“

”امرنگھ، امرنگھ خود کو پز سکون رکھو۔ اچھا چلو باہر تازہ ہوا میں چلتے ہیں۔“ اور

پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا، وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آئی

تھی۔ پھر ہم لوگ آگے کی سمت چلنے لگے راہداری آگے جا کر دائیں سمت مڑ جاتی تھی،

ہم لوگ بھی اس جانب مڑ گئے اور میں نے دیکھا کہ چند قدم کے فاصلے پر ایک بڑا سا

دروازہ تھا جس کی لکڑی پر انتہائی خوبصورت نقش بنے ہوئے تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر

دروازے کو تھوڑا سا باہر کی جانب دھکیلا اور دروازہ کسی آواز کے بغیر کھل گیا۔ ہم دونوں

اس میں سے گزر کر باہر آ گئے تھے۔ باہر تاحد نگاہ ایک وسیع و عریض باغ پھیلا ہوا تھا بہت دور اس عمارت کی چار دیواری نظر آرہی تھی، بڑا عجیب و غریب ماحول تھا۔ وہ چاروں لڑکیاں بھی اس کے بعد نظر نہیں آئی تھیں۔ بہر حال ہم باغ کی سیر کرتے رہے۔ پھر اس نے کہا۔

”امرنگھ تمہیں بھوک تو نہیں لگی؟“

”نہیں ابھی ناشتہ کئے دیر ہی کتنی ہوئی ہے.....؟“

”اچھا چلو آؤ شروت پیتے ہیں۔“ اس نے ایک طرف اشارہ کیا اور میں پھر حیران رہ گیا..... یہ شروت یہاں کیسے آیا، جبکہ کچھ دیر پہلے یہاں کچھ نہیں تھا۔ ہو سکتا ہے ہم دوسرے رخ پر ہوں اور کسی لڑکی نے یہ سامان سجایا ہو۔ ہم لوگ اس جگہ پہنچ گئے جہاں شروت رکھا تھا۔ پتھر کی ایک بڑی سل تراش کر اسے میز کی شکل دے دی گئی تھی، جس پر شیشے کے گلاس رکھے تھے پاس ہی ایک جگہ میں لال رنگ کا شروت موجود تھا۔ اس نے دو گلاسوں میں شروت انڈیلا اور ایک گلاس میری طرف بڑھا دیا۔ میز کے ساتھ ہی پتھر کی ایک بنچ پر ہم دونوں بیٹھ گئے تھے۔

”امرنگھ اب کیسا محسوس کر رہے ہو.....؟“

”بہت خطرناک، بڑا عجیب۔“

”کیا.....؟“

”یہ جگہ، یہ پراسرار خاموشی، مجھے اس کی بالکل عادت نہیں، میں تو گاڑیوں کے شور، انسان کی آوازوں سے مانوس جگہ رہتا تھا، مائی میراں تھی میری دوست، فضلا تھا مجھے مارتا تھا لیکن بس میں جانتا تھا کہ مجھے صرف مار سکتا ہے، اور اس کے بعد بس پھر وہی کام، پر، یہاں، یہاں میرا دل کیسے لگے گا.....؟“

”ہوں.....“ اس نے عجیب سے لہجے میں کہا تھا..... پھر ہم لوگوں نے شروت ختم کیا تھا اور وہاں سے اٹھ گئے، چلتے چلتے میں نے کہا۔

”تم یہاں اکیلی رہتی ہو.....؟“

”نہیں، میرے ساتھ تم جو ہو، وہ چاروں لڑکیاں ہیں، تین چار ملازم اور ہیں جو مختلف کام کرتے ہیں.....“

”لیکن باقی ملازموں میں سے تو کوئی بھی نظر نہیں آ رہا۔“

”ان کی اتنی جرات کہاں کہ وہ اس وقت میرے سامنے آئیں جبکہ تم میرے

ساتھ ہو.....“

”کیوں میں کوئی بلا ہوں، بھوت ہوں.....؟“ میں نے کہا اور وہ ہنسنے لگی۔

”ارے بیوقوف! تم ہی تو ہو میرے سب کچھ، اور میں تمہارے ساتھ صرف

تہائی پسند کرتی ہوں.....“

”ایک تو تم باتیں ایسی کرتی ہو کہ میرے سر پر سے گزر جاتی ہیں.....“ وہ پھر ہنسنے لگی تھی۔ کافی وقت وہاں گزارنے کے بعد ہم لوگ اندر آ گئے تھے اس نے مجھ سے کہا۔

”امرنگھ! چلو کھانا کھا لو.....“

”نہیں مجھے بھوک نہیں ہے۔“

”اچھا تمہاری مرضی، اچھا چلو میں تمہیں تمہارے کمرے تک چھوڑ آؤں، تم کچھ دیر آرام کرو اب رات کے کھانے پر ملاقات ہوگی، مجھے کچھ ضروری کام ہے۔“

میں اس کے ساتھ اس کمرے تک آیا اس نے مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا اور میں کسی پالتو کی طرح اپنے کمرے میں جا گھسا۔ اس نے دروازہ باہر سے بند کر دیا تھا۔ میں واپس اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گیا تھا..... کیا ہو رہا ہے یہ سب، کیا ہو رہا ہے، ایک لمحے کے لئے گزرے ہوئے واقعات کو یاد کیا اور بدن میں جھرجھری سی آگئی، پھر وہی خوف ذہن پر طاری ہونے لگتا پر کیا فائدہ بس اب تو یہی تھا کہ وقت گزارا جائے اور کسی ایسے معجزے کا انتظار کیا جائے جب میں یہاں سے بچ سکوں۔

وقت گزرتا رہا، میں اسی مسہری پر لیٹ گیا تھا اور اب سب سوچوں کو ذہن سے نکالنے کے لئے میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں، آنکھیں بند کرتے ہی وہ مناظر کسی فلم کی طرح آنکھوں کے سامنے آنے لگے، وہ کمرہ، ڈھانچے، دوسرا کمرہ، مائی میراں کا قتل، اس کے ساتھ ہی میں نے آنکھیں کھول دی تھیں، ذہن ابھی اس ماحول کو قبول نہیں کر رہا تھا..... بہر حال میں اس طرح لیٹا رہا تھا۔

کافی وقت گزر گیا ہو گا جب اچانک دروازہ کھلا اور اس میں سے پدمابرام آمد ہوئی

”چلیں کھانا تیار ہے.....“

”اچھا امرنگھ اب تم آرام کرو صبح شہر چلیں گے۔“

دوسری صبح جاگا تو اچھی خاصی روشنی ہو گئی تھی بستر سے اٹھ کر ہاتھ روم گیا اور نہانے بیٹھ گیا۔ مجھے اپنے اس عمل پر شدید حیرت ہوئی تھی لیکن کل بھی یہ سب کچھ اچھا لگا تھا اس لئے جی بھر کر نمایا اور وہی کپڑے پہن لئے جب باہر آیا تو کیسری موجود تھی۔

”ارے“ یہ نہیں بھی یہ دوسرا لباس پہنو‘ اپنی الماری سے خود ہی نکال لیا کرو اپنے لباس۔ چلو یہ پن کر آؤ۔“ اس نے دوسرا لباس نکال کر مجھے دیتے ہوئے کہا۔ میں وہ لباس لے کر ہاتھ روم کی جانب بڑھ گیا‘ لباس تبدیل کر کے میں باہر آیا اور ہم لوگ باہر چل پڑے۔ بیرونی دروازے سے باہر نکل میں نے دیکھا کہ دروازے کے باہر ایک یکے جیسی سواری کھڑی تھی..... لیکن اس کی حالت ان عام یکوں سے کہیں بہتر تھی جو میں نے شہر میں دیکھے تھے‘ اس کے پاس ہی ایک باوردی ملازم کھڑا ہوا تھا‘ اس نے ہمارے لئے اس گاڑی کا دروازہ کھولا اور ہم دونوں اس میں جا بیٹھے‘ کیسری میرے برابر ہی آکر بیٹھ گئی تھی..... پھر اس باوردی ملازم نے گھوڑوں کی لگائیں سنبھال لیں اور یہ یکے نما گاڑی چل پڑی..... کافی آگے جا کر اس عمارت کا صدر گیٹ آیا تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ عمارت کا گیٹ خود بخود کھلنا شروع ہو گیا..... اور میں پھر حیران رہ گیا کہ یہ کس طرح خود بخود کھل رہا ہے‘ لیکن پھر مجھے ایک آدمی نظر آیا جس نے باادب ہو کر ہمیں ہندووانہ انداز میں پرنام کیا تھا..... بہر حال اتنا تو میں ضرور جانتا تھا کہ یہ انداز خالص

کافی دیر تک گاڑی سفر کرتی رہی پھر مجھے کچے کچے سے مکان نظر آئے، کچھ اور آگے بڑھے تو ایک بازار نظر آیا۔ یہ کوئی پرانا نو آبادیاتی شہر تھا۔ ایک شخص نے ہمیں دیکھا اور ادب سے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔

”امرنگھ! ان کے پر نام کا جواب دو.....“ اور میں نے کیسری کے انداز میں سر ہلایا کر ان لوگوں کو جواب دیئے۔

”امرنگھ! یہ پر جایں ہماری، آپ کے صحت مند ہونے پر ہم ان سب کے لئے دو دو میگہ زمین دینے کا اعلان کرتے ہیں.....“ سب لوگوں نے زور زور سے تالیاں بجائی تھیں۔ پھر ہم لوگ کافی دیر تک یہاں رہے اور شہر کے مختلف حصے دیکھتے رہے اس کے بعد گاڑی واپس اسی عمارت کی طرف چل پڑی تھی۔ راجکماری کیسری اس دوران مجھ سے باتیں کرتی رہی تھی اور مختلف لوگوں کو میرے سامنے اس طرح بلا رہی تھی جیسے میں بھی انہیں برسوں سے جانتا ہوں۔ راستے میں ایک شخص کو دیکھ کر اس نے گاڑی رکوائی اور ایک شخص کو قریب بلا کر کہا۔

”جیون!“

”جی کماری جی!۔“

”مہاراج نے تمہارے لئے دو بیل منگوائے ہیں، اب تم بھی اچھی طرح کھیتی  
 پاڑی کرتا۔“

”جئے ہو مہاراج کی“ جئے ہو.....“ وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر نعرے لگانے لگا تھا۔  
پھر گاڑی واپس اس عمارت میں پہنچ گئی تھی..... واپس آکر میں اپنے کمرے  
میں آگیا۔ ویسے دور سے یہ عمارت کافی بڑی نظر آتی تھی لیکن میں نے صرف اس  
راہداری اور ان دونوں کمروں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں دیکھا تھا دوسری طرف سے بھی  
ایک سپاٹ دیوار ہی نظر آتی تھی جہاں جا کر یہ راہداری ختم ہو جاتی تھی..... پھر وقت

یونہی گزرنے لگا۔ ایک دن دو تین اور پھر پورا ہفتہ گزر گیا، دنوں کا اندازہ نہیں تھا بس تعداد سے ہی دن وغیرہ گزرنے کا اندازہ ہو رہا تھا۔ اس دوران لڑکیاں آتی جاتی رہتی تھیں لیکن اب ان کے انداز میں احترام ہوتا۔ پھر ایک دن صبح ہی صبح راجکمار کیسری میرے کمرے میں آگئی، میں ابھی بستر سے اٹھا ہی تھا اور ہاتھ روم جانے کا ارادہ کر رہا تھا۔

”جلدی سے اٹھان کر لو، آج ناگ پنہمی ہے، ناگ پوجا کے لئے چلنا ہے۔“

”ہیں کیا.....؟“

”ناگ پوجا کے لئے چلنا ہے اور کیا۔“

”لیکن یہ ناگ پنہمی، ناگ پوجا؟“

”ہاں ہاں کیا ہوا بھی؟“

”میں وہاں نہیں جاؤں گا۔“

”دیکھو امرنگھ! ایک تو تمہارے اس رویے کی وجہ سے دیوتا تم سے ناراض رہے اور تم عجیب کیفیت کا شکار رہے، اب جب کہ میری پوجاؤں کی بھینٹ میں دیوتاؤں نے تمہیں واپس جیون کی طرف لوٹایا ہے تو کیا اب بھی انہیں ماننے سے انکاری ہو؟“

”یا تو تم خود پاگل ہو، یا میں پاگل ہو گیا ہوں۔ نہ تو میں کسی دیوتا کو جانتا ہوں نہ مجھے کسی کی ناراضگی کی فکر ہے۔ تم نے اچھے خاصے شاہو کو امرنگھ بنا دیا ہے ایک بات کان کھول کر سن لو۔ تم لوگوں کو ضرور کوئی دھوکہ ہوا ہے۔ اچھا یہ بتاؤ تم مجھے کہاں سے پکڑ لائے ہو؟“

”پکڑ لائے ہو.....؟“ کیسری نے پریشان لہجے میں کہا۔

”ہاں۔“

”کہیں سے نہیں مہاراج.....“

”پھر میں کہاں سے یہاں آ مرا؟“

”آپ تو اسی محل میں پیدا ہوئے۔ سورگباشی مہاراج ویر سنگھ کے اکلوتے سپوت

ہیں۔ آپ نہ جانے کیسی باتیں کر رہے ہیں۔“

”مرو گے ایک دن تم سب خود مرو گے۔“

”کیوں مہاراج۔“

”جب اصل امرنگھ یہاں آ جائے گا۔“

”اصل امرنگھ؟“

”تو اور کیا۔“

”آپ نقلی ہیں؟“

”ہزار بار کہہ چکا ہوں، میں نے تمہیں اپنی کمائی نہیں سنائی؟“ میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

”میں اس کا پتہ چل گیا ہے۔“ کیسری مسکرا دی۔

”کیا پتہ چل گیا ہے؟“

”آپ نے کوئی سنا دیکھا ہو گا۔“

”تب میری طرف سے تم بھاڑ میں جاؤ۔“ میں نے جھلا کر کر کیا۔

”میں تو بھاڑ میں چلی جاؤں گی، مگر اس سے پہلے آپ کو ناگ پوجا کے لئے ضرور جانا ہے۔“

”چلوں گا ضرور چلوں گا۔ اچھا ایک بات بتاؤ۔“

”پوچھو مہاراج!“

”کیا نام بتایا تھا تم نے میرے اکلوتے باپ کا۔“

”ویر سنگھ۔“

”ذرا انہیں بلا کر لاؤ۔ ان سے بات کروں گا۔ بعد میں مجھے سولی پر لٹکا دو گی دھوکا

دہی کے الزام میں جیل بھیجا دو گی۔ میرا قصور کیا ہے۔“

”مگر ویر سنگھ مہاراج تو مر چکے ہیں۔“

”لو..... وہ بھی مر گئے۔ ابے کوئی تو مرد ہو گا تمہارے اس کنبے میں یا ساری

عورتیں ہی ہیں۔ دیکھو میں تمہیں سمجھا رہا ہوں۔ میری بات مان لو..... ورنہ بعد میں

پچھتاؤ گی۔ میرا کیا ہے یہ زندگی تو بہت اچھی ہے۔ ایک فقیر صرف ایسے خواب ہی دیکھ

سکتا ہے۔ بعد میں نہ کہنا کہ میں نے تمہیں نہیں بتایا۔“

”آپ صرف ایک کام کریں مہاراج!“

”جی..... فرمائیے!“

”جیسا میں کموں کرتے رہیں۔ آپ کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ دوسرا کوئی امرنگھ نہیں ہونے کا اور آپ راج کریں گے۔“  
 ”قسم کھاؤ اللہ کی۔“

”میں چلتی ہوں.....“ وہ جلدی سے اٹھ کر باہر نکل گئی۔ ایک عجیب سی گھبراہٹ اس پر طاری ہو گئی تھی۔ میں پریشان نظروں سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

خوب تیاریاں کی گئیں، کیسری پھر اندر آئی اور مجھے اپنے ساتھ باہر لے گئی..... پھر اس نے ایک طرف جاتی ہوئی ملازمہ کو جس کا نام شیدا تھا، آواز دی۔  
 ”شیدا۔“

”جی مہارانی جی.....؟“

”رنگا دودھ لے کر آگیا؟“

”نہیں جی، ابھی تک نہیں آیا۔“

”کیا کر رہے ہو تم لوگ، ابھی تک دودھ نہیں آیا اور وہ پھولوں کی مالائیں کدھر ہیں؟“

”ان کا انتظام میں نے کر لیا ہے، مٹھائی وغیرہ بھی منگوا لی گئی ہے.....“  
 ”رنگا آجائے تو مجھے فوراً اطلاع کر دینا اور تم لوگ بھی بس اب تیار ہو جاؤ۔“  
 ”جی مہارانی صاحبہ۔“ اس نے کہا اور ایک جانب بڑھ گئی..... کیسری نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا۔

”امرنگھ! اب تم بھی کپڑے تبدیل کر لو، تم اپنے کمرے میں چلو میں تمہارا لباس لے کر آتی ہوں۔“ میں اپنے کمرے میں چلا آیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد کیسری پدماکو ساتھ لئے ہوئے میرے کمرے میں آگئی۔ پدماکے ہاتھ میں ایک بڑا تھال جس میں ایک بہترین لباس رکھا ہوا تھا۔ راجکمار کیسری نے وہ لباس اٹھایا اور مجھے دیتے ہوئے کہا۔

”دیکھو جلدی تیار ہو جانا بس ہمیں تھوڑی دیر میں یہاں سے روانہ ہونا ہے۔“  
 ”اچھا.....“ میں نے کہا اور وہ دونوں واپسی کے لئے مڑ گئیں، اچھی مصیبت ہے، کبھی یہ کبھی وہ بڑا عجیب ہے یہ کیا جال..... چلو دیکھتا ہوں میں بھی کہ کب تک یہ

مصیبت مجھ پر سوار رہتی ہے۔ بہر حال ابھی تو ان لوگوں کے اشاروں پر ہی چلتا تھا، چنانچہ نما دھو کر تیار ہو گیا..... لباس پہنا بال سنوارے اور باہر آگیا۔ میرے باہر آتے ہی جھٹکے سے کمرے کا دروازہ کھلا اور کماری کیسری اندر داخل ہو گئی مجھے یوں لگا جیسے وہ میرے باہر آنے ہی کا انتظار کر رہی ہو، اس نے ستائشی نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔  
”امر سنگھ! آج تم بہت دلکش لگ رہے ہو۔“ بڑا ہی مختلف لہجہ تھا اس کا، بڑا انوکھا، بڑا ہی عجیب، میں نے جلدی سے کہا۔

”شکریہ کیسری.....“

”چلو اب چلیں.....“

”ہاں.....“ میں نے کہا اور ہم دونوں باہر چل پڑے۔ راہداری سے گزرتے ہوئے ہم لوگ اس بیرونی دروازے سے باہر آ گئے، وہاں وہی چاروں باندیاں کھڑی تھیں۔

”رتھ تیار ہے؟“ مہارانی نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

”جی مہارانی جی.....“

”تو پھر ہو، یہاں کھڑی کھڑی میرا منہ کیا دکھ رہی ہو؟“ اور وہ چاروں جھٹ سے اس رتھ میں جا بیٹھی تھیں، آگے کی جگہ ہم لوگوں کے لئے مخصوص تھی چنانچہ ہم دونوں وہاں بیٹھ گئے اور رتھ چل پڑا۔ باقی سامان ایک دوسری گاڑی میں تھا۔ پھر یہ دونوں سواریاں صدر دروازے سے باہر نکلنے کے بعد سیدھے راستے پر جانے کے بجائے بائیں جانب مڑ گئیں۔ پھر ویرانوں کا سفر شروع ہو گیا۔ ویسے یہ جگہ بہت زیادہ سرسبز و شاداب نہیں تھی، کہیں کہیں کھیت نظر آ جاتے تھے جن میں لوگ کام کر رہے تھے، پھر آگے جا کر ان کھیتوں کا سلسلہ بھی بند ہو گیا اور اب ہر طرف چنیل میدان نظر آ رہا تھا۔ گھوڑے ان میدانوں میں کافی دیر دوڑتے رہے پھر دور ہی سے ایک عجیب سی عمارت نظر آنے لگی، کالی سیاہ عمارت جو دور سے دیکھنے میں ہی بھیانگ لگتی تھی۔ اس عمارت سے ہمارا فاصلہ کم ہونے کے ساتھ ساتھ گھوڑوں کے قدموں کی رفتار بھی ست ہوتی جا رہی تھی اور پھر ہمارا رتھ اس عمارت کے عین سامنے جا کر رک گیا..... یہ ایک اچھی خاصی بڑی عمارت تھی، لیکن اس کا رنگ، پوری عمارت پر کالا رنگ کیا گیا تھا، ایک حیرت انگیز بات یہ تھی کہ

دیواروں کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے کہ ابھی ہی ان کا رنگ سوکھا ہو۔ بہر حال یہاں پر انتہائی خاموشی طاری تھی..... پھر کیسری نے کہا۔

”چلو لڑکیو! پدما، شیلا، رتھ والے سے کہو کہ وہ پجاریوں کو لے آئے اور سامان اتر والے۔“

”جی مہارانی صاحبہ۔“ پہلے ہم دونوں نیچے اترے اور ہمارے پیچھے وہ چاروں باندیاں بھی نیچے اتر آئیں۔ پھر شیلا نے رتھ والے کو قریب بلایا۔

”دیکھو یہ سامان اتروا کر مندر میں رکھ دیتا..... دو آدمی ساتھ لے لو، اور یہ سب اندر رکھوادو.....“

”چلو امر سنگھ، چلو لڑکیو۔“

”جی.....“ ان چاروں نے بیک وقت کہا اور ہم لوگ اندر کی جانب چل پڑے..... اس عمارت کی ساخت بڑی عجیب و غریب تھی۔ اوپر تک جانے کے لئے دس سیڑھیاں بنائی گئی تھیں۔ ان سیڑھیوں پر مجھے کچھ لوگ کھڑے نظر آئے، ہندوؤں انہ انداز میں دھوتیاں باندھے، ہم لوگ یہ سیڑھیاں طے کر کے اوپر چڑھنے لگے اور یہاں بھی ہمارے ساتھ ان پجاریوں نے وہی سلوک کیا۔ وہ بڑے ادب سے ہمارے لئے راستہ بناتے جا رہے تھے اور ہاتھ جوڑ کر ہمیں پرنام کرتے تھے، مہارانی کیسری اور میں بھی اشاروں سے ان کو جواب دے رہے تھے، بہر حال سیڑھیاں طے کرنے کے بعد ایک دالان جیسی جگہ تھی اور سامنے ہی ایک عظیم الشان دروازہ نظر آ رہا تھا، اس دروازے سے گزرنے کے بعد ایک ہال نما کمرہ آگیا۔ جس میں سامنے ہی ایک بہت بڑا چوترا بنا ہوا تھا۔ اس چوترے پر میں نے پتھر کا ایک بہت بڑا ناگ دیکھا، بڑا ہی ہیبت ناک ماحول تھا یہاں کا، پجاری بھی ہمارے پیچھے پیچھے یہاں داخل ہو رہے تھے اور اس ناگ کے گرد دائرے کی شکل میں جمع ہو رہے تھے۔

پھر میں نے دیکھا کہ اس ناگ کے مجسمے کے عقب سے چار لمبے ترنگے آدمی برآمد ہوئے انہوں نے ہاتھوں میں بڑے بڑے برتن اٹھا رکھے تھے۔ پھر یہ چاروں آدمی آگے بڑھ آئے اور اس مجسمے کی جڑ میں وہ برتن اٹھنے لگے۔ میں نے دیکھا کہ ان برتنوں میں گاڑھا دودھ تھا اور وہ اس ناگ کے مجسمے کے نیچے بنی ہوئی جگہ پر بہہ رہا تھا لیکن غالباً

جوڑے پھر دوزانو بیٹھ گیا پھر وہ اس مجتہد کے سامنے سجدے میں چلا گیا تھا، اس کی دیکھا دیکھی باقی لوگوں نے بھی دبی عمل دہرایا تھا، میں اپنی جگہ کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا..... ان لڑکیوں نے بھی ناگ کو سجدہ کیا تھا، البتہ کماری کیسری کھڑی ہوئی تھی اور عجیب سی نگاہوں سے مجھے گھور رہی تھی۔

”امر سنگھ.....“

”ہوں!“

”تم نے سجدہ نہیں کیا؟“

”کیوں، میں سجدہ کیوں کروں؟“

”یہ ناگ دیوتا ہیں انہیں سجدہ کرو.....“

”تمہارا دماغ ٹھیک ہے، میں اسے سجدہ کروں گا۔“ میری آواز خاصی بلند تھی اور دوسرے پجاری سجدے سے اٹھ کر مجھے دیکھنے لگے تھے۔

”امر سنگھ کیا ہوا ہے تمہیں؟“

”میں کہتا ہوں تمہیں کیا ہوا ہے؟“

”امر سنگھ! ناگ دیوتا کو سجدہ کرو.....“ میں نے کیسری کی آواز میں غراہٹ محسوس کی تھی اور ایسا پہلی بار ہوا تھا، لیکن میں نے بھی اسی انداز میں کہا۔

”میں مسلمان ہوں، اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کر سکتا، دوسری بات ہے کہ نماز باقاعدہ نہیں پڑھی لیکن ایک بات میں جانتا ہوں مسلمان ہونے کے ناتے سجدہ میرا اللہ تعالیٰ کو ہی جاتا ہے اور کسی غیر اللہ یا تمہارے اس طرح کے بنائے ہوئے مجتہدوں کے سامنے سجدہ جائز نہیں.....“

”امر سنگھ! تم..... تم توہین کر رہے ہو دیوتا کی، یہ پھر ناراض ہو جائیں گے.....“

”ارے جاؤ جاؤ میں تمہارے ان ڈراموں میں نہیں آؤں گا سمجھیں نا۔“

”امر سنگھ!“ اس نے ادھر ادھر دیکھا پھر لوگوں سے مخاطب ہوئی..... ”شما کیجئے“

”گانشاید اس کی طبیعت دوبارہ بگڑ گئی ہے.....“

”ہوش و حواس تم لوگوں کے رخصت ہوئے ہیں سجدہ کروں گا میں اور اس کو“

اس کی نکاسی کا بھی کوئی انتظام کیا گیا تھا کیونکہ یہ دودھ پھیل کر آگے تک نہیں آ رہا تھا۔ پھر جب ان کے برتن خالی ہو گئے تو وہ چاروں آدمی برتن وہیں ایک طرف رکھ کر پجاریوں کے ساتھ آکر کھڑے ہو گئے۔ پھر مزید چار آدمی باہر آئے انہوں نے بھی ویسے ہی برتن اٹھا رکھے تھے، پھر انہوں نے بھی دبی عمل دہرایا اور پھر ان کے برتن بھی خالی ہو گئے..... بہر حال کچھ دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا اس کے بعد سارے پجاری اچانک پیچھے ہٹنا شروع ہو گئے، ان پجاریوں کے ساتھ ساتھ راجکماری اور وہ باندیاں بھی پیچھے ہٹ رہی تھیں، راجکماری کیسری نے مجھے بھی ہاتھ پکڑ کر پیچھے کھینچنا شروع کر دیا ورنہ میں تو شاید وہیں کھڑا رہ جاتا..... کچھ فاصلے تک پیچھے ہٹنے کے بعد سب وہیں زمین پر بیٹھ گئے۔ میں بھی راجکماری کیسری کے ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا..... پھر مجھے جھنجھٹاؤ سنائی دینے لگیں۔ وہ لوگ منہ ہی منہ کچھ پڑھ رہے تھے، پھر جھنجھٹاؤ تیز ہونے لگیں انتہائی تیز آواز میں وہ لوگ کچھ پڑھ رہے تھے۔ اور ان کی آواز شدید ہوتی جا رہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد ان کی شدت میں کمی آنے لگی اور پھر یہ معدوم ہوتی چلی گئیں، کماری کیسری کی آنکھیں بند تھیں اور وہ بھی منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتی رہی تھی۔ بڑا سحر انگیز ماحول تھا یہ انتہائی پراسرار، نہایت ہیبت ناک

پھر یہ جھنجھٹاؤ بند ہو گئی تھیں، کچھ دیر خاموشی کے بعد میں نے دیکھا کہ اس بڑے دوزاں سے کچھ لڑکیاں اور داخل ہونے لگیں اور وہ سامنے کی طرف آگئی تھیں انہوں نے عجیب انداز میں ساڑھیاں بدن پر لپیٹی ہوئی تھیں۔ پھر انہوں نے رقص شروع کر دیا۔ لیکن یہ رقص سازوں کے ساتھ ساتھ ہو رہا تھا البتہ یہ دوسری بات ہے کہ ساز یا سازندہ نظر نہیں آ رہے تھے۔ بہر حال کافی دیر تک یہ رقص ہوتا رہا اور اس کے بعد وہ اسی طرح دوڑتی ہوئی واپس چلی گئی تھیں۔ میں سحر زدہ سایہ سارا ماحول دیکھ رہا تھا۔

پھر اچانک ہی اس پتھر کے ناگ کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ بڑے بڑے عجیب ڈرامے رچا رکھے تھے ان لوگوں نے اس مندر میں لیکن میں بہر حال متاثر تھا، اس پتھر کے ناگ کے منہ سے ایک پھنکار نکلی اور سب کے سب کھڑے ہو گئے۔ پھر ایک پجاری نے نعرہ لگایا۔

”ناگ دیوتا کی جئے، ناگ دیوتا کی جئے۔“ اس کے ساتھ ہی اس نے دونوں ہاتھ

میں وہاں سے باہر نکل آیا تھا، سارے پجاری حیران و پریشان کھڑے تھے، خود کماری کیسری بھی پریشان ہو گئی تھی۔ پھر وہ اپنی باندیوں کے ساتھ نیچے آتی ہوئی نظر آئی، رتھ کے قریب آکر اس نے کہا.....

”پدا! چلو بیٹھو سب۔“ اور چاروں جلدی سے رتھ میں بیٹھ گئیں۔ پھر کماری کیسری بھی رتھ میں آ بیٹھی، میں بھی خاموشی سے اسی رتھ میں اپنی جگہ بیٹھ گیا تھا اور رتھ واپسی کے لئے مڑ گیا، اب غالباً اس کا رخ اسی محل نما عمارت کی جانب تھا۔ پھر وہی دیران راستے ہمارے منتظر تھے، ان راستوں سے رتھ گزرتا رہا اور پھر وہی منحوس محل آ گیا جہاں میں ابھی تک قید تھا، سارے راستے ان لوگوں میں سے کسی نے مجھے مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، کماری کیسری کا منہ بھی پھولا ہوا تھا..... پھر سب رتھ سے اتر کر محل میں داخل ہونے لگے، محل میں سناٹا چھایا ہوا تھا اور شام کو جو رونقیں اس محل میں تھیں اب اتنی ہی نحوست کا احساس ہو رہا تھا..... میں اپنے کمرے میں واپس آ گیا، پھر میں نے وہ لباس تبدیل کر لیا تھا اور اپنے بستر پر لیٹ گیا..... یہ لوگ کیا چاہتے ہیں مجھ سے کیا ہو رہا ہے یہ سب؟ اب میں اس ناگ کے مجستے کو تو سجدہ نہیں کر سکتا تھا، لیکن میں نے محسوس کیا تھا کیسری کا رویہ اچانک ہی تبدیل ہو گیا تھا، اس کے لمبے کی غراہٹ، اس کا انداز، اور اب یہ بے رخی، کافی دیر اسی طرح لیٹا رہا پھر مجھے دروازے پر آہٹیں محسوس ہوئیں، پھر دروازہ کھلا تھا اور شیلا اندر آ گئی اس کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی جس میں کھانا ڈھکا ہوا رکھا تھا اس نے ٹرے ایک جانب رکھی اور کہا۔

”ہمارا بی بی نے کہا ہے کہ بھوک لگے تو کھانا کھا لیتا۔“ اور اس کے بعد وہ واپسی کے لئے مڑ گئی۔ میں حیرانی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ بھوک بھی لگ رہی تھی لیکن سوچیں حاوی تھیں کہ یہ آج ماجرا کیا ہے، یہ کیا کیفیت ان پر سوار ہوئی ہے پھر سب باتیں سوچتے رہنے کے ساتھ ساتھ کھانا کھایا اور اس کے بعد بستر پر جا کر لیٹ گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں مجھے نیند آ گئی تھی.....

تیز دھوپ جب شدت سے آنکھوں میں چھینے لگی تو مجبوراً آنکھیں کھول دیں، ویسے اس کمرے میں اتنی دھوپ تو نہیں ہوتی تھی، لیکن جب اچھی طرح جاگا تو ایک بار

پھر چکر اگیا۔ میری مسہری کہاں گئی، وہ بستر، وہ کمرہ، کچھ بھی تو نہیں تھا، یہ تو وہ کمرہ بھی نہیں تھا، اس کمرے کے در و دیوار مختلف تھے، دروازہ بھی نہیں تھا اور اچھی خاصی دھوپ کمرے میں اسی راستے سے آرہی تھی، مجھ سے کچھ فاصلے پر زمین ہی پر دو لڑکے اور موجود تھے اور شاید وہ بھی سو رہے تھے، ان کے کپڑے بھی میلے کچیلے سے تھے پھر میری نظر اپنے لباس پر پڑی اور میں پھر چونک گیا، یہ وہ کپڑے تو نہیں تھے جنہیں پہن کر میں سویا تھا۔ ابھی میں انہی سوچوں میں گم تھا کہ مجھے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ کچھ اور تو سمجھ میں نہ آیا، چنانچہ انہی لڑکوں کے پاس جلدی سے اس طرح لیٹ گیا جیسے میں جاگا ہی نہیں تھا۔ قدموں کی چاپ قریب آتی جا رہی تھی اور پھر میں نے اپنی کمرے پر ضرب محسوس کی اور میری کراہ نکل گئی، ساتھ ہی ایک آواز سنائی دی۔

”ابے سورج، ابے او سورج، اٹھ جا دھندے کا ٹائم ہو گیا ہے، دھندے پر نہیں جائے گا کیا؟“ بڑی زور سے لات ماری تھی کبخت نے، یہ ایک نئی مصیبت شروع ہو گئی تھی، میں اس طرح ہڑبڑا کر اٹھا جیسے ابھی نیند سے جاگا ہوں..... پھر میں نے اپنے سامنے ایک دیو قامت آدمی کو کھڑے ہوئے پایا۔ لمبا ترنگا، چہرے پر نوکیلی مونچھیں، بانیں گال پر زخم کا نشان، لمبے چوڑے مضبوط ہاتھ پاؤں، بڑی خطرناک شخصیت تھی اس کی، آواز بھی انتہائی گرجدار تھی..... وہ بھی ایک معمولی لباس پہنے ہوئے تھا۔

”چل اٹھ جا، دھندے پر نہیں جائے گا کیا اور یہ، یہ لوگ بھی ابھی تک سو رہے ہیں، او بالی او مجیدے اٹھ اٹھ جا.....“ اس نے ایک ایک لات ان دونوں کے بھی لگائی اور وہ دونوں بھی آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے.....

”چلو اوئے، کام پر نہیں جاؤ گے کیا؟“

”بی استاد.....“ انہوں نے کہا اور پھر ان میں سے ایک کمرے کے ایک اور دروازے سے اندر چلا گیا وہ شاید ہاتھ روم تھا، اس شخص نے ہم دونوں کو دیکھا پھر بولا۔

”تم لوگ بھی فارغ ہو جاؤ اور سن مجیدے کو میرے پاس بھیج دیتا، کام ہے اس

ے۔“

”اچھا استاد.....“ اس لڑکے نے کہا پھر وہ شخص جسے استاد کہا گیا اس کھلی جگہ سے باہر نکل گیا تھا..... میں حیران و پریشان کھڑا یہ سارا ماحول دیکھ رہا تھا..... پھر



میں نے ہمت کر کے اس لڑکے سے پوچھا۔

”سنو!“

”ہوں!“

”کیا نام ہے تمہارا؟“

”اوائے شہزادے تیری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟“

”ہاں، کیوں کیا ہوا میری طبیعت کو، میں نے تمہارا نام پوچھا ہے.....“

”اوائے واہ شہزادے ایک رات میں نام بھی بھول گئے پیارے، یہ مانا کہ رات کی

فلم میں ہیرو کی یادداشت کم ہو گئی تھی، لیکن تمہاری ایکٹنگ بیکار ہے پیارے.....“

”یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو، کون سی فلم، کون سا ہیرو؟“

”ارے وہی مسٹر فور ٹوٹی، جس میں بے چارے ہیرو کی دشمنوں سے جنگ ہوتی

ہے اور اس جنگ میں اس کے سرچوٹ لگتی ہے اور پھر اس کی یادداشت غائب.....“

لیکن پیارے تمہارے ساتھ تو ایسا کچھ نہیں ہوا.....“

دماغ پھر سٹپٹا گیا تھا۔ وہی دھوکہ، وہی فریب، پھر مجھے کیسری کے الفاظ یاد

آئے.....

”تم کا کیا جال میں پھنس گئے ہو۔“ کا کیا جال، کا کیا بلا، میں نے سوچا،

لیکن سوچنے سے کچھ حاصل نہیں تھا، اس لڑکے نے پھر کہا۔

”ابے اوفلمی ہیرو! بس کر یہ ٹانگ، اور تیار ہو جا، زیادہ ٹانگ کیا نا تو گرو سوامی

تیرے انجریجیئر ٹائٹ کر دے گا سمجھا کیا، چل چل شہزادے۔“

”بھائی تم ہو کون؟“

”ابے پھر وہی مرغے کی ایک ٹانگ، بیٹا میں بالی ہوں، تو سورج ہے اور کیا اب

اڑے کا نام پتہ بھی بتاؤں کیا؟“

”ہاں اور کیا.....؟“

”مان گئے استاد، آج دم ہے، آج تو جم کر نقل کر رہا ہے، پر بیٹا تجھے چانس وائس

نہیں ملنے والا، چل جلدی کر نا دھندے کا ٹائم نکلا جا رہا ہے.....“

”تم نے جگہ کا نام نہیں بتایا؟“

”بیٹا گرو سوامی کو پتہ چل گیا نا تیرا ٹانگ تو یہیں تیرا کچھ مر بنا دے گا.....“

”گرو سوامی، یہ کون ہے؟“

”اچھا بیٹا، اس کی لاتیں کھا کھا کر تو جاگا ہے ابھی، پھر پوچھتا ہے گرو سوامی کون

ہے، دیکھ سدھر جا، دیکھ سدھر جا، ورنہ استاد مار مار کر حلیہ خراب کر دے گا۔“

جواب میں میں خاموش ہو گیا تھا، اس لڑکے سے یا ان لوگوں سے بحث بیکار تھی،

بس پھر وہی عمل کیا جائے، یعنی وقت گزارا جائے اور کسی ایسے موقع کا انتظار جب میں ان

لوگوں کے چنگل سے بچ نکلوں ویسے کماری کیسری نے جلد ہی مجھ سے جان چھڑالی تھی،

میں تو خود وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا، لیکن اس طرح یہ ماحول، پتہ نہیں کس طرح میں یہاں

پہنچا، کیسری اور وہ جگہ کہاں چلی گئی، کوئی ایک بات جو سمجھ میں آرہی ہو لیکن اب کیا کیا جا

سکتا ہے۔

بہر حال وہ دوسرا لڑکا باہر آ گیا تھا بالی نے اسے استاد کے پاس پہنچنے کے لئے کہا اور

خود ہاتھ روم میں گھس گیا، اس لڑکے نے میرے قریب آ کر کہا۔

”یار سورج! کل کی فلم تھی بڑی مزیدار اور وہ ڈانس آہا.....“

”سورج، کون سورج، میرا نام شاہو ہے.....“ اچانک ہی مجھے خیال آیا تھا کہ

یہ لوگ مجھے سورج کہہ کر پکار رہے ہیں.....

”بیٹا نہ بنا، نہ بنا، ہمیں نہ بنا، تیری رگ رگ سے واقف ہیں۔ قسم اللہ کی بال کی

کھال نکال کر رکھ دیتے ہیں تو تو کس کھیت کی مولی ہے، ابے نقل اتار رہا ہے ہیرو

کی.....“

”کون سا ہیرو، کون سی فلم یہ کیا باتیں کر رہے ہو تم لوگ؟“

”ابے میاں ننھے، چلو شاباش تیار ہو جاؤ، دھندے پر جانا ہے، استاد نے دیکھ لیا نا تو

دو منٹ میں ایکٹنگ کا بھوت اتار دے گا.....“

”اچھا یہ استاد کون ہے؟“

ابے گرو سوامی اور کون، بیٹا آج شامت آئی ہے، بڑی نقلیں اتار رہا ہے ہیرو

کی.....“

”دیکھو بھائی، نہ تو میں نے کوئی فلم دیکھی ہے اور نہ ہی میں کسی ہیرو کی نقل اتار

رہا ہوں، میرا نام شاہو ہے اور میں ایک فقیر ہوں.....“

”ابے سالے رات ہی رات میں دھندہ بھی بدل لیا، بیٹا آج تیری خیر نہیں..... اب دیکھ جیب کترے سے فقیر بن گیا رات بھر میں، بیٹا فلمیں کم دیکھا کر، یا یہ اداکاری نہ کیا کر، ابے تو ہماری بھی فلم بازی بند کرائے گا اتنی مشکل سے تو استاد کہیں جانے دیتا ہے اور تو ہے کہ..... چل بیٹا بہت ہو گیا اب تیار ہو جا شاہاب.....“

بات سمجھ میں آتی جا رہی تھی، یہ جیب کتروں کا کوئی گروہ تھا اور گروہ سوامی اس گروہ کا استاد تھا، پتہ نہیں کتنے لوگ تھے یہ۔ یہی تمام باتیں سوچتا رہا اس دوران مجید نے کھڑکی کی منڈیر پر سے شیشہ اور کنگھا اٹھا کر بال بنانے شروع کر دیئے، ساتھ ہی ساتھ وہ ایک بیسودہ گانا گنگتا رہا تھا..... پھر دوسرا لڑکا باہر آ گیا اور اس نے مجھ سے کہا۔

”چل ہیرو، تو بھی منہ ہاتھ دھو کر آ جا اور سن بہت ہو گیا کیا، سمجھتا؟“

”جی سمجھ گیا.....“ میں نے گم صم سے انداز میں کہا اور وہ دونوں میری شکل دیکھنے لگے۔ میں ہاتھ روم کے اندر گھس گیا تھا..... راجکمار کیسری کے ہاں روز نہانے کی عادت سی پڑ گئی تھی، چنانچہ تمام سوچیں نظر انداز کر کے جلدی جلدی نما کروہی کپڑے پہنے اور باہر نکل آیا، باہر وہی دونوں لڑکے میرے منتظر تھے۔

”چلیں شنراوے!“ ان میں سے ایک لڑکے نے جس کا نام بالی تھا کہا۔

”ہاں چلو.....“ پھر ہم تینوں باہر نکل آئے۔ اچھا خاصا دالان تھا یہ اور باقی کمروں کے پتھوں بیچ تھا، یعنی باہر جانے کا راستہ بھی کسی کمرے سے گزر کر ہی تھا۔ چاروں طرف ایک ہی سائز کے کمرے تھے لیکن کسی کمرے میں کوئی دروازہ نہیں تھا، دالان میں چارپائیاں جکھی ہوئی تھیں انہی چارپائیوں میں سے ایک پر گرو سوامی بیٹھا تھا۔ پھر ہم تینوں چلتے ہوئے ایک چارپائی پر جا بیٹھے، ایک لڑکے نے دو برتن لاکر ہمارے سامنے رکھ دیئے ایک میں تین چائے کے گم رکھے تھے جبکہ دوسرے میں پراٹھے تھے، بالی نے ایک ایک پراٹھا اور چائے کا ایک ایک گم ہم دونوں کو پکڑا دیا اور تیسرا گم اور پراٹھا لے کر خود بیٹھ گیا، پہلے تو میں ان دونوں چیزوں کو دیکھتا رہا پھر انہی کے انداز میں پراٹھا کھانا شروع کر دیا اور ساتھ ساتھ چائے پینے لگا۔ استاد کسی کام میں مصروف تھا، اس کے سامنے کچھ عجیب سے ہتھیار رکھے تھے جنہیں وہ کپڑے سے صاف کر رہا تھا۔ عجیب اوباش سے لڑکے تھے،

ویسے ان کی ایک بات پر مجھے ہنسی آئی تھی وہ یہ کہ ہر بات کے آخر میں دنوں کے دونوں تیار ہو جا شاہاب ضرور کہتے رہے تھے۔ یہ شاید ان کا نکیہ کلام تھا، وہ دونوں چائے کا آخری گھونٹ لے کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا، چائے کے گم انہوں نے ٹرے میں رکھے اور اپنا لباس درست کر کے استاد کے سامنے پہنچ گئے۔ میں بھی ڈر تاؤرتا ان کے پیچھے جا کھڑا ہوا تھا۔

”بالی آج تو سورج کے ساتھ جائے گا اور مجیدے تو آج باقی کام کرے گا.....“

استاد نے اسی طرح جھکے جھکے کہا۔

”ٹھیک ہے استاد.....“ ان دونوں نے بیک وقت کہا۔ پھر بالی نے میرا ہاتھ

پکڑا اور ایک کمرے کی طرف چل پڑا اس کمرے سے گزر کر ہم لوگ دروازے سے باہر آ گئے تھے، یہ ایک پتلی سی گلی تھی، جس میں چھوٹے چھوٹے مکان بنے ہوئے تھے، ویسے مجھے بڑی حیرت ہوئی تھی کہ ان لوگوں کے گھر اس اڈے کے مقابلے میں بہت چھوٹے تھے، پھر بات سمجھ میں آ گئی کہ جس کی لاشی اس کی بھینس والا حساب ہے۔ گرو سوامی کی بد معاشی کی وجہ سے ہی اس کو اتنی بڑی جگہ ملی تھی اور وہ اس جگہ سے ہی فائدہ اٹھا رہا تھا۔

پھر گلی سے نکل کر ہم لوگ مین روڈ پر آ گئے اور کافی دور تک پیدل چلتے رہے،

اس دوران میں نے کوئی بات نہیں کی تھی پھر بالی نے کہا۔

”شکار.....“

”کیا؟“

”ابے وہ دیکھ، وہ رہا شکار.....“ میں نے اس کے اشارے کی جانب دیکھا اس

کا اشارہ ایک آدمی کی جانب تھا جو ایک بینک سے نکل رہا تھا..... بالی نے پھر کہا۔

”چل بیٹا تیری تو لاٹری نکل آئی، چل شروع ہو جا.....“

”کیا شروع ہو جاؤں؟“

”ابے اب کیا یہ بھی بتانا پڑے گا تجھے، ابے پرس اڑا لا اس کا..... اور کیا۔“

”ہیں، یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟“

”ابے لگتا ہے گاڑی چھوٹ جائے گی اچھا تو ایسا کر اس گاڑی کے پیچھے چھپ

”اتنے لوگوں کے درمیان!“

”تو اور کیا“ اب میں اسے پاس تو بلا کر لوٹنے سے رہا بس ہم اس کے ساتھ ہی چڑھیں گے اور پھر اباے تجھے کیا بتانا تو بھی تو ماہر ہے..... چل تیار ہو جا.....“

دس پندرہ منٹ گزرے ہوں گے کہ دور سے ایک بس آتی ہوئی دکھائی دی، پھر بس اسٹاپ پر آ کر رک گئی تھی اور ان لوگوں میں سے تین چار آدمی بس میں چڑھنے لگے ان میں وہ سوٹ والا آدمی بھی تھا، بلی نے مجھے اشارہ کیا اور خود بس پر چڑھ گیا میں بھی اس کے پیچھے پیچھے بس میں سوار ہو گیا تھا..... بلی مسلسل اس پر نظر رکھے ہوئے تھا پھر وہ اس طرح اس آدمی کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا کہ بلی کا وزن بھی اس کے پیروں پر پڑے اور اس کی پتلون کی جیب میں پڑے ہوئے بٹوے کا وزن فی الوقت اسے محسوس نہ ہو..... پھر بلی نے مجھے اشارہ کیا۔ پہلے تو میں کچھ بھی نہ سمجھ پایا لیکن جب بلی نے اس کی جیب کی طرف دیکھا تو میں اچھل پڑا، خوف کے مارے مجھے پسینہ آنے لگا، بلی نے ادھر ادھر دیکھا۔ اس دھکم پیل میں سب کو اپنی اپنی پڑی تھی اور کوئی اس طرف متوجہ نہیں تھا، اس نے پھر مجھے اشارہ کیا۔ اس بار اس کی آنکھوں میں غصے کے آثار تھے، بہر حال میں تیار ہو گیا اور پھر میں نے ڈرتے ڈرتے اپنا داہنا ہاتھ اس شخص کی جیب کی طرف بڑھایا، پھر میں وہ بٹوہ اس کی جیب سے نکالنے کی کوشش کرنے لگا لیکن مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی دوسری طرف وہ شخص بھی شاید کسی سوچ میں ہی مگن تھا جیسی اس کی توجہ اس طرف نہیں گئی تھی..... لیکن میں مسلسل خوف سے کانپ رہا تھا..... میں نے پھر ہمت کر کے ہاتھ بڑھایا، لیکن بلی نے میرا ہاتھ پرے جھٹک دیا، پھر میں نے دیکھا کہ بلی نے نہایت اطمینان سے اس کی پتلون کی جیب کا بٹن کھولا اور اس میں سے بٹوہ نکال لیا اور اتنی ہی تیزی سے وہ بٹوہ اس کی شرٹ کے اندرونی حصے سے غائب ہو گیا تھا۔ میں اس کی اس مہارت پر حیران رہ گیا تھا۔ وہ واقعی انتہائی ماہر اور پھرتیلا تھا..... پھر وہ بس کے دروازے کی جانب بڑھنے لگا اس نے مجھے بھی بس کے دروازے کی طرف دھکیلنا شروع کر دیا۔ پھر ہم لوگ دروازے تک پہنچے تو وہاں کنڈیکٹر کھڑا تھا اس نے بلی سے کہا۔

”کرایہ۔“

”اچھا بھی دیتے ہیں کرایہ.....“ اس نے اوپری جیب سے چار روپے نکالے

جا.....“ اور میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ بلی تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا اس شخص کے قریب پہنچا اور زور سے اس آدمی سے ٹکرایا۔ پھر میں نے دور سے دیکھا کہ بلی اس سے دونوں ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ رہا تھا۔ اس کے بعد وہ آدمی ایک طرف چلا گیا اور بلی نہایت اطمینان سے میرے پاس آ بیٹھا تھا۔

”کو پیارے کیسی رہی؟“

”کیا کسی رہی؟“

”ابے ایک جھانپڑ دوں گا سب ٹھیک ہو جائے گا“ یہ دیکھ “اس نے شرٹ کے اندر سے بٹوہ نکال کر مجھے دکھایا۔ جس میں سے سو سو کے کرائے نوٹ جھٹک رہے تھے۔

”بیٹا کچھ دیر بیس گزارتے ہیں، پھر باہر چل کر اس کا حساب کتاب کریں گے۔

میں حیرانی سے اس آفت کو دیکھ رہا تھا، اتنی پھرتی، اتنی چستی اور پھر یہ اطمینان، خدا کی پناہ خدا کی پناہ، یہ لوگ تو جیب کاٹنے کے ماہر ہیں اور یہی ان کا دھندہ ہے لیکن میں، میں یہاں کیوں پھنسا ہوا ہوں، دیے اگر مجھے اس دوران موقع ملا تو میں کہیں نہ کہیں بھاگ جاؤں گا اس خیال کے ساتھ ہی دل کو ذرا حوصلے کا احساس ہوا تھا کہ چلو یہاں یہ موقع تو ہے۔

پھر بلی نے کہا۔

”ابے شہزادے تو پھر سوچ میں پڑ گیا، ابے نہ دیکھا کہ خواب، تجھے چانس نہیں ملنے کا کیا.....؟“

”چلیں کیا؟“ میں نے ذرا شوخ لہجے میں کہا اور وہ پھڑک کر بولا۔

”ہاں اب شہزادہ آیا نا لائن پر چل۔“ اس نے کہا اور میری گردن میں ہاتھ ڈال کر ایک جانب چلنے لگا، تھوڑا آگے جا کر ایک بس اسٹاپ نظر آیا جہاں کچھ لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ بلی نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

”اس آدمی کو دیکھ رہا ہے۔“

”کس کو؟“

”ابے وہی جو اسٹاپ پر سوٹ پنے کھڑا ہے، لگتا ہے اس کی گاڑی خراب ہے اور رکشا، ٹیکسیاں اس اسٹاپ پر ہوتی نہیں ہیں یہ ضرور بس میں چڑھے گا کیا خیال ہے پیارے اس کی جیب پر ہاتھ نہ صرف کیا جائے؟“

اور اسے دیتے ہوئے کہا۔

”اگلے شاپ پر اتار دینا.....“ پھر ہم دونوں اگلے شاپ پر اتر گئے تھے۔

”سلا یاد رکھے گا اس سفر کو.....“ تھوڑی دور جانے کے بعد بالی نے کہا، میں حیران و پریشان سا اس کی صورت دیکھتا رہ گیا تھا..... ”یار تو تو بالکل ہی بدم ہو گیا ہے ایک دن میں یہ تجھے کیا ہو گیا ہے، یہ تیری کیا حالت ہو گئی ہے، ابے ہیروئن سے عشق تو نہیں ہو گیا ہے تجھے، بیٹا مجھے تو آج تیری پٹائی پکی لگ رہی ہے.....“

”مگر کیوں؟“

”ابے ایک تو صبح سے مجنوں جیسی حالت میں گھوم رہا ہے پھر ایک بھی شکار نہیں کیا ہے تو نے، کیا سمجھتا ہے تو، استاد تجھے چھوڑ دے گا، ابے استاد روز روز کے ہمانوں سے تنگ آ گیا ہے، ابے وہ کچھ نہیں سنے گا بیٹا سمجھا۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا..... ہم مختلف سڑکوں پر گھومتے رہے، پھر ایک بازار آ گیا..... یہاں انتہائی رش تھا، دکانیں کھلی ہوئی تھیں لوگ آ جا رہے تھے، مرد عورتیں بچے سبھی اس بازار میں گھوم پھر رہے تھے، بالی نے مجھ سے کہا۔

”ادھر دیکھ وہ آئی، تجھے ان کا پرس چھیننا ہے.....“

”کیا؟“

”ابے تو لڑکی ہے کیا جو اتنا ڈر رہا ہے بس چھین لے پرس، میں تیرے ساتھ ہی ہوں.....“

”نہیں یہ مجھ سے نہیں ہو گا.....“

”کیا تو پہلی بار کر رہا ہے یہ؟“

”پہلے تو میں نے کسی کا پرس نہیں چھینا.....“

”اب نہیں بچے گا، اب نہیں بچے گا، تو سالے۔ آج استاد سے اتنی پڑیں گی کہ

طبیعت ہری ہو جائے گی۔ پر میرا کیا جاتا ہے خود ہی بھگتے گا۔“

پھر شام تک اس طرح آوارہ گردی کرتے رہے تھے، اس کے بعد ہم اڈے پر واپس آ گئے، یہاں میں نے دیکھا کہ استاد اپنی اسی مخصوص چارپائی پر بیٹھا ہے اور آٹھ دس لڑکے اس کے سامنے لائن بنائے کھڑے ہیں، ہم لوگ بھی اس لائن کے آخر میں

کھڑے ہو گئے، سب سے آگے والے لڑکے نے پیسے گن کر استاد کو دیئے اور کہا۔

”استاد! آج پورے سات سو کمائے ہیں۔“

”شاباش میرے جیتے، شاباش، چل فقیرے تو کیا لایا ہے؟“

”پورے دو سو ہیں؟“

”ہیں صرف دو سو؟“

”جی استاد.....“

”نہیں یہ تو صحیح نہیں ہے بھی، تو محنت نہیں کر رہا آج کل.....“

”بس استاد کوئی شکار نہیں ملا صحیح.....“

”چل چل آگے بڑھ“ پھر ایک کے بعد ایک لڑکے آتے رہے اور اپنے اپنے پیسے

استاد کو دیتے رہے..... میرا ڈر کے مارے برا حال تھا۔ میرے پاس تو ایک پھوٹی کوڑی

بھی نہ تھی، تو کیا استاد مجھے مارے گا، خیر مار تو فضلا سے بھی پڑتی تھی اس لئے میں زیادہ فکر

مند نہیں تھا لیکن بس اس کے انداز سے خوف آ رہا تھا، پھر بالی کی باری آ گئی..... اور

اس نے جیب سے پیسے نکالے۔

”استاد پورے نو سو روپے ہیں.....“

”ارے واہ میرے شیر، لیکن کیا یہ تم دونوں کی کمائی ہے؟“

”نہیں استاد! میں نے اکیلے ہی ہاتھ مارے ہیں.....“

”ارے شاباش، او سورج تو کس طرح کونے میں کھڑا ہے، میری جان کیا

ہوا..... کہاں ہے تیرا مال؟“

”وہ استاد.....“

”ہاں ہاں بول.....“

”وہ استاد آج آج.....“

”کیا ہو گیا تجھے، وہ بالی کیا ہوا اسے.....؟“

”کچھ نہیں استاد، اصل میں آج کوئی شکار نہیں ملا اسے.....“

”کیا، ابے سورج، تجھے اور شکار نہیں ملا، نہ بھی نہ میں مان ہی نہیں

سکتا

”استاد یہ سچ کہہ رہا ہے.....“ میں نے ڈرتے ڈرتے کہا.....

”کیا؟“ استاد کی تیوریاں چڑھ گئیں، اس نے ادھر ادھر دیکھا اس دالان کے کونے میں ایک ڈنڈا پڑا ہوا تھا، باقی تمام لڑکے سہم گئے تھے، وہ کونوں میں دبک گئے تھے، پھر وہ میری طرف بڑھا اور ایک ڈنڈا میری ٹانگوں پر رسید کر دیا۔ میرے منہ سے کراہ نکلی تھی، پھر استاد مجھے مارتا رہا اور میں مار سہتا رہا پھر استاد تھک کر رک گیا تھا۔

”سالے، کل سے اگر پیسے نہ دیئے تو ان ٹانگوں پر کھڑا رہنے کے قابل نہیں چھوڑوں گا، سالا مال نہیں لایا، ارے دیکھو تو ہوا کیا ہے اسے، اس سورج کو، بہت ست ہو رہا ہے یہ۔ سالے کا کھانا بند کر دو، خبردار کوئی رات کو کھانا نہ دے اسے.....“

”اچھا استاد.....“ ان میں سے کسی نے کہا اور سارے ادھر ادھر ہو گئے۔ اچھی خاصی مار پڑی تھی سارا بدن دکھ رہا تھا۔ اسی کمرے میں ایک جگہ جا کر پڑ گیا، اور آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ کافی دیر اسی طرح گزر گئی۔ حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے، بھوک بھی لگ رہی تھی۔ پھر اچانک مجھے بالی کی آواز سنائی دی۔

”ابے سورج، ابے او سورج، اس کی آواز پر میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا، بالی پانی کا گلاس لئے ہاتھ میں کھڑا تھا، پھر اس نے بیٹھے ہوئے کہا۔

”یار! میں نے کہا تھا نا ہوش میں آ جا، دیکھ لیا پٹائی ہو گئی بڑی زور سے مار پڑی ہے، چل اٹھ پانی پی لے.....“ اس نے دھیمے سے لہجے میں کہا تھا..... پھر وہ زمین پر بیٹھ گیا، اس نے پانی کا گلاس میرے منہ سے لگا دیا تھا۔ میں نے پانی پیا اور دوبارہ زمین پر لیٹ گیا..... بالی خاموشی سے پانی کا گلاس لے کر واپس چلا گیا تھا.....

بدن بری طرح دکھ رہا تھا، میں اسی طرح خاموشی سے لیٹا رہا، پھر کافی رات گزر گئی، دل عجیب سی کیفیات کا شکار تھا۔ کیسی جگہ ہے یہ، یہ استاد، یہ لڑکے یہ ماحول، اس سے اچھا ماحول تو وہ فقیرانہ ماحول تھا، کم از کم کوئی خوف نہ تھا، بس بھیک مانگنے پر بھیک مل جاتی تو ٹھیک تھا، ورنہ اگر کوئی نہ دیتا تو زبردستی نہ تھی نہ ہی پکڑے جانے کا خوف تھا لیکن اس کام میں تو ایک طرف پکڑے جانے کا خوف، بے عزتی، اور پھر اس طرح مار..... کچھ کرنا ہی پڑے گا، کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہو گا، اس طرح تو یہ لوگ مار ڈالیں گے مجھے..... میں ضرور یہاں سے بھاگوں گا..... بس اسی طرح نیم غم زندگی کی حالت میں

پڑا رہا پھر شاید نقاہت تھی یا زخموں کی تھکن کہ کچھ دیر کے لئے نیند آ گئی تھی..... صبح خود بخود آنکھ کھل گئی تھی، بدن بری طرح ایٹھ رہا تھا، آنتیں قل ہوا لٹھ پڑھ رہی تھیں، ہمت کر کے اپنی جگہ اٹھ کر بیٹھ گیا، بالی ایک کونے میں پڑا نظر آ گیا تھا، اس کے پاس ہی دوسرا لڑکا مجید بھی موجود تھا۔ کچھ دیر کے بعد وہ دونوں بھی اٹھ گئے تھے۔ پھر وہ دونوں باری باری ہاتھ روم گئے، واپس آ کر ان دونوں نے مجھے سہارا دے کر اٹھایا تھا۔

”نہیں اب میں ٹھیک ہوں۔“ میں نے کراہتے ہوئے کہا اور پھر اپنے پیروں پر چلتا ہوا ہاتھ روم کے دروازے تک پہنچا انہوں نے مسلسل میرے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے.....

”براہ کرم میں خود چلا جاؤں گا اب میں ٹھیک ہوں۔“ انہوں نے مجھے چھوڑ دیا تھا، میں ہاتھ روم میں داخل ہو گیا، منہ ہاتھ دھویا پھر باہر آ گیا۔ باہر کمرے میں ایک ٹرے رکھی تھی جس میں چائے کا ایک کپ اور پراٹھا نظر آ رہا تھا۔

”سورج، یہ تیرا ناشتہ ہے، ہم لوگ باہر ناشتہ کر رہے ہیں، جلدی سے ناشتہ کر کے باہر آ جا، پھر دھندے پر چلتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے مری مری آواز میں کہا۔ پھر وہ دونوں چلے گئے، میں نے ناشتہ کیا اور باہر آ گیا۔ استاد باہر موجود نہیں تھا، البتہ بالی اور دو اور لڑکے وہاں تھے۔

”چل بیٹا جلدی نکل لے، استاد دوسرے کمرے میں ہے تجھے دیکھے گا تو پھر تپ جائے گا۔“ بالی نے کہا اور میرا ہاتھ پکڑ کر باہر نکال لایا۔ پھر ہم دونوں ایک طرف چلنے لگے، کچھ جان میں جان آئی تھی اور چلنے پھرنے میں کوئی مشکل نہیں ہو رہی تھی..... پھر ہم بے مقصد ادھر ادھر گھومتے رہے تھے، بالی نے کہا.....

”شہزادے طبیعت کیسی ہے؟“

”ٹھیک ہوں اب۔“

”بھوت اتر گیا ایکٹنگ کا؟“ جواب میں میں خاموش رہا تھا۔

بہر حال دوپہر تک اسی طرح آوارہ گردی کرتے رہے کوئی شکار نہیں ملا تھا ابھی تک، پھر بالی نے کہا۔

”شہزادے چل تجھے کھانا کھلاؤں، کل پورے پانچ سو بچائے تھے میں نے.....“

”کہاں سے.....!“

”ابے وہی جو پاکٹ ماری تھی ان سالوں کی، اور کیا سارے پیسے دے دیتا استاد کو؟“

”تم یہ بھی کرتے ہو؟“

”یہ تو اپنا حق ہے پیارے اور حق نہ ملے تو پھین لیا جاتا ہے سمجھا!“ وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا تھا پھر ہم ایک ہوٹل میں پہنچے، ذرا صاف ستھرا ہوٹل تھا۔ یہاں ہم نے کھانا کھایا، پھر چائے پی، اب میں اپنی حالت کافی بہتر محسوس کر رہا تھا..... پھر ہم دونوں وہاں سے اٹھ گئے..... چلتے چلتے ہم ایک بازار میں داخل ہو گئے یہاں بے پناہ رش تھا، بالی نے کہا.....

”میں یہاں کچھ ہاتھ پیر مارنے کی کوشش کرتا ہوں، اگر میں کامیاب ہو گیا تو میں تو سیدھا چلا جاؤں گا اور تو میرے پیچھے پیچھے آہستہ آہستہ آجانا، ٹھیک ہے نا!“

”ہوں.....“ میں نے جواب دیا، میرے ذہن میں اچانک ہی، ایک خیال آیا تھا اور شاید تقدیر مجھے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کا موقع دے رہی تھی..... پھر شاید تقدیر مجھ پر زیادہ ہی مہربان تھی کیونکہ بالی نے ایک عورت کا پرس چھینا تھا اور وہ عورت چیخنے لگی اس کی چیخ پر کئی لوگ بالی کی طرف دوڑے اور مجھے موقع مل گیا..... میں نے بالکل مخالف سمت اختیار کر کے آہستہ آہستہ چلنا شروع کر دیا۔ پھر میرے قدم تیز سے تیز تر ہوتے چلے گئے، اب میں اس جگہ سے کافی دور نکل آیا تھا، پھر میں نے پوری قوت صرف کر کے دوڑنا شروع کر دیا تھا..... میں جی جان سے دوڑ رہا تھا، سمت کا کوئی تعین نہیں کیا تھا، بس اندھا دھند دوڑتا چلا جا رہا تھا، ذہن میں بس ایک ہی خیال تھا کہ گرو سوامی سے پیچھا چھوٹ جائے، اس گروہ سے پیچھا چھوٹ جائے، کہیں بھی رہ لوں گا، کچھ بھی کر لوں گا لیکن اس گرو کے ہاتھ نہ آؤ گا۔ بھاگتا رہا بھاگتا رہا، نہ جانے کونسی جگہ آگئی تھی، پھر ایک چبوترہ نظر آیا جس کے عین اوپر ایک درخت نے سایہ کیا ہوا تھا۔ دوڑنے کی وجہ سے سانس کافی پھول گیا تھا چنانچہ کچھ دیر سانس لینے کے خیال سے اس چبوترے پر آ بیٹھا اور اپنی سانسیں بحال کرنے لگا۔ شدید پیاس لگ رہی تھی، بدن کے جوڑوں کا برا حال تھا۔

بہر حال سر جھکا کر بیٹھ گیا..... پس اچانک ہی زمین پر دو ٹانگیں دکھائی دیں، پشاور کی چیل پہنے ہوئے مضبوط پیروں والا آدمی تھا جو بالکل قریب آ کر رک گیا، پھر میں نے نظر اٹھا کر اسے اوپر تک دیکھا اور میرے بدن کی جیسے جان ہی نکل گئی، یہ شخص گرو سوامی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا..... پھر گرو کا ایک زناٹے دار تھپڑ میرے گل پر پڑا اور میرا دماغ جھنجھنا کر رہ گیا.....

”سالا بھاگ رہا تھا ہم سے بچ کر، بیٹا کہاں جائے گا ہم سے بچ کر، باپ ہیں تیرے گرو سوامی نام ہے، پاتال میں بھی جا چھپے گا تو گرو سوامی وہاں سے بھی تجھے ڈھونڈ نکالے گا اور وہ کبخت بالی کہاں ہے؟“

”وہ وہ بالی.....“

”کیا وہ لگا رکھی ہے، میں پوچھتا ہوں کہاں ہے بالی؟“

”استاد وہ ایک عورت کا پرس چرا کر بھاگ رہا تھا اور میں میں ادھر آ گیا۔“

بس یہیں تو مار کھا گیا ہوا، گرو سوامی کی پہنچ کہاں تک ہے یہ تو تیرے فرشتوں کو بھی پتہ چل گیا ہو گا اور ابھی تو تو اوڑے پر چل تیرا وہ حال کروں گا، وہ حال کروں گا کہ نہ زندہ میں رہے گا نہ مردوں میں۔ چل ابھی تجھے بتاتا ہوں.....“ گرو سوامی نے کہا اور مجھے اپنے ساتھ لے کر آگے بڑھ گیا۔ اس کے ہاتھ کی مضبوط گرفت مجھے اپنی کلائی پر محسوس ہو رہی تھی اور میں سہما ہوا سا اس کے ساتھ چلنے لگا۔ آہ، کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

”یہ بھی تو اس کے ساتھ ہی تھا اسے دیکھو... یہ بتائے گا کہ گرو کہاں گیا

ہے.....؟“

”ارے باپ رے، میرے حلق سے چیخ کی آواز نکلی اور اس کے بعد میں نے بھی دوڑنا شروع کر دیا، پولیس والے میرے پیچھے ہی بھاگ رہے تھے اور میں اس طرح بھاگ رہا تھا جیسے موت میرا پیچھا کر رہی ہو۔ میں نے پولیس والوں کے الفاظ بھی سنے تھے، گرو سے وہ کہہ رہے تھے کہ گرو رک جاؤ ورنہ ہم تمہیں گولیوں سے اڑا دیں گے۔ پھر اچانک ہی مجھے گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری پوری کمر میں سوراخ ہو گئے ہوں اور میں ان سوراخوں کے آر پار دیکھ سکتا ہوں، لیکن میں دوڑ رہا تھا، پھر مجھے احساس ہوا کہ یہ صرف میرا خیال ہے، مجھے کوئی گولی نہیں لگی ہے۔ میں برق رفتاری سے دوڑتا رہا، کوئی اندازہ نہیں تھا کہ کدھر جا رہا ہوں، بس جدھر منہ اٹھا ادھر ہی دوڑ پڑا تھا، پھر اچانک ہی مجھے سامنے ایک احاطے کی دیوار نظر آئی، میں نے سوچا کہ جس طرح گرو دیوار پھلانگ کر دوسری طرف چلا گیا ہے، اسی طرح اگر میں بھی یہ دیوار پھلانگ جاؤں تو میری جان بچ جائے گی۔ اگر پیچھے سے گولیاں چلائی گئیں تو میرے بدن میں تو نہیں لگیں گی، چنانچہ میں برق رفتاری سے دیوار پر دونوں ہاتھ رکھ کر دوسری طرف کود گیا اور پھر دوڑتا چلا گیا..... یہ بھی نہیں دیکھا تھا کہ یہ عمارت کیسی ہے، اس کا احاطہ کتنا وسیع ہے، اس میں کیا کیا موجود ہے، بس یہی خیال تھا میرے دل میں کہ کسی طرح گولیوں سے بچ جاؤں اور پولیس والے اگر میرا نشانہ لینے کی کوشش کریں تو اس میں کامیاب نہ ہو سکیں، پھر مجھے جو دروازہ نظر آیا میں اس میں گھستا چلا گیا، بہت دیر کے بعد مجھے خیال آیا تھا کہ میرے قدموں کی کوئی آواز نہیں پیدا ہو رہی ہے، نیچے دیکھا تو زمین پر موٹا قالین بچھا ہوا تھا، کیا مزے ہیں دولت والوں کے بھی، فرش پر بھی ایسی ایسی چیزیں ڈال دیتے ہیں کہ انسان اپنے بدن پر بھی محسوس نہ کرے، لیکن بہر حال میں ان باتوں کو سوچنے کے موڈ میں نہیں تھا، تھوڑے ہی فاصلے پر مجھے ایک صوفہ نظر آیا بڑا سا صوفہ تھا اور اس کے پیچھے اتنی جگہ تھی کہ میں چھپ سکوں، صوفے کے عقب میں دیوار تھی، میں نے پھرتی سے صوفے کے پیچھے چھلانگ لگا دی اور تھوڑی دیر کے بعد میں اس کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ میرا سانس بری طرح چل رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ دیکھو مصیبت کتنی دیر کے

گرو سوانی مجھے ساتھ لے کر چل رہا تھا اور میں جانتا تھا کہ اب میرے ساتھ کیا ہو گا۔ وہ بے رحم انسان مار مار کر میری ہڈیاں توڑ دے گا، اندر سے آواز ابھر رہی تھی بھاگ جا بیٹا، بھاگ جا شاہو، جس طرح بھی پڑے بھاگ جا، مجھے اپنا نام یاد تھا، وہ لوگ میرے کتنے ہی نام رکھ دیں، لیکن بچپن سے جو نام میرے کان میں پڑا تھا وہ شاہو ہی تھا۔ بھلا میں اس نام کو کیسے بھول سکتا تھا، ہاں گردش تقدیر کی بات اور ہے پھر شاید تقدیر نے تھوڑا سا ساتھ دیا، اچانک ہی سامنے سے ایک پولیس موبائل آتی ہوئی نظر آئی اور گرو چونک کر رک گیا، مجھے بھی یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ موبائل ہماری طرف ہی آرہی ہے، پھر ہم سے کچھ فاصلے پر موبائل رکی اور اس سے پہلے چار پانچ سپاہی اور ایک انسپکٹر نیچے کودا اس نے گرو کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”یہی ہے پکڑو اسے.....“

”اے بے بھاگ، بھاگ بیٹا، یہاں سے ورنہ مارے گئے“ گرو نے کہا اور خود ایک طرف چھلانگ لگا دی، لیکن خوش قسمتی کی بات یہ تھی کہ پولیس والوں کو گرو کی تلاش تھی، غالباً انہوں نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ میں بھی گرو کے ساتھ ہی آ رہا ہوں چنانچہ جدھر گرو بھاگا ادھر ہی وہ دوڑ پڑے۔ انہوں نے راتھلیں سیدھی کر لی تھیں انسپکٹر تیز آواز میں چیخا۔

”سوامی گرو رک جاؤ، ورنہ ہم نے گولی چلا دی تو کتنے کی موت مارے جاؤ گے۔“

لیکن سوامی گرو نہیں رکا، وہ ایک دیوار پھلانگ کر دوسری طرف کود گیا تھا، پھر کچھ اور پولیس والوں کو میرا بھی خیال آیا اور انہوں نے کہا۔

بعد اندر نازل ہوتی ہے، بہر حال زندگی کے بہت بڑے عذاب میں گرفتار ہو گیا تھا، اور یہ سوچ رہا تھا کہ اب دیکھو تقدیر کیا گل کھلاتی ہے، نہ جانے کتنی دیر میں صوفے کے پیچھے چھپا رہا، پولیس والے شاید اندر نہیں آئے تھے یا پھر انہوں نے مجھے احاطے کی دیوار کودتے ہوئے نہیں دیکھا تھا..... میں تھکن کی وجہ سے گھنٹوں میں سر دے کر اوندھے منہ لیٹ گیا۔ پھر نہ جانے کتنی دیر گزری تھی کہ مجھے قدموں کی آواز سنائی دی تھی اور میں ہوشیار ہو گیا۔ مصیبت اب چند گز کے فاصلے پر ہی ہے، آواز آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور پھر رک گئی، میں سانس روکے دیکھتا رہا کہ اب دیکھو کیا ہوتا ہے، تبھی اچانک ہی مجھے آواز سنائی دی۔

”بس اب بہت دیر ہو گئی تمہیں آرام کرتے ہوئے باہر نکل آؤ.....“ کسی عورت کی آواز تھی، لیکن جانے کیوں کانوں کو جانی پہچانی لگ رہی تھی، مخاطب شاید مجھے ہی کیا گیا تھا، لیکن پھر بھی نہ جانے کیوں میں چھپا رہا۔ میں نے سوچا کہ ممکن ہے عورت نے کسی اور سے یہ الفاظ کہے ہوں، آواز پھر سنائی دی۔

”سنتے نہیں ہو، میں تم سے مخاطب ہوں شاہو۔ صوفے کے پیچھے سے نکل آؤ۔“ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔ یہ کون ہو سکتا ہے جو مجھے میرے نام سے پکار رہا ہے، بہر حال چونکہ اب مجھے میرے نام سے پکارا گیا تھا اور اندازہ یہی ہو رہا تھا کہ خطرہ اب بالکل قریب نہیں ہے۔ وہ جو کوئی بھی ہے ایک مہربان عورت ہے اور مجھے بڑے پیار سے پکار رہی ہے، چنانچہ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر جب میں نے اس عورت کی شکل دیکھی تو میری عاقبت روشن ہو گئی، ایک لمحے میں میں نے انہی بیگم صاحبہ کو پہچان لیا تھا جن کی وجہ سے میں اس مصیبت میں گرفتار ہو گیا تھا۔ دل تو چاہا تھا کہ چلا جاؤں لگاؤں اور بیگم صاحبہ کا گلا دو بوج لوں، لیکن کچھ ایسی کیفیت ہو رہی تھی کہ میں یہ کام بھی نہیں کر سکا۔ بیگم صاحبہ کو دیکھ کر نجانے کیوں میرا بدن بیٹھا بیٹھا سا ہونے لگا تھا۔

”نکل کر آؤ صوفے کے پیچھے سے۔“ بیگم صاحبہ نے نرم اور مسکراتی ہوئی آواز میں کہا۔ کمبخت کی صورت تو پہلے ہی بہت اچھی تھی۔ میں نے دل میں یہ محسوس کیا تھا کہ یہ عورت اچھی خاصی عمر رسیدہ ہونے کے باوجود کتنی خوبصورت ہے۔ بہر حال اس کے نرم لہجے سے میری ذرا سی ہمت بندھی۔ انتقام کی آگ میرے سینے میں جل رہی تھی

لیکن میں جانتا تھا کہ میں اس دنیا میں کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، میں تو کمزور اور بے وسیلہ آدمی ہوں۔ بھلا ایک فقیر کی حیثیت ہی کیا ہوتی ہے لیکن بہر حال میں وہاں سے نکل آیا۔ ”آؤ بیٹھو صوفے پر بیٹھو۔“ بیگم صاحبہ نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ یہ وہی صوفہ تھا جس کے پیچھے میں چھپا ہوا تھا۔ بیگم صاحبہ اس سے چند گز کے فاصلے پر دوسرے صوفے پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں نے صوفے کی طرف دیکھا اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ غالباً مجھے اپنے گندے لباس کا احساس تھا۔ بیگم صاحبہ نے پھر کہا۔ ”نہیں میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں بیٹھو۔ یہ خیال دل میں ہے تو اسے نکال دو۔“ میں خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گیا۔

”کیا اب بھی اپنا نام تسلیم نہیں کرو گے؟“

”کیسا نام بیگم صاحبہ؟“

”یہ کہ تم شاہو ہو۔“

”میں نے اس سے کب انکار کیا ہے۔ لیکن.....“

”ہاں ہاں..... جو تمہارے ذہن میں ہے میں جانتی ہوں۔“

”بیگم صاحبہ آپ نے مجھے کسی مصیبت میں پھنسا دیا۔ آپ کو معلوم ہے کہ مائی

میراں!“

”مجھے سب معلوم ہے، گزری ہوئی کوئی کہانی مجھے سنانے کی کوشش نہ کرو۔“

”بیگم صاحبہ مائی میراں تو بے موت ماری گئی۔“

”کوئی بے موت نہیں مارا جاتا۔ مائی میراں کے بارے میں ہم تمہیں بعد میں بتا دیں گے۔ تم سے کچھ اور باتیں کرنا چاہتے ہیں، اچھا یہ بتاؤ کچھ کھاؤ گے پیو گے یا نہیں.....“

”نہیں بیگم صاحبہ آپ کو خدا کا واسطہ۔“

”دیکھو مجھے کسی کا واسطہ مت دو، مجھ سے براہ راست بات کرو.....“ بیگم

صاحبہ کا لہجہ بگڑ گیا.....

”ہم..... مگر بیگم صاحبہ میری جان بخشی کر دیجئے جی.....“

”کوئی کسی کی جان نہیں بخشا شاہو، ہر شخص اپنی جان خود ہی بخشتا ہے.....“



”میں سمجھا نہیں جی.....“

”یہی تو میں سمجھنا چاہتی ہوں.....“ بیگم صاحبہ نے کہا.....

”بیگم صاحبہ جی ایک بات بتاؤں آپ کو؟“

”ہاں بتاؤ؟“

”پولیس میرے پیچھے لگی ہوئی ہے جی.....“

”میں نے تم سے ایک بات کہہ دی شاہو کہ مجھے سب کچھ معلوم ہے.....“

”آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ میں پچھلے دنوں کہاں زندگی گزارتا رہا ہوں؟“

”تم مجھ سے پوچھو گے تو میں تمہیں ایک ایک لمحے کی بات بتا دوں گی۔“

”کمال ہے بیگم صاحبہ جی آپ کو یہ ساری باتیں کیسے معلوم ہوئیں.....؟“

”بس میری معلومات کے کچھ ذریعے ہیں.....“ بیگم صاحبہ نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

”مگر بیگم صاحبہ جی آپ کو تو پتہ ہے کہ میں بے قصور ہوں..... میں تو پھر

اپنے ڈیرے پر واپس جانا چاہتا ہوں.....“

”شاہو، تم جیسے پچاس لاکھ انسان نہ جانے کہاں کہاں سڑکوں پر مارے مارے

پھرتے ہیں۔ بس کبھی کبھی کوئی نیک آدمی پسند آ جاتا ہے مجھے جس سے میں اپنا کام لینا

چاہتی ہوں، لیکن کئی بد قسمت ایسے ہیں جو میری بات نہ مان کر بالآخر اپنی زندگی کھو بیٹھے

ہیں.....“

”کوئی بات، بیگم صاحبہ جی؟“

”وہ جو میں تمہیں بتانے جا رہی ہوں.....“

”تو بتائیے بیگم صاحبہ، میں، میں تو، بس اب یوں سمجھ لیں کہ مرجانے کی حد تک

پریشان ہو گیا ہوں.....“

”اس میں تمہاری غلطیاں ہیں.....“

”میری کیا غلطی ہے؟“

”سنو شاہو، زندگی کے دو رخ ہوتے ہیں، سیاہ سفید، روشن تاریک، انسان ان

میں سے ہر ایک رخ کا انتخاب خود ہی کرتا ہے.....“

”لو جی، سورج بھی نکلتا ہے اور چاند بھی، انسان اپنی مرضی سے سورج اور چاند

کیسے نکال سکتے ہیں.....؟“

”سورج اور چاند وہ نہیں نکال سکتا، لیکن اپنی زندگی روشن اور تاریک ضرور کر

سکتا ہے۔“

”خود انسان جی!“

”ہاں.....“

”وہ کیسے بیگم صاحبہ؟“ میں نے سوال کیا۔

”دیکھو شاہو، میں نے تمہیں زندگی کے دونوں رخ دکھائے ہیں، تم ایک فقیر تھے

اور سڑکوں پر بھیک مانگتے تھے، یہ بتاؤ تمہارا کوئی مستقبل تھا؟“

”نہیں جی.....“

”تم بھیک مانگنے کے لئے ہاتھ پھیلاتے تھے مائی میراں کے اپانچ ہونے کا سارا لیتے

تھے.....“

”ہاں جی سارے فقیر ہی ایسا کرتے ہیں.....“

”تم مجھے یہ بات بتاؤ کہ جو ہاتھ نیچے پھیلا ہوا ہوتا ہے وہ زیادہ عزت والا ہوتا ہے

یا اوپر والا؟“

”سوال ٹیڑھا ہے بیگم صاحبہ جی.....“

”جواب دو.....“

”ایک بات کہوں آپ سے نیچے والا ہاتھ بھی فنکار کا ہوتا ہے بیگم صاحبہ، فنکار تو

ہر حالت میں اپنا فن دکھاتا ہے، بھیک مانگتا بھی ایک فن ہے.....“

”چلو ٹھیک ہے مانتی ہوں، تم لوگوں کے دلوں کو متاثر کر کے بھیک مانگتے ہو، لیکن

بھیک دینے والے کے بارے میں کیا کہتے ہو؟“

”وہ جو توف ہوتا ہے جی..... میں نے کہا اور خود ہی خود ہنس پڑا، بیگم صاحبہ

بھی ہنسی تھیں میرے ساتھ۔“

”کہتے تو تم بالکل ٹھیک ہو، لوگ نہ جانے کیسے کیسے دولت کماتے ہیں اور پھر وہ

کا سارا لے کر یہ دولت تم جیسے لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں..... خیر وہ تمہیں اتنا ہی

دیتے ہیں جتنا دے سکتے ہیں، اب یہ تمہارے ذہن کی پہنچ ہے کہ تم کتنے میں خوش ہو جاتے ہو.....“

”بیگم صاحب جی ہمارا کام تو بہت آسان ہے جی، جیسے کانٹے سے تو کہیں اچھای ہے.....“

”تم لوگ بھی جیب ہی کاٹتے ہو، طرح طرح کے دھوکے دے کر، خیر تو میں تم سے یہ کہہ رہی تھی کہ کیا تم مائی میراں کی گاڑی دھکیل کر دو دو چار چار پیسے مانگ کر خوش رہتے تھے؟“

”تو پھر اور کیا کرتے جی..... ہمارا تو پیشہ ہی یہ تھا۔“

”نہیں تم اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتے شاہو، تم اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے، میں نے تمہارا انتخاب بیکار تو نہیں کیا۔“

”کیا مطلب جی.....!“

”مطلب یہ ہے شاہو کہ تم نے زندگی کا پہلا رخ دیکھا یعنی تم فقیر تھے، اس کے بعد تم ایک شاہی محل میں گئے اور تمہیں امرنگھ کے نام سے پکارا گیا، باندیاں کنیزیں، تمہارے ارد گرد گھومتی تھیں، تمہاری ہر خدمت کرتی تھیں، مگر تم تھے کہ تمہاری عقل ہی ٹھکانے نہیں آ رہی تھی.....“

”آپ کو یہ بھی معلوم ہے جی؟“

”میں نے کہا نا بار بار مجھ سے یہ سوال مت کرو۔“

”مگر بیگم صاحبہ جی میں امرنگھ تو نہیں تھا.....“

”اس دنیا میں بہت سے لوگ روپ بدل کر رہتے ہیں، کوئی کچھ بھی نہیں ہوتا لیکن کچھ بن جاتا ہے، دولت کے حصول کے لئے جسے بھی جو موقع ملے وہ حاصل کر لیتا ہے اور کبھی اس سے نہیں چوکتا۔“

”اس کا مطلب ہے ہم امرنگھ بنے رہتے۔“

”ہاں، تم امرنگھ بنے نہیں رہ سکتے تھے، وہ تو ایک نمونہ تھا جو تمہیں دکھایا گیا تھا، کیسی ٹہی تمہیں وہ زندگی؟“

”بیگم صاحب جی زندگی تو بڑے مزے کی تھی، بس اسی خوف سے مرے جا رہے

تھے ہم کہ جب اصل امرنگھ آ جائے گا تو ہمارے تو وہ جوتے پڑیں گے جی کہ کھوپڑی پر ایک بال بھی نہیں رہے گا، ماری پیٹ سے ہم ذرا ڈرتے ہیں بیگم صاحب جی.....“

”امرننگھ کبھی نہیں آتا۔“

”کیوں جی؟“

”اس لئے کہ امرنگھ کوئی ہے ہی نہیں۔“

”مگر بیگم صاحب جی وہ نوک ہمیں امرنگھ کیوں کہہ کر بلا رہی تھیں؟“

”وہ سب میرا کھیل تھا؟“

”آپ کا کھیل.....“

”ہاں۔“

”آپ کا کھیل کیسے جی؟“

”میں تمہیں بتا رہی ہوں شاہو، جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اس پر غور کرتے

رہو.....“

”غور کر رہا ہوں جی.....“

”میں نے تمہیں وہ روپ دکھایا تھا جو زندگی کا ایک روشن روپ تھا.....“

”آپ نے دکھایا تھا تو تھا جی، ہمیں کم از کم بتا تو دیا ہوتا.....“

”نہیں بتانے کی ضرورت نہیں، ابھی تو تم سے بہت سے کام لینے ہیں مجھے۔ یہ تو

امتحان تھا تمہارا.....“

”عجیب امتحان تھا جی، وہ لوگ ہمیں سانپ کو سجدہ کرنے کے لئے کہہ رہے

تھے۔“

”تم نے جو زندگی پائی تھی شاہو، اس زندگی میں اگر تم یہ تھوڑا سا کام کر لیتے تو کیا

ہو جاتا.....؟“

”بس جی دیکھو، یہ کام تو ہمارے لئے مشکل ہے بیگم صاحب جی، ہم ویسے تو نماز

نہیں پڑھتے مگر کبھی کبھی فضلا کے ساتھ عید کی نماز پڑھنے چلے جاتے تھے، مولوی صاحب

بڑی اچھی اچھی باتیں بتاتے تھے، وہ کہتے تھے کہ انسان کو نماز پڑنی چاہئے۔ بیگم صاحب جی،

ہمارا دھندہ تو کچھ ایسا ہی ہے کہ گندے مندے رہنا پڑتا ہے، اب آپ خود بتائیے نماز تو وہ

لوگ پڑھ سکتے ہیں جن کے پاس اچھے صاف ستھرے کپڑے ہوں اور پھر بیگم صاب جی، فضلا کے لئے کام پر نکلنا پڑتا تھا، نماز پڑھنے جاتے تو فضلا پٹائی کرتا.....“

”کتے رہو، کتے رہو.....“

”مگر ہم یہ کہہ رہے تھے بیگم صاب جی کہ ہم تو مسلمان ہیں، اللہ کے سامنے تو ہم سجدہ کر سکتے ہیں، وہ تو سانپ کے سامنے ہم سے سجدہ کرا رہے تھے.....“

”اگر تم سانپ کو سجدہ کر لیتے تو تمہیں پتہ ہے تمہیں کیا مل جاتا؟“

”کیا مل جاتا جی؟“

”وہ ملتا شاہو جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔“

”وہ تو ٹھیک ہے بیگم صاب جی، مگر ہمارا ایمان تو چلا جاتا۔“

”کیسی باتیں کرتے ہو شاہو، اس دنیا میں لوگ پیسے پیسے کے لئے اپنا ایمان بیچ دیتے ہیں، تم تو بہت بڑے آدمی بننے کے لئے اپنا ایمان بیچ رہے تھے.....“

”نہیں بیگم صاب جی، یہ ہم سے نہیں ہو سکتا.....“

”اور اس کے بعد شاہو تم نے زندگی کا دوسرا روپ دیکھا۔ یعنی بالی کے ساتھ ایک جیب کترے کے روپ میں.....“

”ہاں جی.....“

”پولیس، ٹھو کریں جوتے، گولیاں اور اس کے بعد زندگی کا خاتمہ، کیسا رہتا اگر تمہارے بدن میں تین چار گولیاں بیوست ہو جاتیں.....“

”ہم..... مر جاتے بیگم صاب جی سارے بدن کا خون نکل جاتا.....“

”تم کو شش تو یہی کر رہے ہو نا.....!“

نہیں بیگم جی، قسم لے لو ہم تو بس جا چھنے تھے وہاں۔ وہ سرے نہ جانے ہمیں کیوں سورج کہنے لگے تھے.....“

”یہ بھی میری ہی تخلیق تھی.....“

”کیا مطلب جی؟“

”ابھی، تم کوئی مطلب نہیں سمجھو گے، اب یہ بتاؤ دونوں میں سے کونسا روپ پسند ہے تمہیں امرنگھ والا یا یہ؟“

”یہ کون سا جی!“

”میرا مطلب ہے گرو سوامی کے ساتھ.....“

نہیں جی، خدا کے لئے اس سے تو ہمیں بچا ہی لیجئے بیگم صاب جی.....“

”بچ سکتے ہو تم لیکن اپنی کوشش سے.....“

”ہم تیار ہیں جی.....“

”نہیں شاہو ایسے نہیں تمہیں تیار ہونے کے لئے کچھ کام کرنے پڑیں گے.....“

”مطلب؟“

”دیکھو اگر تم میری باتیں مان لیتے ہو، میرے ساتھ تعاون کرتے ہو تو تم وہی زندگی گزارو گے جو امرنگھ والی زندگی تھی، یہ دور امرنگھ کا نہیں، راجاؤں کا دور نہیں ہے لیکن عالیشان کوشیوں میں رہنے والے، شاندار بنگلوں میں پرورش پانے والے، قیمتی گاڑیوں میں باہر گھومنے والے امرنگھ ہی ہوتے ہیں.....“

”مگر ہم تو شاہو ہیں جی.....“

”میں تمہیں امرنگھ بنانا چاہتی ہوں.....“

”میں یہ نام بھی نہیں بدلوں گا اپنا.....“

”نہ بدلو، شاہو ٹھیک رہے گا نام، شاہ جانتے ہو کسے کہتے ہیں؟“

”بادشاہ کو جی.....“

”تو بادشاہ تو تم ہو مگر جدید دور کے بادشاہ.....“

”ارے چھوڑیے بیگم صاحبہ، ہم کہاں سے آئے بادشاہ.....“

”میں تمہیں بادشاہ بنا سکتی ہوں.....“

”آپ؟“

”ہاں.....“

”تو بیگم صاب جی اس سے بھلا کسے انکار ہو گا؟“

”شاندار کاریں تمہارے آگے پیچھے ہوں گی، لوگ تمہیں عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے، سب تمہارے آگے جھکیں گے، کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے؟“

”کریں گے جی، پھر تو ہم فقیروں کی بستی میں بھی جائیں گے اور استاد فضلا کو خود اپنے ہاتھوں سے بھیک دیں گے.....“

”ہاں تم یہ کر سکتے ہو اور میں وعدہ کرتی ہوں کہ ایک دن تمہیں فقیروں کی بستی میں لے جاؤں گی اور تم اپنے ہاتھوں سے استاد فضلا کو بھیک دینا.....“

”تب تو پھر ٹھیک ہے جی، مگر نام نہیں بدلیں گے ہم اپنا.....“

”نام نہیں بدلنا.....“

”کرنا کیا ہو گا ہمیں؟“

”پہلے تم مجھ سے سات بار اقرار کرو کہ جو کچھ میں کہوں گی وہی کرو گے.....“

”کرتے ہیں جی.....“

”کو سات بار.....“ اور اس کے بعد میں نے سات بار بیگم صاحبہ کے یہ الفاظ کہے کہ میں وہی کروں گا جو بیگم صاحبہ جی کہیں گی..... بیگم صاحبہ مسکرائے لگیں پھر انہوں نے کسی کو آواز دی۔

”کوشل او کوشل!“ اندر سے ایک خوبصورت سی عورت نکل آئی۔

”دیکھو یہ شاہو ہے، اسے صاف ستھرے کپڑے دو، اچھا کھانا دو اور آرام سے ایک کمرے میں رکھو، تین دن کے بعد میں اس سے ملاقات کروں گی.....“

”جی روپ متی جی.....“ کوشل نے کہا اور پہلی بار مجھے بیگم صاحبہ کا نام معلوم ہوا، اس کا نام روپ متی تھا۔ بہر حال باہر پولیس موجود تھی۔ دوسری طرف گرو سوامی میری جان کا دشمن بنا ہوا تھا، اس سے بہتر یہی تھا کہ بیگم صاحبہ کے ساتھ وقت گزارا جائے چنانچہ میں کوشل کے ساتھ چل پڑا۔

”اتنے موڑ، اتنے الٹ پھیر واہ رے اوپر والے تیرے کھیل نرالے، دیکھو نہ جانے ایسے کتنے کھیل میرے خطر ہیں.....“ یہ سب باتیں سوچتا رہا تھا۔ بہر حال دیکھیں آگے کیا ہوتا ہے.....

”انسان اپنے لئے ہمیشہ آسائشیں تلاش کرتا ہے۔ حالانکہ کبھی کبھی حالات اس کی سمجھ میں بالکل نہیں آتے میں بھی ان سارے معاملات کو بالکل نہیں سمجھ سکا تھا۔ پھر تین دن گزر گئے۔ چوتھے دن وہ بیگم صاحبہ آگئیں۔ خوشگوار موڑ میں تھیں۔ ویسے میں نے ان کے چہرے پر پریشانی نہیں دیکھی تھی اور عام طور پر وہ اسی کیفیت میں نظر آتی تھیں، کہنے لگیں۔

”شاہو، کیسے ہو.....؟“

”ٹھیک ہوں بیگم صاحبہ.....“

”نئی جگہ پسند آئی.....؟“

”بہت پرسکون ماحول ہے اور طبیعت پر اچھا اثر پڑا ہے.....“

”چلو اچھا ہے، تمہاری طبیعت بہتر ہوئی، کیا محسوس کرتے ہو اس زندگی

کو.....؟“

”بیگم صاحبہ جی، ظاہر ہے ہر انسان اچھے ماحول کا خواہشمند ہوتا ہے اور میں

بہر حال ایک انسان ہوں.....“

”پھر تم نے کیا سوچا، اسی ماحول میں زندگی گزارو گے یا.....؟“

”بیگم صاحبہ، جب میں آپ کے سامنے یہ کہہ چکا ہوں کہ میری ہر جنبش اور ہر

عمل آپ کے حکم کے تابع ہو گا اور میں وہی کروں گا جو آپ کہیں گی اب آپ مجھے

بتائیں کہ مجھ کیا کرنا ہو گا؟“

”دیکھو شاہو! دنیا میں ہر چیز کو حاصل کرنے کے لئے لوگ پیسہ استعمال کرتے ہیں۔ پیسہ آج کی سب سے بڑی ضرورت ہے، طاقت ہے، رگوں میں دوڑتی ہوئی زندگی ہے، لیکن بعض چیزیں اس کے ہوتے ہوئے بھی حاصل نہیں ہوتیں۔“

”کیا مطلب بیگم صاحبہ جی میں سمجھا نہیں۔“

”سمجھ جاؤ گے، سمجھ جاؤ گے۔“ بیگم صاحبہ نے کہا پھر انہوں نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پرس میں سے کوئی چیز نکالی اور پھر ہاتھ میرے سامنے کر دیا، میں نے اس کے ہاتھ میں موجود وہ چیز دیکھی، یہ پینٹل کی ایک چھوٹی سی مورتی تھی، سر سے پیر تک چادر میں ملبوس ایک عورت کی مورتی تھی۔ اس مورتی کی سب سے بڑی خاصیت اس کا حجم تھا، یہ صرف تین ساڑھے تین انچ کی مورتی تھی، لیکن اتنی خوبصورت تراش خراش تھی اس کی کہ جو ایک نظر دیکھے دیکھا رہ جائے.....“

”تمہارے لئے ہے، لے لو.....“ اور میں نے ڈرتے ڈرتے وہ مورتی بیگم صاحبہ کے ہاتھ سے لی لی، بیگم صاحبہ پھر بولیں۔

”اور اب تم یہ سمجھ لو کہ یہ مورتی ہر اس جگہ تمہارے کام آئے گی جہاں پیسہ بھی کام نہیں آ سکتا۔“

”کس طرح بیگم صاحبہ جی، یہ کیسے ممکن ہے؟“

”یہ تمہیں وقت بتائے گا، وقت پڑنے پر جب تم اسے استعمال کرو گے اس وقت خود بخود بات تمہاری سمجھ میں آ جائے گی۔“

”باتیں آپ کی ہمیں مشکل سے ہی سمجھ میں آتی ہیں بیگم صاحبہ جی۔“ میرے اس انداز میں پر بیگم صاحبہ ہنس پڑی تھیں۔

”سمجھ جاؤ گے شاہو، سب کچھ سمجھ جاؤ گے..... تیاریاں کر لو آج باہر گھومنے جائیں گے۔ لباس وغیرہ خود ہی منتخب کیا کرو، اپنی الماری وغیرہ تم نے دیکھ لی ہے، جدید تراش خراش کے سوٹ وہاں موجود ہی ہیں، بس تھوڑی دیر میں تیار ہو کر آ جاؤ پھر باہر چلتے ہیں“

”جی اچھا.....“

”اور سنو.....“

”اس مورتی کی حفاظت اپنی جان سے زیادہ کرنی ہے اور ایک لمحے کے لئے اسے خود سے الگ نہ کرنا سمجھے.....“

”جی سمجھ گیا.....“ پھر میں واپس کمرے میں آیا، الماری کھولی اور جو لباس نظر کو سب سے زیادہ خوبصورت لگا نکال لیا۔ پھر ہاتھ روم میں گھس گیا، مورتی ایک طرف رکھی اور لباس اتار کر نہانے لگا، پھر فارغ ہو کر باہر آیا لیکن مورتی لینا نہیں بھولا تھا۔ پھر لباس پہنا، بال سنوارے اور پوری طرح تیار ہو کر باہر آ گیا..... باہر بیگم صاحبہ میرا انتظار کر رہی تھیں انہوں نے بھی ایک دوسرا لباس پہنا ہوا تھا اور خوب تیار نظر آ رہی تھیں ویسے ایک بات میں نے مائی میراں سے سنی تھی کہ بڑے گھروں کی بیگمات تیار ہونے میں گھنٹوں لگاتی ہیں، کبھی یہ، کبھی وہ، لیکن یہ بیگم صاحبہ تو مجھ سے پہلے ہی موجود تھیں وہ بھی زبردست تیاریوں کے ساتھ..... انہوں نے ایک نظر مجھے دیکھا پھر دیکھتی رہ گئی تھیں۔

”بہت سندر لگ رہے ہو.....“

”جی شکریہ“ میں نے شرمائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”مورتی کہاں ہے؟“ اور میں نے لباس کی اندرونی جیب سے مورتی نکال کر انہیں کھائی۔

”شاباش! اسی طرح مورتی ہر وقت ساتھ رکھا کرو۔“

”جی.....“ میں نے جواب دیا۔

”چلو.....“ انہوں نے کہا اور ہم لوگ باہر نکل آئے باہر ایک جدید ماڈل کی کار کھڑی تھی۔ ڈرائیور نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور بیگم صاحبہ نے مجھے اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پہلے تو میں جھجکا تھا لیکن پھر بیگم صاحبہ نے کہا۔

”اسے اپنی ہی گاڑی سمجھو شاہو، جھجکو نہیں، شاباش جلدی بیٹھ جاؤ۔“ میں نے ان کی ہدایت پر عمل کیا تھا، بیگم صاحبہ بھی میرے ساتھ ہی آ بیٹھی تھیں، میں تھوڑا سا کسمایا تھا، لیکن بیگم صاحبہ کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ پھر ڈرائیور نے کار اشارت کر کے آگے بڑھادی تھی۔

بالی کے ساتھ تو شہر جس عالم میں دیکھا تھا، وہ کچھ عجیب ہی کیفیت تھی، لیکن اب

یہ سب کچھ بہت اچھا لگ رہا تھا، صاف ستھری سڑکیں، بازار، گاڑیاں سب انتہائی خوبصورت لگ رہے تھے یہ غالباً احساس کی بات تھی کہ انسان جب مصیبت میں ہو تو اسے کچھ اچھا نہیں لگتا۔ ہر دوسرا شخص دشمن نظر آتا ہے، لیکن اب سب کچھ اچھا لگ رہا تھا.....

”کیوں شاہو، کیسا لگ رہا ہے.....؟“

”بہت اچھا.....“

”کیسی ہے یہ زندگی.....؟“

”بہت خوبصورت، بے حد حسین.....“

”بس میری ہدایات پر عمل کرتے جاؤ پھر دیکھو دنیا تمہیں اس سے زیادہ حسین لگے گی۔“ میں جواب میں ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ خاموش ہو گیا۔ پھر کار مختلف راستوں سے گزرتی ہوئی ایک جگہ جا کر رک گئی، یہ شاید کوئی ہوٹل تھا، ہاں یہ ہوٹل ہی تھا، لیکن اتنا شاندار، یہاں تو صرف امراء ہی آتے ہیں اور میں یہاں..... پھر ڈرائیور نے ایک جگہ کار روکی اور بیگم صاحبہ نیچے اتر آئیں، پھر انہوں نے مجھ سے کہا۔

”چلو نیچے اترو بھئی.....“ اور میں حیران پریشان سا نیچے اتر آیا..... ڈرائیور نے کار آگے بڑھادی تھی، سامنے آٹھ دس میڑھیاں تھیں جن کے بعد ایک شیشے کی دیوار تھی، اسی دیوار میں ہی شیشے کے دروازے لگے ہوئے تھے جن پر باوردی پہرے دار کھڑے ہوئے تھے۔

بیگم صاحبہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور میڑھیاں طے کرنے لگیں، میں بھی ان کے ساتھ اوپر چل پڑا تھا۔ میں تو جیسے ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔ ہم میڑھیاں طے کر کے شیشے کے دروازے تک پہنچے، دربان نے بڑے ادب سے ہمیں دوپہر کا سلام کیا تھا، ان تین دنوں میں کوشل مجھے ان سب چیزوں کے بارے میں بتاتی رہی تھی۔ بیگم صاحبہ نے بڑی رعونت سے اس کا جواب دیا تھا میں نے بھی سر آہستہ سے خم کیا اور ہم لوگ اندر کی طرف چل پڑے تھے۔

اندر ایک بہت بڑی جگہ تھی ایک جانب کاؤنٹر بنا ہوا تھا جس کے پیچھے چند لڑکیاں اپنے کاموں میں مصروف تھیں، آگے بڑھے تو دائیں اور بائیں جانب شیشوں کے

دروازے نظر آئے، سامنے کی سمت میڑھیاں تھیں، پھر بیگم صاحبہ نے دائیں جانب والے دروازے کی جانب قدم بڑھا دیئے میں بیگم صاحبہ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا..... دروازے کی دوسری جانب ایک کھلا ہوا حصہ تھا اور اس کھلے حصے میں تھوڑے فاصلے پر سوئمنگ پول نظر آ رہا تھا۔ اس سوئمنگ پول میں ہر طرح کی چیزیں لگائی گئی تھیں، کودنے کے لئے اسٹینڈ، میڑھیاں اور کئی طرح کی چیزیں، اس پول میں لڑکے اور لڑکیاں بھی نہا رہی تھیں، انتہائی خوبصورت لڑکیاں سوئمنگ کے لباس میں مزید خوبصورت نظر آ رہی تھیں، کچھ لوگ سوئمنگ پول کے کنارے پر چھتریوں کے نیچے بیٹھے اور لیٹے ہوئے تھے، میں حیران حیران سا اس ماحول کو دیکھ رہا تھا..... پھر میری نظریں بیگم صاحبہ کی جانب اٹھ گئیں، وہ میری ہی جانب دیکھ کر مسکرا رہی تھیں.....

”کو شاہو! کیسی ہے، یہ جگہ؟“

”بہت اچھی بیگم صاحبہ.....“

”نہیں، باہر تم مجھے میڈم کو گے صرف، میڈم.....“

”جی میڈم.....“

”شاباش، تمہاری یہی ادا مجھے پسند ہے، اچھا وہ ان لڑکیوں کو دیکھ رہے ہو؟“

”جی.....“ میں نے شرمانے ہوئے انداز میں کہا۔

”وہ سب تمہاری ہیں.....“

”ہی ہی ہی.....“ میں مسلسل شرما رہا تھا.....

”ویسے تو سب ہی اچھی خاصی ہیں، تمہیں کونسی پسند ہے.....؟“ جواب میں

میں خاموش ہی رہا تھا، لیکن چہرے پر مسکراہٹ تھی..... میڈم نے پھر کہا۔

”کون سی چاہئے.....؟“

”ہوں!“

”میں نے پوچھا کون سی لڑکی پسند ہے؟“ میں پھر خاموش رہا، تب میڈم بولی

”وہ مورتی ہے نا تمہارے پاس.....“

”جی!“

”اس کا کام دیکھو گے۔ اسے نکال کر اپنے ہاتھ میں لے لو“ میں نے جیب میں

سے مورتی نکال کر داہنے ہاتھ میں پکڑ لی تھی۔

”اب اپنی پسند کی لڑکی کی طرف دیکھو.....“ اور میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا، میں بھی یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ بیگم صاحبہ کی اس مورتی میں کیا کمال ہے جو اس طرح بڑھ چڑھ کر اس کے بارے میں کہہ رہی ہیں۔ پھر میں نے ایک لڑکی کو مسلسل گھورنا شروع کر دیا، وہ ان سب میں خوبصورت تھی، دودھ جیسے سفید ہاتھ پاؤں، انتہائی معصوم سی شکل، پھر میں نے دیکھا کہ وہ لڑکی چونکی تھی، پھر وہ پانی سے نکل آئی اور اس کے قدم بے اختیار نہ انداز میں ہماری جانب بڑھنے لگے پھر وہ ہمارے بالکل قریب آ کر رک گئی، میں حیران پریشان سایہ منظر دیکھ رہا تھا، اس کے بعد اسے اچانک ہی ایک جھٹکا لگا لیکن وہ سنبھل گئی پھر اس نے ہمیں دیکھا اور بولی۔

”آپ نے بلایا مجھے؟“

”بے بی آپ بہت خوبصورت ہیں۔“ بیگم صاحبہ نے کہا۔

”شکریہ، لیکن آپ نے مجھے کیوں بلایا؟“

”کچھ نہیں بے بی تم ہمیں اچھی لگی ہو بس، بہر حال اب تم جا سکتی ہو.....“

”اچھا“ وہ حیران پریشان سی واپسی کے لئے مڑ گئی، وہ بار بار مڑ کر ہمیں دیکھنے لگتی تھی۔ میں نے بیگم صاحبہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

”زبردست، زبردست، میڈم، میں بہت حیران ہوں، آخر ایسی کیا خاص بات ہے

اس میں، میری سمجھ میں نہیں آیا.....؟ یہ لڑکی، یہ لڑکی، یہ مورتی، یہ مورتی۔“

”ہاں یہ اسی مورتی کا کمال ہے، یہ مورتی ہاتھ میں لے کر جس چیز کے حصول کی خواہش کرو گے وہ حاصل ہو جائے گی، یہ لڑکی ہی کیا ہر چیز تمہیں حاصل ہو گی اچھا چھوڑو، آؤ کچھ کھاتے ہیں۔“ میڈم مجھے لے کر اسی دروازے سے پھر واپس اسی شیشوں والی راہداری جیسی جگہ میں آ گئی۔ پھر ہم بائیں جانب والے دروازے سے اندر داخل ہو گئے، یہ ایک بہت بڑا ڈائننگ ہال تھا میزوں پر مختلف لوگ بیٹھے مختلف چیزوں سے شغل میں مصروف تھے، ہم ان میزوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک میز پر جا بیٹھے، ایک ویٹر فوراً ہماری طرف بڑھا تھا۔

”جی میڈم.....؟“

”کلب سینڈوچ، چائے.....“

”اوکے میڈم“ ویٹر نے آرڈر نوٹ کر لیا تھا اور چلا گیا تھا..... میڈم کہنے لگی ”تمہیں پچھلی زندگی یاد تو نہیں آتی؟“

”آتی ہے، بہت سے لوگ یاد آتے ہیں، ڈیرے کے لوگ، مائی میراں، بیگم صاحبہ مائی میراں کو آپ نے.....“

”دیکھو شاہو، ہر عمل کی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے، بعض چیزیں وقتی طور پر تو ہمیں عجیب لگتی ہیں، بری لگتی ہیں، لیکن وقت آنے پر جب ہمیں ان کا اصل محرک پتہ چلتا ہے تو ہم سوچتے ہیں کہ واقعی وہ کام ہمارے لئے بہتر تھا۔ اس لئے فی الحال ان سب واقعات کو بھول جاؤ اور آگے کی طرف دیکھو، ایک روشن کل کی طرف، جو تمہارا بے چینی سے منتظر ہے.....“

بہر حال میں خاموش ہو گیا تھا..... پھر چائے اور سینڈوچ وغیرہ آ گئے۔ ہم نے سینڈوچ کھائے۔ چائے پی، پھر بیگم صاحبہ نے بل ادا کیا اور ہم لوگ، وہاں سے اٹھ گئے۔ پھر ہم لوگ باہر آ گئے، ابھی ہم میزٹیوں سے نیچے اترے ہی تھے کہ ہماری کار عین اسی جگہ آ کر رکی جہاں اس نے ہمیں اتارا تھا، مجھے ڈرائیور کی اس قدر مستعدی پر تھوڑی سی حیرانی ضرور ہوئی تھی۔ ہم لوگ کار میں بیٹھے اور کار ہوٹل کے احاطے سے نکل کر چل پڑی۔

”ریس کورس.....“ بیگم صاحبہ نے کہا اور ڈرائیور نے گردن ہلا دی تھی۔ بیگم صاحبہ مجھ سے کہنے لگی۔

”شاہو، ہم اب ریس کورس جا رہے ہیں.....“

”جی میڈم.....“

”تم نے اس سے پہلے کبھی دیکھا ہے ریس کورس؟“

”دیکھا تو نہیں البتہ سنا ضرور ہے اس کے بارے میں، ہمارے ڈیرے پر ایک فقیر تھا کالو، وہ جاتا تھا ریس کے لئے.....“

”ہیں، فقیر ریس بھی کھیلتے ہیں؟“ بیگم صاحبہ ہنس پڑی تھیں۔

”ہاں میڈم، اور ہمیشہ ہار کر آتا تھا بیچارہ.....“

”اچھا!“

”ہاں جی، رات رات بھر روتا تھا بیٹھ کر، سب مذاق اڑاتے بیچارے کا.....“  
 ”ہائے بیچارہ فقیر.....“ بیگم صاحبہ نے کہا اور پھر ہنس پڑیں۔ اسی طرح ہنستے اور باتیں کرتے ہوئے ہم ریس کورس پہنچ گئے تھے، پھر ڈرائیور نے ایک جگہ ہمیں اتار دیا اور ہم لوگ اس جانب چل پڑے جہاں تماشاویوں کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ ایک صاف ستھری بیچ پر ہم بیٹھ گئے تھے۔ پھر لاؤڈ اسپیکر پھر ابتدائی کلمات کہے گئے، پھر گھوڑے تیار کئے جانے لگے، پھر ایک ایک کر کے پہلی دوڑ کے گھوڑے سامنے لائے گئے ان کے ناموں کا اعلان ہوا، اب اتنا تو میں جانتا تھا کہ اتنی دیر کیوں لگائی جا رہی ہے، ان گھوڑوں کے ناموں پر کروڑوں روپے لگ رہے تھے اور ریس شروع ہونے سے سیکنڈوں پہلے تک یہ ہوتا رہتا تھا.....

پھر سب گھوڑوں کو ایک قطار میں لا کر کھڑا کر دیا گیا..... ان کے سوار ان کی زین وغیرہ درست کر رہے تھے، پھر ایک آدمی نے جو اس قطار کے بائیں جانب ایک پستول ہاتھ میں لئے کھڑا تھا ہوائی فائر کیا اور تمام گھوڑے دوڑ پڑے اور میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اچھے اچھے سوئوں میں ملبوس، مشکوں سے پڑھے لکھے لوگ ایسے چیخ رہے تھے جیسے پھل بازار میں ہوں بلکہ وہاں بھی شاید ایسی کیفیت نہ ہو۔

”ابے دوڑ، ابے چیتک دوڑ بے الو کے پٹھے.....“

”ابے نو نمبر، کبخت نام کیا ہے تیرا، دو لاکھ روپے لگائے ہیں کم بخت دوڑ.....“ غرض یہ کہ ایسی ہی آوازیں میرے کانوں سے نکراتی رہیں، بیگم صاحبہ نے مجھے دیکھا ان کے انداز میں وہی مسکراہٹ تھی، بہر حال میں دلچسپی سے ریس دیکھتا رہا اور ساتھ ہی ان لوگوں کی حرکتیں بھی جو اس ریس کے اختتام پر میرے سامنے آئی تھیں، جو اچھا ہی ہوتا ہے اور جھٹکے میں آنے والی چیز جب آتی ہے تو خوشیاں عروج پر ہوتی ہیں۔ لیکن جب ایک جھٹکے میں دیوالیہ ہو جاتا ہے تو بہت برا حشر ہوتا ہے، بہر حال بڑے عبرت ناک مناظر تھے یہ پھر دوسری ریس کی تیاریاں ہونے لگیں، بیگم صاحبہ نے کہا۔

”شاہو.....!“

”جی.....!“

”مورقی نکالو.....“

”جی اچھا.....“ میں نے مورقی نکال لی.....  
 ”بس اب دیکھنا اس کا کمال.....“ میں نے عجیب سی نظروں سے بیگم صاحبہ کو دیکھا تھا..... دوسری ریس شروع ہوئی تو بیگم صاحبہ نے کہا۔  
 ”شاہو، مورقی ہاتھ میں ہے نا.....؟“  
 ”جی.....“  
 ”اب بولو کون سا گھوڑا جتنا ہے.....“  
 ”جی!“

”جلدی بولو، وقت نکلا جا رہا ہے.....“ میں نے پوری توجہ کے ساتھ سامنے دیکھا ایک گھوڑا جو ذرا مرل سا تھا اور سب سے آخر میں دوڑ رہا تھا، اس کا نمبر پانچ تھا، میں نے سوچا کہ دیکھیں اب یہ گھوڑا اس مورقی کے ذریعے کیسے جیتے گا، یہ جائزہ لیا جائے چنانچہ میں نے بیگم صاحبہ سے کہا.....

”پانچ نمبر.....“

”بڑی تیز نظر ہے شاہو تمہاری، بہر حال کمال دیکھو.....“ اور پھر واقعی کمال ہو گیا، دیکھتے ہی دیکھتے وہ مرل گھوڑا دوسرے گھوڑوں کے برابر آیا، پھر اس نے انہیں بھی پیچھے چھوڑ دیا، یوں لگتا تھا جیسے وہ بجلی سے چل رہا ہو، پھر اعلان ہوا، پانچ نمبر صرف پانچ انچ کے فاصلے سے جیتا تھا، لوگ حیران و پریشان کھڑے تھے، اس بار تو سب کی بولتی ہی بند ہو گئی تھی، سب اس گھوڑے کے جیتنے پر حیران تھے..... بیگم صاحبہ نے میری طرف دیکھا، میں مسکرا دیا تھا۔

”کمال ہے، واقعی کمال ہے۔“ میرا لہجہ دھیمہ ہی تھا..... بیگم صاحبہ خاموش ہو گئی، ہم وہاں سے اٹھ گئے تھے، راستے میں بیگم صاحبہ کہنے لگیں۔

”دیکھا شاہو! جیت اب تمہارا مقدر ہے، تم شاہ ہو اب تمہیں کوئی نہیں ہرا سکے گا، اب ہر چیز، جو مقابلہ، جو تمہیں پسند ہو یا جس میں تم جیتنا چاہو وہ تمہارا ہو گا صرف تمہارا.....“

”جی میڈم.....“ میں اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا تھا۔ اس کے بعد خاموشی سے



راستے طے ہوتے رہے پھر بیگم صاحبہ کہنے لگیں۔

”شاہو! یہ مورتی تمہارے پاس ہے، اس سے تم کروڑوں کے مالک بن سکتے ہو۔ اس کے ذریعے تم من پسند لڑکی حاصل کر سکتے ہو، ہر وہ کام کر سکتے ہو، جو عام حالات میں ناممکن ہو، لیکن یاد رکھنا ہر چیز کا ایک طریقہ، ایک انداز ہوتا ہے، جلد بازی ہر کام کے لئے بری خیال کی جاتی ہے، اور اس طرح بے ترتیبی کام بگاڑتی ہے۔ اس لئے ہر کام کو دھیان سے ترتیب کے ساتھ کرنا ہی اچھا ہے، سمجھ رہے ہو نا.....“

”جی میڈم!“

”چنانچہ تم بھی ان سب چیزوں کا خیال رکھنا.....“

”جی.....“ میں نے جواب دیا۔

”پھر ہم واپس کوٹھی میں پہنچ گئے، میں خوش بھی تھا اور حیران بھی، پھر ہم لوگ ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے..... بیگم صاحبہ نے کہا۔

”کو شاہو! کیسا لگا.....!“

”بہت مزا آیا.....“

”بس اب دیکھتے جاؤ، زندگی کیسے مزے سے گزرتی ہے؟“

”واقعی، زندگی کا اصل لطف مجھے اب آ رہا ہے۔“

”اچھا، چلو اچھا ہے۔ شاہو، وہ مورتی کہاں ہے؟“

”میرے پاس ہی ہے.....“

”اے نکالو.....“

”جی اچھا.....“ میں نے کہا اور اپنے لباس سے وہ مورتی نکال لی۔

”لاؤ اب اسے مجھے دے دو.....“

”جی!“

”ہاں، یہ مجھے واپس کر دو.....“ اور میں نے وہ مورتی بیگم صاحبہ کے ہاتھ میں

دے دی۔ بیگم صاحبہ نے کہا۔

”اچھا، اب منہ ہاتھ دھو لو، میں کھانا لگواتی ہوں.....“ اور میں اپنے کمرے

میں واپس آ گیا، میں نے ہاتھ روم جا کر منہ ہاتھ دھو یا، بال سنوارے، پھر میں ڈائنگ ہال

میں آ گیا۔ یہاں بیگم صاحبہ بیٹھی ہوئی تھیں، میز پر کھانا موجود تھا۔

”اوشاہو.....“ بیگم صاحبہ نے کہا اور میں ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا، پھر ہم

نے خاموشی سے کھانا کھایا۔ پھر بیگم صاحبہ اپنے کمرے میں چلی گئیں..... میں بھی اپنے

کمرے میں واپس آ گیا تھا، کپڑے تبدیل کئے اور بستر پر لیٹ گیا، ہزاروں سوچیں ذہن میں

تھیں، بڑے خوشگوار واقعات پیش آئے تھے آج، پہلے ہوٹل والا واقعہ، جس لڑکی کو پسند کیا

وہ خود میرے پاس چلی آئی پھر ریس میں سب سے مرل گھوڑا جیت گیا۔ زبردست، واقعی

مورتی بڑی زبردست ہے۔ یہ قوت یہ اثر، اگر یہ مستقل میرے پاس رہے تو نہ صرف میں

دنیا کا امیر ترین آدمی بن جاؤں گا بلکہ میرے پاس وہ قوت آ جائے گی کہ میں کسی کو بھی زیر

کر سکتا ہوں۔ کتنا عمدہ ہے یہ سب کیا زبردست ہے، گاڑیاں، ہوٹل، اچھی زندگی عیش و

آرام، اب میں کبھی واپس اس ڈیرے پر نہیں جاؤں گا، یہیں رہوں گا، لیکن وہ مورتی،

مورتی تو میڈم نے واپس لے لی ہے، اگر میں ان سے وہ مورتی مانگ لوں، پتہ نہیں میڈم

کیا سوچیں، کس طرح سے مجھ سے پیش آئیں، کچھ تو کروں گا، بات کروں گا میڈم

سے..... پھر کافی دیر تک یہی سوچیں ذہن پر حاوی رہیں اس کے بعد نیند آنکھوں میں

در آئی اور سوچیں آہستہ آہستہ معدوم ہوتی چلی گئیں۔

دوسری صبح دیر سے آنکھ کھلی تھی، ہاتھ روم جا کر منہ ہاتھ دھو یا پھر باہر نکل آیا،

کوشل ایک طرف جاتی ہوئی نظر آئی تھی.....

”کوشل!“

”جی!“

”میڈم کہاں ہیں؟“

”وہ اس وقت باہر ہیں.....“

”اچھا، کچھ بتا کر گئی ہیں کیا!“

”نہیں، کچھ بتا کر نہیں گئیں، آپ کے لئے ناشتہ لگا دوں؟“

”ہاں، بھوک لگی ہے.....“

”باہر لان میں لگاؤں یا ڈائنگ روم میں؟“

”نہیں میں لان میں ہی ناشتہ کروں گا.....“

”جی بہتر.....“ کوشل نے کہا اور ایک جانب چلی گئی..... پھر میں ٹھٹھا ہوا لان میں آگیا تھا..... اور گھاس پر چل قدمی کرنے لگا کوشل نے زیادہ دیر نہیں لگائی اور تھوڑی دیر کے بعد ایک اور ملازم کے ساتھ ناشتے کا سامان لے کر باہر آگئی پھر اس نے لان میں پڑی ہوئی میز پر ناشتہ سجا دیا..... اور میں لان چیر میں سے ایک پر بیٹھ گیا..... کوشل ایک دوسری کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔

”ٹھیک ہے تم جاؤ.....“ اس نے نوکر سے کہا اور وہ واپس چلا گیا۔

تم نے ناشتہ کیا؟“ میں نے کوشل سے پوچھا۔

”جی بہت پہلے کر لیا تھا.....“

”اچھا چائے تو پیو گی میرے ساتھ.....“

”جی بالکل.....“ پھر اس نے اپنے اور میرے لئے چائے بنائی اور میرا کپ مجھے دے کر واپس اپنی کرسی پر بیٹھ گئی..... پھر وہ ناشتے کے دوران مجھ سے باتیں کرتی رہی سی..... ابھی میں ناشتے سے فارغ ہوا ہی تھا کہ بیرونی گیٹ کھلا اور میڈم کی کار اندر داخل ہو گئی..... میڈم نے بھی ہمیں دیکھ لیا تھا چنانچہ کار سے اتر کر سیدھی ہماری جانب آئی تھیں۔

”کیسے ہو شاہو.....؟“

”بالکل ٹھیک میڈم.....“

”مجھے ایک ضروری کام پڑ گیا تھا اس لئے صبح جلدی نکل گئی تھی۔ اچھا اب جلدی

تیار ہو جاؤ ہمیں ایک جگہ چلنا ہے۔“

”جی ٹھیک ہے۔“ میں واپس اپنے کمرے میں آکر جلدی سے تیار ہو گیا اب مجھے

خود بھی سب اچھا لگتا تھا گاڑیوں میں گھومنا اچھے لوگوں سے ملنا خوب سیر کرنا بہر حال

میں باہر نکل آیا میڈم بھی ایک دوسرے لباس میں باہر موجود تھیں..... پھر گاڑی میں

بیٹھ کر ہم لوگ چل پڑے تھے۔ گاڑی سفر طے کرتی رہی مختلف سڑکوں سے گزرتی ہوئی

گاڑی ایک سنان سڑک پر آگئی تھی..... غالباً یہ سڑک شہر سے باہر جاتی تھی.....

بہر حال سفر طے ہوتا رہا اور پھر سڑک کے دونوں اطراف گھنے درختوں کا سلسلہ

شروع ہو گیا کافی آگے جا کر سڑک دائیں جانب مڑ جاتی تھی گاڑی مسلسل چلتی رہی کچھ

دور جا کر میڈم نے کہا۔

”ڈرائیور بس گاڑی یہیں روک دو.....“

”جی بیگم صاحبہ.....“ ڈرائیور نے کہا اور گاڑی آہستہ کر کے ایک سائیڈ پر

روک دی میڈم نے مجھ سے کہا۔

”چلو شاہو نیچے اترو.....“ میں اپنی جانب کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا

تھا.....

”چلو.....“ اس نے کہا اور مجھے لئے ہوئے ایک جانب کپے راستے میں اتر

گئی..... ہم دونوں آگے بڑھتے رہے درخت آگے جا کر مزید گھنے ہو گئے تھے اطراف

میں خود رو جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ غالباً یہ کوئی جنگل تھا۔ عجیب سا ماحول تھا بہر حال ہم

کافی دور نکل آئے۔

پھر میں نے ایک عمارت دیکھی یہ کوئی مندر ہی معلوم ہوتا تھا بڑا پراسرار سا

ماحول تھا یہاں کا عجیب سا سناٹا گہری خاموشی حواسوں پر طاری ہونے والا ماحول تھا

یہ..... ہم لوگ چلتے چلتے اس مندر میں داخل ہو گئے بیگم صاحبہ بالکل خاموش تھیں

ان کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا..... پھر ہم اس مندر کے اندرونی ہال میں

داخل ہو گئے ہال وہ ہال نما کمرہ ہی تھا..... اور اس کے پیچھے میں نے جو چیز دیکھی

وہ میرے لئے انتہائی حیران کن تھی..... یہ ایک بہت بڑا مجسمہ تھا لیکن اس کی

شبیبہ یہ شبیبہ تو ہو ہو اس مورتی جیسی تھی جو بیگم صاحبہ نے مجھے دی تھی اور پھر

واپس لے لی تھی..... بیگم صاحبہ اس مجسمے کے سامنے پہنچ کر مجھ سے مخاطب ہوئیں۔

”شاہو.....“ ان کی آواز مجھے گہرائیوں سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

”جی میڈم!“

”شاہو تم اس مورتی کو حاصل کرنا چاہتے ہو نا.....؟“

”جی.....“

”طے گی ضرور ملے گی اسے دیکھ یہ بالکل ویسی ہی ہے نا.....؟“

”جی ہاں.....“ میں نے جواب دیا۔

”یہ سپورنی ہے دیویوں کی ملکہ یہ جسے مل جائے اسے جیون کی ساری خوشیاں

مل جاتی ہیں، اس کا جیون سہل ہو جاتا ہے، یہ مورتی، یہ ملکہ، اپنے سیوک کو دان دیتی ہے، بہت بڑا دان، پر جانتے ہو اس کی سیوا کیا ہے؟“

”کیا.....!“ میں حیران تھا کہ رانی روپ متی یا میڈم خالص ہندی کے الفاظ بول رہی تھی۔

”اس کے سیوک جاپ کرتے ہیں، ایک جاپ کرنا پڑتا ہے کچھ عرصے تک، اس کے بعد، اس کے بعد اس سیوک کو وہ شکتی کو حاصل ہوتی ہے جس کے تحت وہ کچھ بھی حاصل کر سکتا ہے، دنیا میں سب کچھ حاصل کر سکتا ہے، دولت، عیش و آرام اور سب سے بڑھ کر وہ قوت جو دلوں کو موم کر دیتی ہے، ذہنوں کو تابع بنا لیتی ہے اور شاہو! تمہیں بھی وہ جاپ کرنا ہو گا، اس شکتی کو حاصل کرنے کے لئے تم بھی وہ جاپ کرو گے۔“ میں حیران پریشان سا اس کی صورت دیکھ رہا تھا، تھوڑا سا خوفزدہ بھی تھا اور پھر اس سنسان ویران جگہ پر تو اچھے اچھوں کے ہوش اڑ جائیں میں کیا چیز تھا میڈم نے پھر کہا۔

”تقریباً چالیس دن تمہیں یہاں رہنا پڑے گا اور یہیں اس مورتی کے پاس بیٹھ کر وہ جاپ کرو گے جو میں تمہیں بتاؤں گی، زندگی گزارنے کے لئے ضرورت کی چیزیں تمہیں خود بخود مل جائیں گی، مثلاً کھانا وغیرہ مخصوص وقت پر خود بخود تمہارے سامنے آ جائے گا، لیکن اس دوران تم اشان بالکل نہیں کرو گے، اور یہاں سے باہر نہیں نکلو گے، یہ اس جاپ کے لئے دن رات کی قید نہیں ہے بس من لگانے کی بات ہے، بولو کر سکو گے یہ جاپ! میں کیا جواب دیتا، مجھے تو یہاں اکیلے رہنے کے تصور سے ہی خوف آنے لگتا تھا، لیکن موقع مل رہا تھا، سنہری زندگی کو پانے کا، اس مورتی کو حاصل کرنے کا، اور اگر میں کامیاب ہو گیا تو میرے دارے نیارے ہو جائیں گے، ساری زندگی عیش سے گزرے گی.....“

”دیکھو شاہو! اب یہ تمہارے ہاتھ میں ہے، اگر تم مجھے منع کر دو گے تو میں تمہیں اس کے لئے مجبور نہیں کروں گی، لیکن اگر تم اسے شروع کرنا چاہتے ہو تو من لگانا پڑے گا، دھیان سے جاپ کرنا ہو گا، ادھر ادھر کے خیالات سے ذہن کو آزاد رکھنا ہو گا، اور سب سے بڑھ کر خوف پر قابو پانا ہو گا، خوف صرف دلوں میں ہوتا ہے اس کی بذات خود کوئی حیثیت نہیں ہوتی لیکن جو لوگ خوفزدہ ہو جاتے ہیں وہ مصیبتوں کا شکار ہو جاتے

ہیں، اور زندگی میں کبھی اپنے مقاصد کی تکمیل نہیں کر سکتے، شاید تمہیں بحث کرنا ہو گی، خوف پر قابو پانا ہو گا، دھیان لگانا پڑے گا لیکن اس کے بعد اس مورتی کی شکل میں تمہیں وہ طاقت حاصل ہو جائے گی جس کی تمہیں خواہش ہے۔“

”بیگم صاحبہ!“

”ہاں کہو۔“

”آپ نے مشکل میں ڈال دیا ہے مجھے۔“

”مشکل کی کوئی بات نہیں، فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے، اگر طاقت حاصل کرنا چاہتے ہو تو یہ سب کرنا پڑے گا ورنہ ہم لوگ واپس چلیں گے، سوچ لو۔“ میں پھر سوچنے لگا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے کیا میڈم کی بات مان لوں، یہاں رک جاؤں یا واپس چلا جاؤں، ایسے موقعے روز روز نہیں آتے، مجھے یہ کرنا ہی پڑے گا، پھر میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ میں یہ عمل کروں گا..... چنانچہ میں نے میڈم سے کہا۔

”آپ مجھے بتائیں، مجھے کس طرح جاپ کرنا ہو گا.....“

”جاپ میں ایک جگہ پالتی مار کر بیٹھ جانا اور پھر یہ پڑھنا.....“ میڈم نے اونچی آواز میں کچھ پڑھنا شروع کیا وہ اونچی آواز سے منتر پڑھ رہی تھیں اور میں اسے سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا، پھر انہوں نے کہا.....

”اب یہی منتر میرے ساتھ دہراؤ.....“ اور میں اس منتر کو دہرانے کی کوشش کرتا رہا، پھر میڈم نے وہ منتر اچھی طرح مجھے یاد کروایا.....

”اچھا آنکھیں بند کر کے پورے دھیان کے ساتھ مجھے ایک بار سناؤ.....“ اور میں آنکھیں بند کر کے وہ لفظ دہراتا رہا..... مجھے خود بھی اندازہ ہو رہا تھا کہ میں نے اسے حرف بہ حرف یاد کر لیا ہے..... پھر منتر پورا ختم کرنے کے بعد میں نے آنکھیں کھول دیں تھیں۔

”میڈم! میں نے یاد کر لیا، میں نے یہ منتر یاد کر لیا.....“ میں نے اس طرف دیکھا جہاں میڈم کھڑی ہوئی تھیں، لیکن اب وہاں کچھ نہیں تھا.....

”میڈم، میڈم.....“ میں نے آوازیں دیں، لیکن جواب میں مجھے کوئی آواز نہ سنائی دی، مجھے تھوڑی سی حیرانی ہوئی کہ میڈم اچانک ہی کہاں غائب ہو گئی ہیں، پھر میں نے

مندر کے اطراف کا جائزہ لیا لیکن میڈم کہیں موجود نہ تھیں، مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میڈم مجھے یہاں اکیلا چھوڑ کے غائب ہو گئی ہیں۔

ایک بار پھر اس ماحول سے خوف آنے لگا، میں یہاں اکیلا اتنا وقت کیسے گزاروں گا، سوچ کر ہی پسینہ آنے لگا تھا، لیکن اب ایک عمل کا آغاز کرنے کا فیصلہ کیا تھا تو اس پر قائم رہنا تھا..... اس مورقی کو حاصل کرنے کے لئے یہ جاپ میں ضرور کروں گا چاہے کچھ بھی ہو جائے، چنانچہ اس نئے عزم کے ساتھ میں نے اپنے عمل کا آغاز کر دیا۔

اس عظیم الشان مورقی کے سامنے ایک جگہ کو اچھی طرح صاف کیا اور پھر وہیں پالتی مار کر بیٹھ گیا تھا، اس کے بعد آنکھیں بند کر کے میں نے منتر پڑھنا شروع کر دیا۔ تمام احساسات سے بے نیاز ہو کر نہ جانے کب تک وہ منتر پڑھتا رہا تھا..... پھر اچانک ہی میں نے آنکھیں کھول دیں، اور گردن گھما کر ادھر ادھر دیکھنے لگا، منتر کے الفاظ اب بھی میرے لبوں پر تھے لیکن اپنے اس غیر دانستہ عمل پر مجھے خود تعجب ہوا تھا لیکن پھر مجھے ایک جگہ کھانا رکھا ہوا نظر آ گیا..... یہ کھانا یہاں کون لایا ہے، مجھے روپ متی کے الفاظ یاد آئے.....

”زندگی گزارنے کے لئے ضرورت کی چیزیں خود بخود مل جائیں گی.....“ جو کچھ نہ ہوتا کم تھا، بہر حال کھانے کو دیکھ کر بھوک چمک اٹھی تھی، جاپ کے پھیر کے آخری لفظ میرے لبوں پر تھے۔ پھر وہ بھی ختم ہو گئے اور میں اطمینان سے اپنی جگہ سے اٹھ گیا..... کھانا انتہائی مزیدار تھے، پانی بھی موجود تھا چنانچہ سیر ہو کر کھانا کھایا دو تین گلاس پانی پیا اور پھر اپنی جگہ آ بیٹھا..... میں نے دوبارہ وہ جاپ شروع کر دیا..... اس بار آنکھیں کھلی ہی رکھیں تھیں..... جاپ کرتے کرتے اچانک ہی میں نے گردن اٹھا کر اس جانب دیکھا جہاں کھانے کے برتن رکھے تھے اور یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ برتن اب وہاں نہیں تھے، یہاں تو کوئی بھی نہیں آیا تھا پھر یہ برتن یہاں سے کون لے گیا، اس تمام حیرانی کے باوجود میرے منہ سے مسلسل جاپ کے الفاظ نکلتے رہے کیونکہ اس تسلسل کو قائم رکھنا ضروری تھا ورنہ سب کچھ ختم ہو جاتا.....

وقت گزرتا رہا، شام ہوئی پھر رات آگئی، اس مخصوص جگہ پر رات کا کھانا مجھے مل گیا تھا بڑی عجیب بات تھی، بیٹھے بیٹھے اس طرح کھانا مل جانا دور دور تک کسی آدم زاد کا نشان نہ ہو..... بہر حال کھانا کھایا، پانی وغیرہ پیا اور اپنی مخصوص جگہ آکر بیٹھ گیا..... جاپ کا تسلسل برقرار تھا، ہاں کبھی کبھی غنودگی آ جاتی تھی، لیکن نیند نہیں آتی تھی۔ ایک خاص بات جو میں نے محسوس کی تھی وہ یہ تھی کہ ساری رات ایک مخصوص روشنی پورے ماحول پر چھائی رہی تھی اور اتنی تھی کہ میں اپنے آپ کو اور آس پاس کی چیزوں کو دیکھ سکتا تھا۔

پھر صبح ہو گئی، میں نے جاپ جاری رکھا تھا..... میرے غیر مرئی دوستوں نے صبح کے ناشتے کا انتظام کر دیا تھا، اس کو میں اور کیا کہتا، یا تو کوئی ایسا وجود تھا جو نہ نظر آتا ہو یا پھر یہاں پھر.....

بہر حال وقت گزرتا رہا، دوسرا دن، تیسرا دن اور چوتھا دن بھی سکون سے گزر گیا، ہاں البتہ جوتھے دن کے بعد کی رات میں میرے نئے انتہائی سنسنی خیز ثابت ہوئی رات کے کھانے وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد میں نے ایک بلی کی آواز سنی اور میں چونک گیا، پھر میں نے دیکھا کہ ایک بلی میری جانب بڑھ رہی ہے، بڑی ہی عجیب و غریب تھی یہ بلی، اس کا حجم بھی عام بلیوں کے مقابلے میں بڑا تھا، وہ مجھ سے کچھ فاصلہ پر آکر رک گئی، اس کے بعد ایک دوسری بلی کسی کونے سے نمودار ہوئی اس کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی۔ پھر وہ بلی بھی اس پہلی والی کے برابر آکر بیٹھ گئی، اور اس دفعہ دو بلیاں ایک تیسری جگہ سے نمودار ہوئی تھیں اور وہ بھی عین اسی جگہ آکر بیٹھ گئیں اور پھر..... اور پھر ان کی بانچھیں کھل گئیں اور ان کے منہ سے آوازیں خارج ہونے لگیں..... خدا کی پناہ، خدا کی پناہ یہ ہنسی کی آوازیں تھیں، انسانی ہنسی کی آوازیں۔ ان کی کھلی بانچھوں سے دانت باہر جھانک رہے تھے، پھر ان میں سے ایک بلی نے میری جانب چھلانگ لگائی، ایک لمحے کے لئے میرے ہاتھ پاؤں لرز گئے تھے اور میں بری طرح خوفزدہ ہو گیا لیکن دوسرے لمحے میں نے خود کو سنبھالا تھا اس منتر کے الفاظ مسلسل میرے لبوں پر تھے، بلی اچھلتی ہوئی میرے قریب آئی اور میرے سر پر سے ہوتی ہوئی پیچھے چلی گئی لیکن میں نے مڑ کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی اور پھر ایک عجیب کھیل شروع ہو گیا، وہ بلیاں

میرے دائیں بائیں آگے پیچھے چکرانے لگیں، میرے سر کے اوپر مخصوص اونچائی تک وہ چھلانگ لگاتیں، لیکن ایک دفعہ بھی ان کا جسم مجھ سے ٹکرایا نہیں تھا، اب میں یہ سمجھ چکا تھا کہ یہ بلیاں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں اور اگر میں مسلسل یہ عمل جاری رکھوں گا تو مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، یہ سب اس عمل کا اثر تھا، مجھے روکا جا رہا تھا، خوفزدہ کیا جا رہا تھا، لیکن اگر میں ہمت سے کام لوں اور بجائے ڈرنے کے چالیس دن تک مسلسل یہ عمل کروں تو کامیاب ہو جاؤں گا۔ ایسا ہی تھا یقیناً ایسا ہی تھا، چنانچہ میں نے اسے جاری رکھا، بلیاں تھک ہار کر اپنی جگہ جا بیٹھی تھیں۔ میں اطمینان سے منتر پڑھتا رہا، پھر ان میں سے ایک نے دوبارہ وہی حرکت کی اور میرے سر پر سے گزرتی ہوئی دوسری جانب چلی گئی، میرا دھیان بٹانے کی بھرپور کوشش ایک بار پھر کی گئی تھی، اور پھر یہ بلیاں وقفے وقفے سے اس جاپ کو توڑنے کی کوشش کرتی رہیں۔ جاپ توڑنے سے مراد یہ کہ میں ان کی طرف متوجہ ہو جاؤں، کوئی لفظ بھول جاؤں تسلسل ٹوٹ جائے، لیکن اب میں نے بجائے خوفزدہ ہونے کے مزید توجہ کے ساتھ اس جاپ کو جاری رکھا یہاں تک کہ صبح کے آثار نظر آنے لگے، بلیاں بھی تھک ہار کر بیٹھ گئیں، پھر وہ چاروں جھٹکے سے انھیں اور ایک سمت بھاگنے لگیں اور میری نظروں سے اوجھل ہو گئیں، میں نے اپنی جگہ نہیں چھوڑی تھی.....

پھر وہی معمول شروع ہو گیا، یعنی صبح کا ناشتہ مقررہ جگہ پر مجھے مل گیا، اس کے بعد تین چار دن پُر سکون گزرے تھے، اب تو میں اس ماحول کا عادی ہوتا جا رہا تھا، وقت پر کھانا مل جاتا کھانے وغیرہ سے فراغت ہوتی تو پھر اپنے عمل میں لگ جاتا..... لیکن ابھی تو شاید مشکلوں کا آغاز ہوا تھا، یہ غالباً آٹھویں رات تھی، آدھی سے زیادہ رات بیت چکی تھی کہ مندر چیخوں سے گونج اٹھا یہ کسی مرد کے چیخنے کی آوازیں تھیں جو مدد کے لئے پکار رہا تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ ایک آدمی جو شاید زخمی تھا اور خوفزدہ انداز میں بھاگ رہا تھا۔

”بچاؤ بچاؤ بھگوان کے لئے مجھے بچاؤ.....“ اس کے منہ سے مسلسل آوازیں نکل رہی تھیں اور اس کے پیچھے کوئی عورت تھی شاید، میں شدید ڈر گیا تھا، لیکن خود کو سنبھالے رکھنا ضروری تھا۔ پھر وہ آدمی چونک کر مجھے دیکھنے لگا، اس کا انداز ایسا ہی تھا جیسے اس نے پہلے بار مجھے دیکھا ہو، بہر حال وہ میرے بالکل قریب آگیا، انتہائی کمزور اور بھیاںک چہرہ تھا، ہتھکھپالے بال جو گرد میں اٹے ہوئے تھے اس کے شانوں تک جھول رہے تھے،

چہرے پر زخم کے نشان تھے اوپری ہونٹ کٹا ہوا تھا جس میں سے دانت باہر جھانک رہے تھے۔

”بچالے، بچالے رے، مار ڈالے گی، مار ڈالے گی رے.....“ اوپری ہونٹ کٹے ہونے کی وجہ سے اس کے منہ سے الفاظ صحیح طرح سے نہیں نکل پا رہے تھے۔ میں مصروف عمل رہا.....

”اے لڑکے سنا نہیں ہے تو نے میں کیا کہہ رہا ہوں..... وہ مجھے کھانے پر تلی ہے اور تو، تو اپنے ہی کام میں لگا ہے، بچائے گا نہیں مجھے؟“

”وہ عورت بھی اب ہمارے قریب آگئی تھی، کالی بھینگ صورت، بال بکھرے ہوئے، آنکھیں پھٹی ہوئیں، ہندوؤانہ طرز کی ساڑھی باندھے، اس کے دانت بھی عجیب سے انداز میں باہر نکلتے ہوئے تھے لیکن..... لیکن ایک بڑی عجیب چیز جس نے میرے بدن کی لرزشیں تیز کر دی تھیں اس کے دانتوں پر لگا ہوا خون تھا..... پھر اس کے منہ سے کراہی سی آواز نکل.....

”ہی ہی، مل گیا مل گیا، کہاں تک بھاگے گا، اربے کہاں جائے گا، چل آ جا آ جا.....“

”خبردار جو آگے بڑھی، کتیا کیا مجھے کچا چبا جائے گی.....؟“

”تو اور کیا، تجھے ہی تو کھاؤں گی اور کون ہے یہاں.....؟“

”یہ بھی تو ہے، اے کھا جا.....“ اس شخص نے میری طرف اشارہ کر کے کہا اور میں بری طرح سہم گیا..... اس عورت نے میری طرف دیکھا، وہ بالکل اس طرح مجھے گھور رہی تھی جیسے کوئی بھوکا شیر اپنے شکار کو دیکھتا ہو، پھر بولی.....

”کیوں، اے کیوں کھاؤں میں تو تجھے کھاؤں گی، آج تو میرا شکار ہے، میں تجھے ہی کھاؤں گی آج، آج تیری باری ہے.....“

”اری بد بخت! کیا ہو گیا ہے تجھے، اپنے مرد کو کھائے ہے.....“

”میں بھوکی ہوں.....“

”ارے بھوکی ہے تو کسی اور کو کھا، اے کھا، مجھے کیوں کھاتی ہے، پتہ نہیں کتنی

منخوس گھڑی تھی جب تجھے لایا تھا.....“

”میں کیا کروں، مجبور ہوں، منٹش کا گوشت میری کمزوری ہے، مجبوری ہے میری“ میری بھوک اتنی شدید ہووے ہے کہ میں کہوں تجھ سے رے..... چل آ آ جا.....“

”ارے بابو! بچالو رہے.....“

”یہ، یہ کیا بچائے گا، یہ تو خود اپنے پھیر میں الجھا ہے، یہ مانو تجھے کیا بچائے گا.....“

”بچالو نا مانو، چھوڑ دے اپنا پھیر، میرا جیون بچالے رے، کھا جائے گی ڈائن، یہ ڈائن مجھے کھا جائے گی، جیون نشٹ کر دیا ہے میرا، اب مار ڈالے گی، میں مرنا نہیں چاہتا، میں ابھی مرنا نہیں چاہتا.....“

”کیا کرے گا جیون کا، پھر گناہ کرے گا، پھر لوگوں کو تنگ کرے گا، ارے تجھے تو

خوش ہونا چاہئے کہ کتنی مل رہی ہے تجھے گناہوں سے کتنی مل رہی ہے.....“ یہ کہہ کر

وہ عورت تیزی سے آگے بڑھی اور پھر اس نے جو عمل کیا وہ میرا خون خشک کر دینے کے

لئے کافی تھا۔ اس نے اس آدمی کا دایاں ہاتھ مضبوطی سے پکڑا اور اپنے دانت اس کے

شانے میں پیوست کر دیئے، وہ آدمی تکلیف سے تڑپنے لگا اور نیچے گر پڑا، لیکن اس

عورت نے اپنے دانت وہاں سے نہیں ہٹائے تھے، پھر وہ بری طرح شانے کو مھنہ بھونٹنے

لگی، اور ساتھ ہی ساتھ اس نے ہاتھ کو موڑنا شروع کر دیا، وہ پوری قوت سے ہاتھ کو جھٹکے

دے رہی تھی اور دانتوں سے مسلسل گوشت کاٹنے کی کوشش کر رہی تھی۔ پھر اس نے

اس آدمی کا بازو الگ کر لیا۔ ہاں اب اس آدمی کا بازو عورت کے ہاتھ میں تھا، اور وہ اسے

مزے لے لے کر کھا رہی تھی، وہ آدمی شدت کرب سے زمین پر تڑپ رہا تھا، میرا حال یہ

تھا کہ کالو تو بدن میں لبو نہ ملے، اتنا خوفناک منظر، اتنی وحشت خیزی، وہ عورت اتنی تیزی

سے بازو کا گوشت صاف کر گئی تھی کہ جیسے مشین ہو، اس نے انگلیوں تک کی کھال نوچ لی

تھی اور اب ہاتھ کی ہڈیاں صاف نظر آ رہی تھیں، اس عورت نے اطمینان سے وہ ہڈیاں

ایک جانب اچھال دیں..... پھر وہ دوبارہ اس آدمی کی جانب بڑھی اور اسی طرح اس

نے اطمینان سے اس شخص کا بایاں ہاتھ بھی شانے کے پاس سے جدا کر لیا لیکن اس بار

سیدھی میری جانب آئی تھی اور پھر اس نے وہ ہاتھ میری طرف بڑھایا۔

”آہ، بچالے بچالے نہیں بچے گا نہیں بچے گا تو بھی، تو بھی نہیں بچے گا، یہ ڈائن تجھے بھی کھا جائے گی لڑکے بڑا بہادر بنا ہے اب دیکھ تیری باری ہے، تو گیا تو گیا رہے اری کبخت چھوڑ چھوڑ دے مجھے آہ.....“

اتنی بھیاںک آواز تھی کہ میرے ہوش و حواس رخصت ہوئے جا رہے تھے، واقعی واقعی یہ ماحول اتنا ہی بھیاںک تھا۔ پھر اس عورت نے اس شخص کی گردن کی کھال ادھیڑی، مضبوط ناخنوں سے اس کی آنکھیں نوچ کر حلق میں ڈالیں، دانتوں سے ناک اور کان کاٹ کر انہیں چباتی رہی.....“

”ارے بھیرا! بچالے ارے بچالے۔“ خدا کی پناہ، خدا کی پناہ، اس شخص کی زبان ابھی تک چل رہی تھی، پھر اس کی زبان رک گئی، اس کے حلق سے آواز نکلتا بھی بند ہو گئی تھی، پھر اس عورت نے سر اٹھایا اس کی ناک اور منہ پر جا بجا خون کے دھبے لگے ہوئے تھے، دانتوں سے بری طرح خون ٹپک رہا تھا، اس نے خونخوار نظروں سے مجھے دیکھا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور میری طرف بڑھنے لگی..... اس کے حلق سے غراہٹ نکلی.....“

”ارے بھیرا! ارے ادھیرا! میں بھوکی ہوں رہے، میری بھوک تو ویسی ہی ہے، اس کبخت کی ایک ایک بوٹی نوچ لی میں نے، لیکن لیکن میری بھوک ہی ختم نہ ہوئی، لگتا ہے کہ کچھ کھایا ہی نہیں ارے بھیرا! اب میں تجھے کھاؤں گی، کھا جاؤں گی تجھے.....“

یہ کہہ کر وہ میری جانب بڑھی، اس کے نوکیلے دانت اور ناخنوں کو دیکھ کر ہی خوف آتا تھا بہر حال اب وہ میری ہی طرف آرہی تھی، اس کی رفتار بہت تیز تھی وہ میرے بالکل قریب آگئی خوف کے مارے میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور مرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا.....“

پھر نہ جانے کیا ہوا، اس نے ابھی تک مجھے چھوا کیوں نہیں، اپنے دانت کیوں انہیں گاڑے مجھ پر، کیا ہو گیا ہے اسے، میں نے آنکھیں کھول دیں اسے دیکھ کر آنکھوں پر یقین نہیں آیا، میں یہی سمجھا تھا کہ میری آنکھوں کو ضرور کوئی دھوکہ ہوا ہے..... وہ ہڈیوں کا پنجر اپنی جگہ نہیں تھا، نہ ہی فرش پر خون تھا، جبکہ کچھ دیر پہلے خون کے بے پناہ دھبے اس فرش پر موجود تھے، بات اب سمجھ میں آرہی تھی، یہ سب یہ سب میرے اس

”لے مانو! کھالے، تجھے بھوک لگی ہوگی، تو بھی کھالے، بڑا سوادشت ہے یہ بڑا مزہ آرہا ہے اسے کھانے میں، بھگوان کی سوگند، اس سے پہلے کسی منٹ کو کھانے میں ایسا مزہ نہیں آیا، ارے ڈر کیوں رہا ہے، کیوں گھورے جا رہا ہے مجھے نہیں کھانا تو نہ کھا، میں کوئی زبردستی تو نہیں کر رہی تیرے ساتھ.....“ وہ پھر ایک جگہ جا کر بیٹھ گئی اور پھر اسی طرح دوسرا ہاتھ صاف کر گئی، ادھر اس شخص کا یہ عالم تھا کہ وہ زمین سے تین تین فٹ اونچا اچھل رہا تھا اس کے حلق سے مسلسل بھیاںک چیخیں بلند ہو رہی تھیں۔

”مرگیا، مرگیا، ارے مرگیا، کھا گئی، کھا گئی، کبخت، کھا گئی اور اے مانو تو اٹھ، اٹھ جا، میں کہتا ہوں بھگوان تجھے کبھی معاف نہیں کرے گا، تو نے تو نے، تو نے میرا جیون نہ بچایا تو کبھی ہی اپنے عمل میں کامیاب نہ ہو گا، یہ میرا شراب ہے تجھے، مانو یاد رکھنا، یاد رکھنا، آہ، آہ.....“

میرا رواں رواں کانپ رہا تھا، یہ منظر، یہ خوفناک منظر کسی انسان کے ہوش اڑا دینے کے لئے کافی تھا، لیکن میں نے بڑی مشکل سے خود پر قابو رکھا تھا..... پھر اس عورت نے آدمی کی ٹانگ نوچنا شروع کر دی، وہ بڑی مہارت سے ٹانگ کا گوشت صاف کر رہی تھی اس بار اس نے ٹانگ الگ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، پھر وہ دوسری ٹانگ بھی چٹ کر گئی..... مجھے صبر آتا جا رہا تھا، نہ جانے کیوں مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ یہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی، لیکن میں اس آدمی کو بچا بھی نہیں سکتا میرا جاپ ٹوٹ جائے گا، اور پھر اور پھر سب ختم ہو جائے گا، یہی سب کچھ سوچتا رہا لیکن میرے جاپ کرنے کی رفتار وہی تھی اور تسلسل اسی طرح تھا جس پر مجھے حیرانی ہوئی تھی، واقعی واقعی اگر میں دھیان کے ساتھ عمل کرتا رہوں تو ضرور کامیاب ہو جاؤں گا، اور اور یہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی.....“

پھر اس عورت نے بقیہ بچے ہوئے جسم کو محسوس کرنا شروع کر دیا، وہ آدمی آخری حد تک شدت سے چیخ رہا تھا، اس کی چیخیں پورے مندر میں گونج رہی تھیں۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی چیخیں مدہم پڑنے لگیں اور پھر اس کی آواز بند ہو گئی، وہ عورت چپ چپ کر کے اسے کھاتی رہی، اس نے آدمی کا بدن خالی کر دیا تھا۔ پھر وہ اس کی گردن کی طرف بڑھی اور اس نے آدمی اس کی گردن میں دانت پوسٹ کر دیئے۔

عمل کو توڑنے کی کوشش تھی، یہ لوگ، یہی چاہتے تھے کہ میرا جاپ کسی طرح ٹوٹ جائے، میں اس خوفناک منظر سے ڈر جاؤں، اپنی جگہ سے کھڑا ہو جاؤں، بھاگ جاؤں، لیکن ایسا نہیں ہوا تھا، وہ عورت بھی غائب تھی.....

پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد صبح کی روشنی نمودار ہونا شروع ہو گئی، رات بھر کے واقعات دل و دماغ سے چپک کر رہ گئے تھے، لیکن میں جانتا تھا کہ ان منظروں میں صرف مجھے ڈرانا مقصود ہے، یہ مجھے کوئی جانی نقصان نہیں پہنچا سکتے، پھر میں اپنی جگہ لیٹ گیا، میرے ذہن پر غنودگی سی چھانے لگی، نیند کا تو خیر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، اس نیم غنودہ کیفیت میں کافی دیر لیٹا رہا..... پھر جب ذرا دل کی کیفیت بحال ہوئی تو اٹھ کر اپنی جگہ بیٹھ گیا..... ایک بار پھر خود کو مضبوط کیا اور پوری تندہی کے ساتھ اس عمل میں مصروف ہو گیا، اس ماحول کی عادت پڑتی جا رہی تھی، شکر تھا کہ ان واقعات کے بعد پھر دوبارہ کوئی واقعہ نہیں پیش آیا تھا، اب تو بس ایک ہی لگن تھی کہ کب چالیس دن پورے ہوں اور کب میرا یہ عمل ختم ہو۔ اس انتظار میں پوری لگن کے ساتھ جاپ کرتا رہا، اور دن گزرتے رہے، لیکن شاید ابھی میرے کئی امتحان باقی تھے۔

ٹھیک چوبیسویں دن سورج ڈھلنے کے بعد ہی عجیب و غریب واقعات کا آغاز ہو گیا تھا، میں اپنے جاپ میں مصروف تھا اور بڑے اطمینان سے عمل پڑھ رہا تھا کہ کہیں سے، ایک چیز اڑتی ہوئی آئی اور مجھ سے کچھ فاصلے پر زمین پر گر پڑی، لیکن اس کے گرنے سے کچھ ہیمیشٹس میرے اوپر ضرور پڑی تھیں، اور پھر میں نے نظر اٹھا کر اس چیز کو دیکھا اور میرے رونگٹے کھڑے ہوئے، یہ بکرے کا کلتا ہوا سر تھا، خون میں لت پت اور اس خون کی ہیمیشٹس فرش پر بکھر گئی تھیں اور میرے اوپر بھی پڑی تھیں، ابھی میں اس کا جائزہ ہی لے رہا تھا کہ ایک اور سراڑا ہوا آیا تھا اور پھر وقفے وقفے سے بکروں کے سر مندر کی زمین پر مجھ سے کچھ ہی فاصلے پر گرتے رہے، میں نے دھیان لگانے کے لئے آنکھیں بند کر لیں، ان سروں سے اڑنے والی ہیمیشٹس میرے کپڑوں پر پڑتی رہی تھیں، لیکن میں صبر سے بیٹھا رہا..... کافی دیر تک دھم دھم آوازیں آتی رہیں، پھر خاموشی چھا گئی، کچھ دیر بعد وہ سر خود بخود غائب ہو گئے۔ بہت دیر اسی طرح گزر گئی، پھر نہ جانے کہاں سے کسی بچے کے رونے کی آواز سنائی دی، میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں، نہ جانے بچہ کہاں کیسے گرا،

کس کا بچہ ہے، پھر دوسرے کونے سے ایک اور آواز سنائی دیں، پھر ایک اور جگہ سے رونے کی آواز آئی، جلدی کر دی تھی، یہ جلدی میرے محسنوں کی غلطی تھی جو مجھے روک رہے تھے، لیکن ان آوازوں کا جلدی جلدی آنا پھر وہی نشاندہی کرتا تھا..... پھر یہ آوازیں تیز ہو گئیں، کان پھاڑ دینے کی حد تک یہ آوازیں تیز ہو گئیں تھیں..... پھر ایک آواز آئی.....

”مارو، مارو دواسے.....“

ارے جلدی کرو، یہ مردائے گا، ہمیں.....“

”نادان ہے بالک.....“

”ارے کاہے کا نادان ہماری آزادی ختم کرنے جا رہا ہے یہ نہیں چھوڑیں گے، نہیں چھوڑیں گے.....“ میں اب پرسکون ہو گیا تھا، دل میں یہ سوچا کہ اب ان سب باتوں سے ڈرنا بیکار ہے، صبح تک یہ مشغلہ جاری رہا..... اور اس کے بعد ماحول پرسکون ہو گیا تھا.....

میرے خیر خواہوں نے میری دلچسپی کے لئے بہت سے سامان رکھے تھے، چنانچہ بیسیوں رات میں جاپ میں مصروف تھا، اچانک ہی مندر کی زمین پھٹنی شروع ہو گئی، اس میں ایک جگہ ایک بہت بڑا سوراخ ہو گیا تھا۔ پھر اس سوراخ میں سے ایک چیز نے سر ابھارا، انتہائی خوفناک شکل تھی یہ۔ اوپر کو اٹھے ہوئے کان، بھینڑیوں کے جیسے جڑے جن سے دانت باہر جھانک رہے تھے، انگاروں جیسی دھبے ہوئی آنکھیں پھر اس نے دونوں ہاتھ اوپر رکھے اور ہاتھوں پر وزن سنبھال کر اوپر آگیا، بالکل انسانوں جیسے ہاتھ پیر تھے اس کے، لیکن اس کا قد، اس کا قد صرف ایک فٹ، تھا اتنا ہیبت ناک ہونا میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا، پھر اس کے پیچھے پیچھے ایک اور ہونا نکلا اس کا بدن بھی دیوانہ جیسا تھا البتہ چہرہ شیر کی مانند تھا لیکن ابھی یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا دو اور ہونے ان دونوں کے پیچھے باہر نکلے اور ان کی حالت بھی مختلف نہیں تھی، پھر سب سے آخر میں ایک اور ہونا نکلا اس کا چہرہ انتہائی خوفناک تھا، اس کا قد بھی ان تینوں سے تھوڑا بڑا تھا اس کے چہرے پر جا بجا بال اگے ہوئے تھے، جڑوں سے نوکیلے دانت باہر جھانک رہے تھے، پھر وہ پانچوں ایک ساتھ چلتے ہوئے میرے قریب آ گئے..... وہ لمبا ہونا سب سے آگے تھے..... پھر اس کے منہ



سے منمناتی ہوئی آواز نکل۔

”ہچک.....“

”جی مالک.....“ ایک دوسرے بونے نے کہا۔

”ارے یہ کون ہے رے.....؟“

”یہ پیرا بڑا کھور ہے.....“

”ارے میں نے پوچھا یہ کون ہے.....؟“

”یوں تو یہ مسلا ہے، پر سمورنی کے لئے جا پ کر رہا ہے.....“

”ہونہ، یہ چہ پدی اور چہ پدی کا شور بہ، یہ کرے گا جا پ.....“

”کرے گا کیا مالک، کر رہا ہے آپ دیکھ نہیں رہے کیسے پڑ پڑ پڑ.....“

”.....“

”پڑھنے دے رے، پڑھنے دے رے پر سوچ لے، نہ صرف تو بلکہ ہم سب ا-

کے نیچے آجائیں گے..... دیکھ ہچک! ایک تو یہ ٹھہرا منش، پھر مسلا، نہ بھی نہ میر

نہ آؤں گا اس کے پھیر میں.....“

”پھر کیا کریں مالک.....؟“

”تم میں سے ایک اسے مارے گا.....“

”ہم میں سے؟“

”ہاں، تم لوگوں میں سے.....“

”پر پر مالک.....“

”یہ کیا پر پر لگا رکھی ہے، طے کر لو کون مارے گا اسے.....“

”میں ماروں گا.....“ وہ بونا جسے ہچک کہا گیا تھا بولا۔

”نہیں اسے میں ماروں گا.....“ ایک دوسرے بونے نے کہا۔

”نہیں تم دونوں میں سے کوئی اسے ہاتھ نہیں لگائے گا اس کی موت میرے

ہاتھوں لکھی ہے.....“ تیسرے بونے نے کہا اور پھر ایک عجیب ہی کھیل شروع ہو گیا،

یہ سب آپس میں لڑنے لگے تھے، ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ میری موت اسی کے ہاتھوں ہو،

پھر میں نے دیکھا کہ انہوں نے اپنے لباسوں میں سے چھوٹی چھوٹی تلواریں نکال لیں وہ

تلواریں لہرانے لگے اور آگے پیچھے ہو کر پینترے بدلنے لگے، ان کے انداز اگر عام حالات میں کوئی شخص دیکھتا تو مارے ہنسی کے اس کا برا حال ہو جاتا، لیکن میں جانتا تھا کہ یہ بونے بھی اس عمل سے روکنے کے لئے مجھ تک بھیجے گئے ہیں..... چنانچہ میں خاموش رہا.....

”پھر ان بونوں میں جنگ شروع ہو گئی وہ چاروں آپس میں انتہائی ماہرانہ جنگی انداز میں لڑ رہے تھے، پھر ان میں سے دو بونے زخمی ہو گئے تھے، اور زمین پر گر کر کراہنے لگے پھر اچانک ہی وہ دونوں غائب ہو گئے، اس کے بعد دونوں بونوں میں جنگ شروع ہو گئی۔ اس دوران وہ پانچواں بونا اچھل اچھل کر ان دونوں کو جوش دلاتا رہا تھا۔

”شاباش! مارو ٹانگ مارو، ادھر سے تلوار چلاؤ شاباش، بہت خوب.....“

”شاباش ہچک شاباش.....“ اس بڑے بونے نے کہا اور ہچک نے ادب

سے گردن جھکا دی..... اس بڑے بونے نے پھرتی سے اپنے لباس سے تلوار نکالی اور ہچک کی گردن اڑا دی اور پھر میں نے جو منظر دیکھا وہ ناقابل یقین حد تک ہیبت ناک تھا، ہچک اطمینان سے اس طرف مڑا جہاں اس کی گردن جا پڑی تھی، پھر وہ اپنے ننھے ننھے پیروں سے چلتا ہو اس جگہ پہنچا جہاں اس کی گردن پڑی تھی، اس نے اطمینان سے تلوار زمین پر ڈالی، جھک کر اپنی گردن اٹھائی اور دوبارہ اپنے شانوں کے درمیان رکھ لی، پھر دوبارہ تلوار زمین سے اٹھالی اور جھٹکے سے اس بڑے بونے کی طرف مڑا.....

”مالک یہ کیا، یہ کیا حرکت تھی.....؟“

”ہچک! میں ماروں گا اسے، تو ہٹ جا، میرا ارادہ بدل گیا ہے اب میں خود ہی

اسے ماروں گا.....“

”مالک تو آپ مجھے ایسے ہی منع کر دیتے.....“

”بس میری مرضی! یہ بھی تو منع کرنا ہی ہوا نا.....“

”اچھا پھر ٹھیک ہے، دیکھتے ہیں کون اسے مارتا ہے.....؟“ یہ کہہ کر ہچک

اس بڑے بونے کی جانب لپکا اور ان دونوں میں جنگ شروع ہو گئی پھر لڑتے لڑتے یہ دونوں

بھی شدید زخمی ہو گئے تھے، اس کے بعد ایک اور عجیب و غریب منظر دیکھنے میں آیا ان

دونوں نے ایک دوسرے کو بچ میں سے آدھا آدھا کاٹ دیا تھا، دونوں کے آدھے آدھے

جسے زمین پر آ پڑے اور پھر یہ دونوں بھی غائب ہو گئے.....

ابھی میں اس منظر کے سحر میں کھویا ہوا تھا اور سوچ رہا تھا کہ عجیب تماشے دکھائے ہیں میرے میزبانوں نے، اتنے ہیبت ناک منظر، یہ خوفناک چہرے، ان کا انداز، لیکن میں نے محسوس کر لیا تھا ان سب کے پیچھے مقصد وہی ہے یعنی کسی بھی طرح میرا یہ جاپ ٹوٹ جائے، اس کے پھیر میں بھول جاؤں پر اب شاید یہ ممکن نہ تھا، لیکن پھر، پھر مندر کی زمین لرزے لگی اور میں چونک پڑا، اب کیا ہوا، شاید زلزلہ آ رہا ہے، میرے حریف شاید ان تمام حروں سے ناکام ہو کر مجھے زمین میں دفن کرنے پر تل گئے تھے اور اس لئے زلزلے کی صورت پیدا ہو گئی تھی، لیکن تھوڑی ہی دیر میں زمین کے لرزے کی وجہ سمجھ میں آ گئی آٹھ دس جنگلی بھینسے تیزی سے دوڑتے ہوئے میری جانب آرہے تھے، اس بار میں بالکل خوفزدہ نہیں ہوا تھا اور میں نے آنکھیں کھول رکھی تھیں..... کیا ہو گا، زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا، یہ بھینسے مجھے اپنے طاقتور کھروں سے کچل دیں گے مجھے اپنے سیگوں پر اچھالیں گے، میں مر ہی جاؤں گا، لیکن اب میں مرتے دم تک جاپ کے الفاظ دہرانا چاہتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ میرے دل کی حرکت بند بھی ہو جائے تو اپنے مقصد کی تکمیل کرتے ہوئے، اپنا مقصد حاصل کرتے ہوئے، بہر حال یہ بھینسے میری جانب بڑھے اور پھر بڑی عجیب بات ہوئی، ان جنگلی بھینسوں کا فاصلہ مجھ سے کوئی ایک گز رہ گیا تو اچانک ہی وہ کسی چیز سے ٹکرائے، لیکن وہ چیز کیا تھی، کیونکہ میری نظروں کے سامنے تو شفاف منظر نظر آ رہا تھا، اور پھر میں نے دیکھا کہ وہ بھینسے ٹوٹ پھوٹ گئے، کسی کے سر سے خون بننے لگا، کسی کے سینگ ٹوٹ گئے، بہر حال یہ تماشا کافی دیر تک جاری رہا اور یہ بھینسے ٹوٹی پھوٹی ہوئی حالت میں ہی میری طرف بڑھتے اور کسی چیز سے ٹکرا کر پلٹ جاتے۔ پھر تھک ہار کر وہ بھی غائب ہو گئے تھے۔ بڑی اذیت ناک رات تھی یہ، اس کے بعد کوئی خوفناک واقعہ نہیں پیش آیا تھا..... اب تو صرف ایک ہی لگن تھی کہ بقیہ دن بھی پورے ہوں اور میں اس مورچی کا مالک بن جاؤں.....

اور پھر چالیسواں دن بھی آ گیا، شکر تھا کہ اس کے بعد کوئی مجھے تنگ کرنے نہیں آیا، دل میں ایک خوف کا احساس بھی تھا کہ دیکھو آگے کیا ہوتا ہے، لیکن خوشی بھی تھی کہ چلو یہ جاپ تو ختم ہو گیا..... بہر حال یہ چالیسواں دن بھی آہستہ آہستہ اپنا وقت پورا

کر رہا تھا میں بھی انتہائی توجہ کے ساتھ جاپ میں مصروف تھا اور ساتھ ساتھ آگے پیش آنے والے ایسے واقعات کا منظر تھا۔ اس دوران مجھے بہت سے اندازے ہوئے تھے۔ جاپ کے ان دنوں میں مجھے ڈرانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی تھی، لیکن میری تقدیر نے میرا ساتھ دیا تھا دن اور رات کی تمیز کئے بغیر میں نے اس کا پھیر کیا تھا، نہ جانے کتنی بار، یہ عمل دہرایا تھا، اب تو مجھے یہ الفاظ ایسے ازبر ہو گئے تھے کہ شاید انہیں زندگی بھر نہ بھول پاتا۔ ویسے ایک بہت اچھا تجربہ ہوا تھا، عام دنیا میں لوگ کہتے ہیں کہ جو لوگ نئے لوگوں سے ملتے ہیں، ان سے خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں، ان کے کام آتے ہیں اور ان سے کام بھی لیتے ہیں وہ دنیا میں کامیاب کہلاتے ہیں، لیکن میرا تو کسی انسان سے پالا ہی نہیں پڑا تھا ہر لمحہ ہر دن زبردست تنگے میرے منتظر رہتے جو میرے خیر خواہوں نے مجھے ڈرانے کے لئے، میرا جاپ توڑنے کے لئے بھیجے تھے، اپنے ان محسنوں کے تحفوں کو بھی بھول نہیں سکتا تھا، وہ مکروہ شکل کی بلیاں، جن کی غراہٹ ہی آدمی کے بدن کو لرزا دے، وہ انسانی آوازوں میں ہنستی تھیں، انہوں نے میرا مذاق اڑایا تھا، مجھے روکنے کی کوشش کی تھی.....

اس کے بعد وہ مرد اور عورت آہ وہ منظر، وہ منظر تو جیسے میرے دماغ پر نقش ہو گیا تھا..... وہ عورت جس طرح سے اس آدمی کو کھا رہی تھی، اس کا انداز جانوروں سے بھی بدتر تھا۔ کس طرح اس نے اس شخص کی آنکھیں نوچی تھیں، ناک کان چبائے تھے، اور وہ شخص اس کی زبان بالکل صحیح الفاظ ادا کر رہی تھی حالانکہ شروع میں اس کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آئے تو میں یہی سمجھا تھا کہ شاید ہونٹ کٹا ہونے کی وجہ سے ایسا ہے، لیکن آخری وقت میں، اس آخری وقت میں وہ صحیح الفاظ ادا کر رہا تھا، اس کا مطلب ہے، اس کا مطلب ہے کہ وہ دونوں بھی بدروح تھے، پھر وہ بکرے کے کٹے ہوئے سر جو میری توجہ ہٹانے کے لئے پھینکے گئے تھے، پھر بچوں کے رونے کی آوازیں، اس کے بعد وہ ہیبت ناک بونے جو مجھے مارنے کے لئے بے چین تھے، لیکن پھر خود ہی آپس میں کٹ مر کر غائب ہو گئے تھے اور اس کے بعد وہ بھینسے، جن کی آنکھوں میں خون کی جھلک تھی، اس طرح نمودار ہوئے تھے جیسے مجھے ختم ہی کر دیں گے، لیکن میں خوفزدہ ہوئے بغیر ان تحفوں کو قبول کرتا رہا تھا، انہیں برداشت کرتا رہا تھا..... اور اب، اب اس جاپ کے اختتام

کا وقت آن پہنچا تھا..... پھر سورج ڈھل گیا اور یہی وقت تھا جب میرا جاپ مکمل ہو گیا، ہاں چالیسویں دن سورج ڈھلنے تک کا وقت بتایا گیا تھا مجھے، پھر اچانک میں نے کسی کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا اور میں اپنی جگہ سہم گیا، لیکن پھر میں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے یہ بھی میرے محسنوں کا کوئی نیا تحفہ ہو، چنانچہ میں اس تحفے کے استقبال کے لئے تیار ہو گیا.....

غالباً وہ کوئی عورت ہی تھی، اس کے پیروں میں گھنگھرو بندھے ہوئے تھے اور اس کے قدموں کی دھمک کے ساتھ ساتھ آواز پیدا کر رہے تھے، آہستہ آہستہ وہ میرے قریب آگئی اور میں اسے دیکھتا رہا پھر وہ بالکل قریب آگئی تھی اور اس کی شکل دیکھ کر میں حیران رہ گیا، آنے والی روپ متی تھی، چہرے پر وہی مسکراہٹ کا انداز لے، آنکھوں میں وہی روشنی، لیکن مجھے محتاط رہنا چاہئے ہو سکتا ہے یہ بھی فریب نظر ہو اور اگر میں اپنی جگہ چھوڑوں تو سب ختم ہو جائے، پھر وہ مجھ سے مخاطب ہوئی تھی.....

”شاہو!“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا.....

”شاہو! میں ہوں روپ متی، تمہاری میڈم، تمہاری دوست.....“ جواب میں،

میں نے خاموشی ہی اختیار کئے رکھی.....

”شاہو! تمہارا جاپ ختم ہو گیا ہے، اب تم آزاد ہو، تم بول سکتے ہو، تم اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر جا سکتے ہو، باہر کی فضاؤں میں سانس لے سکتے ہو، کچھ تو بولو شاہو، کچھ تو بولو.....“

مجھے یہ احساس ہوا تھا کہ واقعی میرا تو جاپ ختم ہو گیا ہے اور میں کسی کو کم از کم

مخاطب کر سکتا ہوں، چنانچہ میں نے کہا۔

”میں کیسے مان لوں کہ تم روپ متی ہو.....؟“ جواب میں روپ متی کا قہقہہ

بلند ہو گیا تھا.....

”اب میرے پاس کوئی نشانی تو ہے نہیں جو میں تمہیں دکھاؤں اور یقین

دلاؤں.....

”پھر بھی یہ میری نظر کا دھوکہ بھی تو ہو سکتا ہے.....“

”اور میری آواز!“

”ان چالیس دنوں میں میں نے یہاں جو کچھ دیکھا ہے اس کے سامنے تمہاری

آواز کا روپ متی جیسا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے.....“

”نہیں شاہو! میرا یقین کرو! میں روپ متی ہوں! اچھا اچھا دیکھو.....“ یہ کہہ

کر وہ میری جانب بڑھی اور اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھڑا کر دیا..... میں اس سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتا رہا، لیکن اس کی گرفت اور مضبوطی ایسی تھی کہ مجھے مجبوراً کھڑا ہونا پڑا۔ اس نے پھر کہا۔

”دیکھو شاہو! مجھ سے پہلے تم نے یہاں جو کچھ دیکھا یا جن چیزوں سے تمہارا واسطہ

پڑا انہوں نے تمہیں چھوا تک نہیں اور چھو بھی کیسے سکتے تھے وہ! جاپ کے دوران تمہارے ارد گرد ایک دیوار تھی، ایک ایسی دیوار جو نہ تمہیں نظر آ سکتی تھی نہ کسی اور کو! اور تم تک پہنچنے والی ہر چیز اس دیوار سے رک جاتی تھی اور جہاں تک اس بکرے کے خون کی چھینٹوں کا تعلق ہے تو اس کے لئے دیوار کی ضرورت نہ تھی وہ ایک بے ضروری چیز تھی! لیکن تم دیکھ لو ایک بھی سرم سے نکرا نہ سکا، لیکن میں! میں تمہیں ہاتھ لگا سکتی ہوں! میں نے تمہیں ہاتھ پکڑ کر کھڑا کر دیا ہے! یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ میں ان میں سے نہیں ہوں! میں صرف اور صرف روپ متی ہوں! تمہاری میڈم! تمہاری دوست! اور اب اب تم آزاد ہو.....“

میں سوچ میں پڑ گیا! واقعی یہ سب کچھ درست ہی لگ رہا تھا! اگر یہ روپ متی نہ ہوتی تو مجھے چھو نہیں سکتی تھی کیونکہ اس سے پہلے جتنے بھی لوگ یا بدہیت چیزیں میرے پاس مجھے ڈرانے کے لئے آئی تھیں ان سب نے مجھے چھوا نہیں تھا..... روپ متی نے پھر کہا.....

”اور اب جبکہ تم آزاد ہو تو تم اپنے انعام کے حق دار بھی ہو! آؤ میرے

ساتھ.....“ روپ متی نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے لئے ہوئے سپورنی کے مجستے کے قریب پہنچ گئی.....

پھر اس نے سپورنی کے پیروں کو چھوا اور میں نے دیکھا کہ اس کے پیروں کے پاس سے زمین سرکی شروع ہو گئی! غالباً اس کے پیروں میں کوئی ٹین تھا جس کے دبانے سے زمیں میں خلا نمودار ہو گیا تھا..... پھر وہاں اتنی جگہ بن گئی کہ ایک آدمی وہاں سے بہ آسانی اندر جا سکتا تھا! روپ متی نے پھر میرا ہاتھ پکڑا اور پھر نیچے قدم رکھ دیا! نیچے کئی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں جو غالباً کسی تہہ خانے میں جا کر ختم ہوتی تھیں! ہم نے ان سیڑھیوں سے نیچے اترنا شروع کر دیا! ابھی ہم نے آٹھ دس سیڑھیاں طے کی ہوں گی کہ ایک جانب سے آواز آئی۔

”بچالو! ہمیں بچالو.....“ میں نے چونک کر اس طرف دیکھا تھا! وہ ایک سرکٹا شخص تھا! ہاں میں نے پورے ہوش و حواس کے عالم میں دیکھا تھا! وہ سرکٹا ہی تھا! لیکن لیکن یہ سرکٹا بول رہا تھا میں خوف سے کانپنے لگا۔

”نہیں شاہو! ڈرو نہیں یہ ہمیں کچھ نہیں کے گا.....“ کچھ اور نیچے اترے تو ایک اور شخص دیکھا اس کے پورے بدن پر کانٹے تھے! دونوں آنکھیں غائب تھیں۔

”اے لڑکے! بچالے! ہمیں بڑا انیائے ہوا ہے ہمارے ساتھ! بلکہ ظلم کیا ہے ہم نے اپنے جیون کے ساتھ! بھگوان کے لئے بچالے ہمارا جیون.....“ میں بہر حال انسان تھا ڈر تو لگ رہا تھا! لیکن اتنا یقین تھا مجھے کہ روپ متی کے ہوتے ہوئے اب مجھے کچھ نہیں ہو گا! نیچے اترنے کے دوران اسی طرح کے لوگ مجھ سے ٹکراتے رہے! کسی کا سر نہیں تھا تو کسی کے بدن پر کانٹے تھے! کوئی کوڑھ کا مریض تھا تو کوئی ہاتھوں سے محروم! لیکن سب کی زبان پر ایک ہی پکار تھی کہ انہیں بچالیا جائے! پھر ہم نیچے تہہ خانے میں پہنچ گئے! یہاں مدہم روشنی پھیلی ہوئی تھی اور ہر چیز واضح نظر آ رہی تھی! بالکل غار جیسی جگہ تھی! جیسے کسی غار کا اندرونی حصہ ہو! روپ متی بولی.....

”جانتے ہو یہ لوگ کون تھے.....؟“ جواب میں! میں نے نفی میں سر ہلا

دیا.....

”یہ اس مورتی کے حصول کے خواہش مند تھے.....“

”کیا.....؟“

”ہاں! تم سے پہلے ان لوگوں نے مجھ سے مورتی کے حصول کی خواہش ظاہر کی

اور میں انہیں یہاں لے آئی ہوں، لیکن یہ سب کمزور دل کے مالک تھے ان کا دل تمہارا طرح مضبوط نہیں تھا، ان کے اندر اعتماد کی کمی تھی، یہ سب ان چیزوں سے ڈر گئے تھے جو صرف نظر کا دھوکہ تھیں، انہیں ڈرانے کے لئے تھیں، جاپ سے روکنے کے لئے تھیں اور اس جاپ کا اصول ہے کہ جب جاپ الٹا ہوتا ہے تو اس کے لئے بیدار سزا تجویز کرتا ہے۔ سپورنی کا دلارا، بیدار اپنے من پسند شراب میں اس بھگت کو ڈال دیتا ہے اور پھر وہ بھگت ساری زندگی یہیں گزارتا.....؟“

آؤ میں تمہیں بیدار سے ملواؤں.....“ وہ مجھے پھر ایک جانب لے چلی، سامنے دیوار ہی تھی اور میں حیران تھا کہ یہ مجھے کہاں لے جانے کی کوشش کر رہی ہے، لیکن جلد ہی بات سمجھ میں آگئی، اس سامنے والی دیوار میں ایک خلا نمودار ہو گیا، روپ متی نے مڑ کر مجھے دیکھا اور بولی.....

”آؤ شاہو، میرے پیچھے چلے آؤ..... اور میں اس کے پیچھے پیچھے اس خلا میں داخل ہو گیا، یہاں نسبتاً زیادہ روشنی چھائی ہوئی تھی، اس روشنی میں میں نے سامنے ہی ایک بہت بڑا مجسمہ دیکھا جو زمین سے تقریباً پانچ فٹ اونچا تھا، اس کا پھیلاؤ کوئی آٹھ فٹ تھا، عجیب سے بے ڈھنگے ہاتھ پاؤں دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ چہرہ انتہائی بھیانک، بدن پر لبادہ تراشا گیا تھا جس میں سے ہاتھ پاؤں باہر نکل کر پھیلتے چلے گئے تھے.....“ روپ متی نے کہا.....

”یہ بیدار ہے، سپورنی کا چیتا، میرے من کا میت ہاں میرے من کا میت.....“ میں نے دیکھا کہ روپ متی کی آنکھوں میں خمار چڑھتا جا رہا ہے، اس کی آنکھیں بار بار بند ہو رہی تھیں، پھر روپ متی نے تھرکنا شروع کر دیا، کہیں سے طبلے کی آواز آرہی تھی، لیکن طبلے کا اس کمرے میں نام و نشان نہ تھا، بس آواز ہی آرہی تھی..... وہ کسی ماہر رقاصہ کی طرح رقص کر رہی تھی اور میں حیرانی سے اس کی یہ کیفیت دیکھ رہا تھا۔ بڑا بھجان خیز رقص تھا، میں نے اس سے پہلے روپ متی کو اتنے جوش میں نہیں دیکھا تھا، روپ متی ایک اچھے خاصے بدن کی مالک عورت تھی، لیکن اس وجود کے باوجود اس کی یہ مہارت دیکھ کر میں حیران رہ گیا تھا، کافی دیر تک وہ رقص کرتی رہی، طبلے کی آواز کے ساتھ گھنگھروں کی جھنکار ایک عجیب سماں پیدا کر رہی تھی۔ روپ متی کا

چہرہ شدت جوش سے سرخ ہو گیا تھا لیکن لیکن یہ کیا اس کے چہرے کی کھال پھٹنا شروع ہو گئی تھی، پھر اس کے ہاتھوں پیروں کی کھال بھی پھٹنے لگی، اس کا بدن نیلا پڑتا جا رہا تھا، پھر اس کی زبان اس کے سینے پر لٹک آئی، آنکھیں لال انگارہ ہو گئیں، جڑے کھینچ گئے..... میں خوفزدہ بھی تھا اور حیران بھی کہ اسے کیا ہو گیا ہے..... پھر اس کے رقص کرنے کی رفتار کم ہونے لگی، ساتھ ساتھ ہی طبلے کی آواز بھی مدہم ہوتی جا رہی تھی، پھر وہ بھی ختم ہو گئی اور روپ متی بھی رک گئی تھی اس نے میری طرف دیکھا۔ آہ وہ آنکھیں، ان آنکھوں میں انگارے روشن تھے، پھر طبلے کی تھاپ دوبارہ شروع ہوئی اور وہ اس کے ساتھ دوبارہ رقص کرنے لگی، اس بار میں نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا، اس کے بدن میں ہاتھوں کی جگہ سے مزید دو ہاتھ نکلنا شروع ہو گئے پھر ان کی لمبائی اصلی ہاتھوں جتنی ہو گئی، پھر اس کے بدن سے، اس کی ٹانگیں بھی دو سے چار ہوئیں پھر مزید نکلنے لگیں اور اب وہ اپنی اصلی ٹانگوں کے علاوہ اپنی اضافی ٹانگوں پر بھی ناچ رہی تھی جس کی وجہ سے اس کا باقی جسم کبھی دائیں طرف جھک جاتا اور کبھی بائیں طرف، بڑا پراسرار اور بھیانک منظر تھا، روپ متی خود کسی چڑیل سے کم نہ تھی، بکھرے بال، لٹکی ہوئی زبان، اتنے سارے ہاتھ پاؤں، پھٹا ہوا گوشت، پھر رقص کرتے کرتے اچانک وہ رک گئی اور جھٹکے سے میری طرف مڑی.....

”شاہو!“ بڑی عجیب سی آواز تھی اس کی۔

”جی..... جی.....“

”شاہو تجھے مورتی چاہئے ہے نا.....“

”جی!“ میں شدید خوفزدہ تھا۔

”آؤ! میرے پاس آؤ.....“

”کیا.....؟“

”میرے پاس آؤ شاہو.....“ اس نے نرم لہجے میں کہا لیکن میں اس کے حلقے سے شدید خوفزدہ تھا.....

”میں آج خوش ہوں شاہو بہت خوش ہوں، تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے

ہو، تم نے وہ حاصل کر لیا ہے جس کے لئے کئی لوگ اپنا جیون گنوا بیٹھے۔ کیا تم خوش

ہو.....؟“

”جی.....“

”بہت خوش۔“

”جی بالکل.....“

”اچھا تو پہلے یہ مورتی لے لو.....“ اس نے اپنے لباس سے ایک مورتی نکالی، یہ وہی مورتی تھی جو اس نے پہلے مجھے دی تھی..... میں ڈرتے ڈرتے آگے بڑھا اور پھر میں نے وہ مورتی اس کے ہاتھ سے لی لی..... اس نے پھر کہا۔  
”شاہو! تم نے یہ مورتی بے شک حاصل کر لی ہے اور تم اس کے حق دار ہو لیکن یہ کام تم نے صرف اپنے لئے کیا ہے نا؟“

”جی.....“

”اور اس کام کے بدلے میں مورتی کسے ملی، تمہیں ہی ملی نا؟“

”جی بالکل.....“

”تو اس میں تو سارا فائدہ تمہارا ہی ہوا، اس میں مجھے کیا ملا.....؟“

”آپ جان لے سکتی ہیں میری.....“

”ارے نہیں! ایک اتنی ہمت والا لڑکا جس نے بڑے بڑوں سے ادھر اور اہ جانے والے عمل کو کر دکھایا اس کی زندگی تو میرے لئے انتہائی قیمتی ہے اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ تم میرے دوست ہو، اور اس دوستی کے صلے میں، میں تم سے ایک کام لینا چاہتی ہوں۔“

”مجھے بتائیے کیا کام لینا چاہتی ہیں آپ مجھ سے..... میں وعدہ کرتا ہوں آپ کا ہر کام کروں گا“ میں نے سسے سسے ہوئے انداز میں کہا میری اب بھی وہی کیفیت تھی.....

”نہیں شاہو! ڈرنے کی ضرورت نہیں اب سپورنی کا بمسہ تمہارے پاس ہے، اب تم خود ڈرانے والی چیز ہو، ایک طاقت کے مالک ہو اب تم، اس طاقت کو استعمال کرتے ہوئے میرا وہ کام کرو گے۔“

”جی.....“ میں نے پھر اسی انداز میں کہا.....

”اس دنیا میں ہر شخص کے کچھ دوست ہوتے ہیں جیسے تم میرے دوست ہو، لیکن زندگی کے ہر موڑ پر اس کے دشمن بھی اس کے منتظر ہوتے ہیں اور ان کا ایک ہی کام ہوتا ہے اپنے حریف کا نقصان یا پھر اس کی موت، اس جیون پھیر میں میرے بھی پانچ دشمن ہیں جو میری جان لینے کے خواہشمند ہیں، لیکن میں چاہتی ہوں کہ میں ہی انہیں ان کے جیون سے آزاد کر دوں، انہیں اس تکلیف سے بیوشہ کے لئے مکتی مل جائے کہ میں ابھی تک زندہ کیوں ہوں، تم سمجھ رہے ہو نا میری بات؟“

”جی میڈم.....“

”اور اس کام میں تم میرا ساتھ دو گے بلکہ ان پانچ دشمنوں کو تلاش کر کے تم ہی ان کا خاتمہ کرو گے۔“

”جی میں.....؟“ میں نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”ہاں تمہیں میرا کام کرنا ہو گا، مجھے اپنے ان پانچوں دشمنوں کا خون

چاہئے.....“

”لیکن میں کس طرح.....؟“ میں مسلسل گھبرایا ہوا تھا.....

”سپورنی کی مورتی ہے تمہارے پاس، بہت بڑی شکتی ہے یہ اور اس شکتی کا مظاہرہ تم دیکھ چکے ہو، ترتیب وار ان دشمنوں کا خیال کرنا، یہ مورتی ان تک پہنچنے میں تمہاری معاون و مددگار ہو گی، اس کے بعد کیا کرنا ہے، تمہیں خود ہی سوچنا ہو گا مجھے بس ان کا خون چاہئے اور جب تم ان پانچوں کا خون میرے پاس لے آؤ گے تو پتہ ہے کیا ہو گا.....؟“

”کیا؟“

”یہ سپورنی کی شکتی..... کچھ معاملات میں محدود ہے، لیکن ان پانچوں کے خون لانے کے بعد تم امر شکتی کے مالک بن جاؤ گے، میں تمہیں وہ شکتی دوں گی کہ پھر شاید تم سے بڑا شکتی مان کوئی نہ ہو.....“ پھر اس نے بیدریکا کے مجستے کے نیچے رکھا ہوا ایک پیالہ اٹھایا، اس پیالے میں ایک عجیب سا سیال تھا، اس کا رنگ بالکل سفید تھا اور یہ بالکل پانی ہی طرح کا تھا لیکن پانی سے گاڑھا تھا، اس نے وہ سیال میرے منہ پر ڈال دیا.....

”جا بالک، وجے ہو تیری، تیری وجے ہو، سپورنی کی شکتی تیرے ساتھ ہے، روپ

متی کا آئینہ تیرے ساتھ ہے، وجے تیرا، مقدر ہے تیری وجے اوش ہوگی، تیری وجے ہو گی.....“ روپ متی بلند آواز میں کہتی رہی، لیکن میں خاموش رہا تھا..... اور اس خاموشی کی وجہ آنکھوں میں ہونے والی شدید جلن تھی جس نے مجھے بے چین کر دیا تھا، میں اپنی بے چینی کا اظہار روپ متی کے سامنے نہیں کرنا چاہتا تھا..... لیکن پھر یہ جلن شدید ہو گئی اور میں نے دونوں ہتھیلیاں آنکھوں پر رکھ لیں، مورتی میرے بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں دبلی ہوئی تھی..... کافی دیر تک میں اپنی آنکھیں ملتا رہا، یہ شاید اسی پانی کا اثر تھا جو روپ متی نے میرے چہرے پر ڈالا تھا، اس پانی میں مرچیں یا ایسی ہی کوئی چیز شامل تھی کہ کچھ دیر کے لئے میری آنکھیں بالکل بند سی ہو گئی تھیں۔ پھر یہ جلن کم ہونا شروع ہو گئی لیکن میں اب بھی آنکھیں مل رہا تھا..... اور پھر آہستہ آہستہ یہ جلن ختم ہو گئی تھی، میں نے آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹائے، لیکن یہ کیا یہ کون سی جگہ تھی، سارا منظر ہی تبدیل ہو گیا تھا، اب نہ وہ مندر تھا، نہ بیدیکا کا مجسمہ اور نہ روپ متی میرے سامنے تھی بلکہ میں ایک میدانی ڈھلان میں کھڑا تھا، ایک ایسا میدانی ڈھلان جس میں مختلف قسم کے خود رو پورے اگے ہوئے تھے، کہیں کہیں لمبی گھاس ان پودوں کے درمیان جھانک رہی تھی، دور دور تک کھلا میدان نظر آتا تھا، کافی دور ایک سڑک نظر آ رہی تھی اور میں اس سڑک کی طرف چل پڑا.....

دل میں یہی خیال تھا کہ کسی طرح اس سڑک تک پہنچ جاؤں اور کسی ایسے شخص کو تلاش کروں جو مجھے کسی آباد علاقے کا راستہ بتائے یا مجھے وہاں لے جائے۔ چنانچہ میں چلتا رہا اور پھر اوپر پہنچ گیا، یہ ایک شفاف سڑک تھی، دور دور تک کسی آدم زاد کا نام و نشان نہ تھا..... سڑک کی دوسری طرف بھی ایسے ہی ڈھلان تھے..... بہر حال کافی دیر تک اسی طرح کھڑا رہا پھر ایک جانب سے دھول اڑتی ہوئی نظر آئی، غالباً کوئی گاڑی اس طرف آ رہی تھی اور پھر میرا اندازہ درست نکلا، کیونکہ اس دھول میں سے ایک گاڑی برآمد ہوئی، دراصل یہ وہ مٹی اور دھول تھی جو اس سڑک کے کناروں پر موجود تھی اور تیزی سے گزرنے والی گاڑیاں اس دھول کو اڑاتی ہوئی گزرتی ہوں گی..... بہر حال میں اس بات کے لئے تیار ہو گیا کہ میں اس گاڑی کو ضرور روکوں گا، چنانچہ میں سڑک کے درمیان میں آ گیا، البتہ اتنی جگہ میں نے ضرور چھوڑی تھی کہ اگر گاڑی والا مجھے نہ دیکھ

پائے تو میں ایک طرف ہو جاؤں تاکہ محفوظ رہوں۔ پھر میں نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے اور زور زور سے اس انداز میں ہلانے شروع کر دیئے جیسے میں مدد چاہتا ہوں..... پھر اس گاڑی والے نے شاید مجھے دیکھ لیا تھا کیونکہ اس کی گاڑی کی رفتار کم ہونا شروع ہو گئی۔ ایک گاڑی میرے قریب آ کر رک گئی، یہ بالکل نئی چمکتی ہوئی گاڑی تھی، پھر اس میں سے ایک آدمی باہر نکلا، اچھا خوش شکل آدمی تھا، رنگ گورا، خوبصورت لمبے بال جو شانوں تک چلے گئے تھے، آنکھوں میں سنہری فریم کی عینک، ہاتھوں میں انگشتیاں، گلے میں چین پڑی تھی، جدید تراش خراش کا لباس پہنے ہوئے، دیکھنے دکھانے والی چیز تھی..... اس نے کہا۔

آفتاب ”آپ یہاں اس تناوریرانے میں کیا کر رہے ہیں.....؟“

”کچھ نہیں، ایک مسافر ہوں.....“

”راستہ بھول گئے ہیں کیا؟“

”جی.....“

”لیکن آپ کے پاس کوئی سواری نہیں ہے.....؟“

”نہیں جی میں شہر جانے والی بس میں سوار ہوا تھا، پھر بس ایک جگہ رکی سب نیچے اتر کر ادھر ادھر گھومنے لگے، میں بھی ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا، میری آنکھ لگ گئی، آنکھ کھلی تو بس جا چکی تھی.....“

”اوہو یہ تو بہت برا ہوا.....“

”ہاں جی، شہر جانا چاہتا ہوں، کیا آپ میری مدد کریں گے.....؟“

”ہاں کیوں نہیں، میں شہر ہی کی طرف جا رہا ہوں، میرے ساتھ چلیں، شہر میں آپ جہاں بھی کہیں گے، میں آپ کو اتار دوں گا.....“ اس نے کہا اور ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والا دروازہ کھول دیا میں اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا تھا، پھر اچانک اس نے کہا۔

”آپ کا سامان وغیرہ.....؟“

”وہ بس میں ہی تھا.....“ سامان کے ذکر سے مجھے مورتی یاد آ گئی جو میں نے

اندرونی لباس میں چھپالی تھی۔

”اوہو! یہ تو بہت برا ہوا! آپ کا پرس وغیرہ تو ہے نا آپ کے پاس.....!“

”جی نہیں.....“

”تو کیا وہ بھی اس سامان کے ساتھ.....؟“

”جی ہاں، بالکل.....“

”پھر تو اس بس کو تلاش کرنا ہو گا، اور اگر سامان نہ ملا تو اس کی رپورٹ کرنا ہو

گی.....“

”چھوڑیں صاحب اب جو ہونا تھا وہ ہو گیا.....“

”لیکن پھر بھی، کوئی اہم کانڈ، کوئی ایسی دستاویز جو اہم ہو اور جس کے لئے

رپورٹ کرنی پڑے.....“

”نہیں صاحب، اس سامان میں صرف میرے کپڑے اور کچھ پیسے تھے.....“

”چلو یہ بھی غنیمت ہے، بہر حال برا ہوا، بہت برا ہوا تم کو تو اس سامان کے

حصول کے لئے میں کوشش کروں.....“

”نہیں صاب، آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں، جانے والی چیز تھی چلی گئی، اب اس

کا غم کیا کرنا.....؟“

”تمہارا نام نہیں پوچھا میں نے ابھی تک، ویسے تمہارا نام کیا ہے.....؟“

”شاہو، شاہو ہے جی میرا نام.....“

”مجھے دلاور خان کہتے ہیں.....“

”شاہو، تم رہتے کہاں ہو..... کیا اسی شہر میں.....؟“

”نہیں جی، اس شہر میں تو میں ایک اجنبی کی حیثیت سے جا رہا ہوں میں تو جمال

پور کے ایک علاقے شاہ بستی میں رہتا ہوں.....“

”اچھا آپ کے والد کیا کرتے ہیں؟“

”والد نہیں ہیں.....“

”اور والدہ؟“

”وہ بھی نہیں ہیں.....“

”بڑا افسوس ہوا سن کر، آئی ایم سوری، آئی ایم سوری، دیری سوری.....“

جواب میں میں خاموش ہی رہا تھا.....

”آپ پڑھتے ہیں.....؟“

”نہیں جی.....“

”پھر کوئی کام وغیرہ کرتے ہیں؟“

”جی ہاں، ایک دکان پر ملازم ہوں.....“

”اچھا اچھا.....“ پھر وہ خاموش ہو گیا تھا..... کافی دیر تک اسی طرح

خاموشی چھائی رہی پھر اس نے کہا فیروز آباد میں کہاں قیام کریں گے.....؟“ اس نے

پوچھا اور پہلی بار مجھے اس شہر کا نام پتہ چلا جہاں ہم جا رہے تھے، میں نے کہا۔

”وہاں میرا کوئی جاننے والا نہیں ہے.....“

”پھر، آپ کے پاس تو اب پیسے بھی نہیں ہیں.....“

”جی.....“ میں نے افسردہ لہجے میں کہا۔

”آپ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ میرے ہاں قیام کریں، بلکہ یہی مناسب رہے

گا.....“

”جی آپ کا یہ احسان ہی بہت ہے کہ آپ مجھے شہر تک لے جا رہے ہیں ورنہ

میں تو ان بیابانوں میں ہی سر نکراتا پھرتا.....“

”اس میں احسان کی تو کوئی بات نہیں ہے، بحیثیت انسان یہ میرا فرض ہے اور اگر

کوئی شخص یہ سب نہیں کرتا تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ انسانیت سے خارج ہے۔ چنانچہ

آپ کے لئے بہتر یہی ہے کہ آپ کچھ روز میرے ہاں قیام کریں، جس مقصد کے لئے

آپ یہاں آئے ہیں اسے پورا کیجئے اور پھر اپنے شہر روانہ ہو جائیے.....“

”جی میرے خیال میں.....“

”خیال وغیرہ آپ چھوڑیں، آپ کو اب میرے گھر رہنا ہو گا، اللہ کا دیا میرے

پاس سب کچھ ہے، آپ کو وہاں کوئی تکلیف نہیں ہو گی، اور ہاں رقم وغیرہ کی پرواہ بھی

بالکل نہ کیجئے گا.....“

میں اس کو کیا جواب دیتا، خاموش ہی رہا، پھر کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد گاڑی

شہر میں داخل ہو گئی، گاڑی کچھ دیر مختلف سڑکوں پر دوڑتی رہی، راستے میں مجھے اندازہ ہوا



کہ چھوٹا سا شر ہے لیکن صاف ستھرا ماحول ہے، سڑکیں خوبصورت ہیں، چاروں طرف ہریالی ہی ہریالی چھائی ہوئی ہے، چھوٹے چھوٹے بازار ہیں، بڑا ہی پرسکون ماحول ہے، زندگی میں ایک عجیب سی تبدیلی آئی تھی، کہاں وہ شاہ بستی اور کہاں یہ ماحول، اتنی بڑی تبدیلی، بہر حال اس تبدیلی سے اب تک پریشان رہا تھا، لیکن اب کچھ سکون محسوس ہو رہا تھا، اب مجھے ایک مقصد مل گیا تھا، ساتھ ساتھ ہی طاقت بھی دی گئی تھی، ایک ایسی طاقت جو بہر حال ایک حیثیت رکھتی تھی، اور یہ شخص، یہ شخص تو میرے لئے فرشتہ ہی ثابت ہوا تھا۔

پھر گاڑی مختلف راستوں سے گزرتی ہوئی ایک کوچھی کے سامنے جا کر رک گئی، پھر اس آدمی نے ہارن بجایا..... اور ایک ملازم نے دروازہ اندر سے کھول دیا اور وہ آدمی یعنی دلاور خان گاڑی اندر لیتا چلا گیا..... اس نے گاڑی ایک جگہ روک دی۔

”آؤ“ اس نے کہا اور دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا، میں بھی دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا تھا، میں نے دلاور خان کو دیکھا، اچھا خاصا لبا چوڑا تھا یہ شخص، انتہائی شاندار شخصیت تھی اس کی، پھر میں نے کوچھی پر نظر دوڑائی، انتہائی خوبصورت کوچھی تھی، ایک طرف وسیع لان تھا جس میں مختلف قسم کے پھول لگے ہوئے تھے، دیوار کے ساتھ ساتھ نارمل کے درخت بھی تھے، کوچھی کی شان و شوکت سے مجھے دلاور خان کی حیثیت کا اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ شخص انتہائی دولت مند ہے..... بڑی آن بان ہے اس کی، دلاور خان مجھے لئے ہوئے آگے بڑھا اور سامنے کی سمت جانے کی بجائے دائیں سمت سے چلا، دائیں جانب آگے جا کر میں نے دیکھا کہ دیوار کے ساتھ ساتھ چار پانچ کمرے بنے ہوئے تھے، ان کے آگے چھوٹی چھوٹی کیریاں بنی ہوئی تھیں جن میں پودے لگے ہوئے تھے۔ پھر دلاور خان ان کمروں میں سے ایک کے دروازے کے پاس گیا اور زور سے کسی کو آواز دی.....

”بادشاہ، او بادشاہ خان.....“ جواب میں اندر سے آواز سنائی دی۔

”او آؤ ہے خانا، ابی آتا ہے.....“ دو منٹ کے بعد دروازہ کھلا اور اندر سے ایک آدمی برآمد ہوا، مضبوط ہاتھ پیروں والا پٹھان تھا، معمولی لباس پہنے ہوئے پھر ہمیں دیکھ کر وہ چونک پڑا۔

”سلام صاب، تم آگیا صاب!“

”تو کیا نہیں آتا.....؟“

”نہیں صاب کیا بات کرتا ہے، ہم تو انتظار کرتا تھا آپ کا.....“

”چلو انتظار ختم ہوا تمہارا۔ اب خوش ہونا!“

”جی ہاں بہت خوش ہوں.....“

”اچھا سنو! یہ ہمارے مہمان ہیں، یہ کچھ دن یہیں قیام کریں گے.....“

”جی اچھا صاب.....“

بھی یہ تمہارے ساتھ قیام کریں گے، ان میں سے ایک کمرہ انہیں دے دو، کھانے وغیرہ کا خیال رکھنا..... انہیں کوئی پریشانی یا کوئی تکلیف نہ ہو.....“

”جی صاب، انہیں یہاں کوئی تکلیف نہ ہوگا، آپ فکر مت کرو.....“

”رشید آگیا ہے.....؟“

”جی صاب، وہ اندر کوچھی میں ہے.....“

”اچھا ٹھیک ہے.....“ دلاور خان نے کہا اور پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

”دیکھو شاہو! آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی، آپ یہاں رہو، اپنا کام کرو

اور یہ کچھ پیسے ہیں یہ رکھو.....“ اس نے جیب سے سو سو کے چند نوٹ نکال کر میری

جانب بڑھا دیئے۔“

”جی.....“

”ارے اس میں جھجکنے کی کیا بات ہے، مجھے اپنا بڑا بھائی سمجھو اور کھانے پینے یا

دوسری چیزوں میں بھی تکلف نہ کرنا، جو چاہئے ہو بلا جھجک کہنا۔ ٹھیک ہے.....!“

”جی.....“

”اور یہ.....؟“ اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پیسوں کی جانب اشارہ کر کے

کہا.....

”یہ آپ رکھیں، اگر مجھے ضرورت ہوئی تو آپ سے مانگ لوں گا.....“

”ارے نہیں! رکھو یہ، رکھ لو.....“ اس نے زبردستی نوٹ میری جیب میں

ٹھونس دئے تھے۔

”بادشاہ خان! خیال رکھنا.....“ اس نے بادشاہ خان سے کہا اور واپس کوٹھی کی طرف چلا گیا تھا..... پھر بادشاہ خان نے مجھ سے کہا.....

”او صاب!“ اور میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا..... کمرہ اچھا خاصا تھا، صاف ستھرا، ایک جانب مسری رکھی ہوئی تھی، درمیان میں ایک میز رکھی ہوئی تھی، اس کے علاوہ کمرے میں کوئی سامان نہیں تھا، بہر حال سرچھپانے کا بہتر ٹھکانا مل گیا تھا، میں نے سوچا کچھ دن یہاں رہوں گا اور اس کے بعد یہاں سے نکل کر کوئی اور جگہ تلاش کروں گا، ابھی تو روپ متی کا کام بھی کرنا تھا۔

”صاحب! یہ آپ کے رہنے کا کمرہ ہے، اگر کوئی چیز چاہئے ہو، کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو آپ بے جھجک کہو، ہم آپ کا خدمت کے لئے تیار ہیں.....“

”جی اچھا.....“

”او صاب آپ ام کو بولتا ہے جی اچھا، اب حکم کرو؟“

”مجھے بھوک لگ رہی ہے.....“

”صاب ہم ابھی آپ کے لئے کھانا بھجواتا ہے، آپ منہ ہاتھ وغیرہ دھو لو وہ دیکھو وہ ادھر ہاتھ روم ہے.....“ اس نے ایک جانب اشارہ کیا۔ کمرے کے اندر ہی ہاتھ روم بنا ہوا تھا۔

”ٹھیک ہے.....“ میں نے کہا، پھر میں ہاتھ روم میں داخل ہو گیا، اچھنی طرح ہاتھ منہ دھویا پھر مجھے مورتی کا خیال آیا اور میں نے اپنے لباس میں سے مورتی نکال لی، مورتی بالکل صبح سلامت تھی، میں نے اسے واپس اپنے لباس میں رکھ لیا..... پھر میں باہر آ گیا، کچھ دیر مسری پر لیٹ گیا تھا، آرام دہ مسری تھی اور لینے میں لطف آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد دروازے پر دستک ہوئی اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”کون ہے.....؟“

”میں ہوں ملازمہ، آپ کے لئے کھانا لائی ہوں.....“ میں نے دروازہ کھول دیا تھا..... پندرہ سولہ سال کی ایک پیاری سی لڑکی کھانے کی ٹرے ہاتھ میں لئے کھڑی تھی..... میں ٹرے اس کے ہاتھ سے لینے لگا تو وہ بولی.....

”ارے آپ کیوں تکلیف کر رہے ہیں، میں کھانا میز پر لگا دیتی ہوں.....“ اس

نے کہا اور آگے بڑھ آئی، میں نے اسے اندر جانے کے لئے راستہ دے دیا تھا..... پھر اس نے کھانا میز پر لگا دیا، ساتھ پانی بھی تھا..... کتنے لگی.....

”کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو بتا دیجئے میں ابھی دوبارہ چکر لگاؤں گی.....“

”نہیں تم جاؤ بس اتنا ہی کافی ہے.....“ میں نے کہا اور وہ چلی گئی، میں نے محسوس کیا تھا کہ اس کے انداز میں عجیب سی بے چینی ہے، جیسے کچھ کہنا چاہ رہی ہو لیکن کہہ نہیں پا رہی..... بہر حال وہ مجھے اچھی لگی تھی..... میں نے میز مسری کے قریب ہی کھسکا لی اور کھانا کھانے بیٹھ گیا..... انتہائی مزیدار کھانا تھا، میں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا اور پھر برتن میز پر ہی سمیٹ دیئے تھے۔ اس کے بعد میں مسری پر جالیٹا تھا..... کچھ دیر کے بعد دروازے پر دستک ہوئی.....

”آ جاؤ! دروازہ کھلا ہے.....“ میں نے کہا اور وہی لڑکی دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی، میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا تھا..... اس نے خاموشی سے برتن سمیٹ کر ٹرے میں رکھے پھر مجھ سے مخاطب ہوئی۔

”کسی اور چیز کی ضرورت تو نہیں؟“

”نہیں شکریہ.....“ میں نے کہا اور وہ واپسی کے لئے مڑ گئی، میں اسے دروازے سے باہر جاتے ہوئے دیکھتا رہا تھا..... پھر میں آرام ہی کرتا رہا تھا، تمام خیالات کو اب ذہن سے جھٹک دیا تھا اور کافی حد تک پرسکون تھا..... کافی دیر اسی طرح گزر گئی پھر دروازے پر دوبارہ دستک ہوئی.....

”کون ہے، اندر آ جاؤ!“ میں نے کہا اور بادشاہ خان اندر داخل ہو گیا، میں ایک بار پھر اٹھ کر بیٹھ گیا تھا.....

”اولیئے رہو، لیئے رہو صاب، ہم تو یہ پوچھنے کو آیا کہ تم نے کھانا کھالیا؟“

”ہاں بادشاہ خان.....“ میں نے جواب دیا۔

”اور چائے!“

”نہیں چائے نہیں پی.....“

”او صاب تم بہت شرماتا ہے اس بی بی سے چائے کا بول دیتا، دو منٹ میں آ جاتا“

اچھا ہم خود چائے لے کر آتا ہے.....“ بادشاہ خان نے کہا اور باہر چلا گیا، بہت اچھا

رویہ تھا ان لوگوں کا میرے ساتھ، ایک تو کھانا ہی اتنا شاندار تھا، اس کے بعد چائے اور دوسری چیزیں، میں بہر حال ان لوگوں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا..... تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ خان چائے لے کر آگیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی، جس میں چائے کی کیتلی رکھی ہوئی تھی، ساتھ ہی دو پیالیاں بھی تھیں، یہ برتن بھی انتہائی خوبصورت تھے۔ بادشاہ خان بولا.....

”صاب، تم کو برا نہ لگے تو ہم بھی آپ کے ساتھ.....“

”ہاں ہاں بادشاہ خان اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے.....“ میں نے کہا اور بادشاہ خان نے دونوں پیالیوں میں چائے انڈیلی، پھر ایک کپ اس نے میری جانب بڑھا دیا اور دوسرا کپ لے کر زمین پر بیٹھ گیا.....

”بادشاہ خان! اوپر آ جاؤ یہاں.....“

”نہیں صاب، ہم کو عادت ہے، ہم ٹھیک ہے.....“

”لیکن اچھا نہیں لگتا.....“

”نہیں صاب، ہم نے اپنے کمرے میں بھی زمین پر بستر لگایا ہوا ہے، ہم کو اس زمین کی عادت ہے۔“

”اچھا تمہاری مرضی.....“

”صاب! کسی بھی چیز کی ضرورت ہو، کوئی تکلیف ہو، آپ ہمارا دروازہ بجانا“

”چاہے آدھی رات کا وقت ہی کیوں نہ ہو، ہم آپ کے لئے حاضر ہیں.....“

”یہ تو تمہاری محبت ہے بادشاہ خان.....“ میں نے کہا تھا..... پھر ہم خاموشی سے چائے پیتے رہے، بادشاہ خان نے زبردستی مجھے دو کپ اور پلائے تھے۔ پھر وہ چائے کے برتن لے کر باہر نکل گیا تھا..... میں اطمینان سے مسہری پر لیٹ کر سونے کی کوشش کرنے لگا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد مجھے نیند آ گئی تھی.....

ایک دو دن اسی طرح گزر گئے تھے، وہی معمولات تھے، بادشاہ خان اور وہ لڑکی آتے جاتے رہتے تھے، اس دوران دلاور خان سے دوبارہ ملاقات نہیں ہوئی تھی..... میں نے یہاں ایک میں باہر بھی آ جاتا تھا، کبھی لان میں کبھی ادھر ادھر گھومتا رہتا..... میں نے یہاں ایک خاص بات محسوس کی تھی کہ اس کو بھی میں ان تین افراد کے علاوہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا تھا، نہ کوئی بچہ نظر آیا، نہ کوئی ایسا شخص جو دلاور کے رشتہ دار کی حیثیت سے سامنے آئے..... ماحول پر بھی خاموشی چھائی رہتی اور عجیب سی پراسرار کیفیت تھی اس جگہ کی، پھر تیسرے دن ابھی میں ناشتے سے فارغ ہوا ہی تھا کہ دلاور خان میرے پاس آ گیا.....

”کو شاہو! کیسی گزر رہی ہے.....؟“

”آپ کی مہربانیاں ہیں جناب، بہت بڑا احسان کیا آپ نے مجھ پر.....“

”اس میں مہربانی کی کیا بات ہے شاہو، یہ سمجھو یہ تمہارا اپنا گھر ہے، کوئی تکلیف تو

نہیں ہے تمہیں یہاں؟“

”کیوں شرمندہ کر رہے ہیں، اتنی اچھی طرح سے دیکھ بھال کر رہے ہیں آپ

لوگ کہ میں آپ کا بے حد ممنون ہوں.....“

”اچھا یہ بتائیے آپ کو کام کے سلسلے میں جانا تھا کہیں، اس کے سلسلے میں کیا

پروگرام ہے.....؟“

”بس تھوڑی دیر کا کام ہے، کسی بھی وقت میں چلا جاؤں گا.....“

ہوئے تھے اور بیشتر زمین خالی پڑی ہوئی تھی، لیکن یہاں بھی میں نے کسی انسان کو نہیں دیکھا تھا..... یہ بڑے لوگ بس گھروں میں گھسے رہتے ہیں انہیں کسی سے کوئی مطلب نہیں ہوتا، بس اپنے اپنے گھروں میں مست رہتے ہیں.....

بہر حال میں چلتا رہا اور کافی دور نکل آیا، پھر مین روڈ پر آگیا مین روڈ پر اسی طرح چلتا رہا، تھوڑی دور ایک بازار سا نظر آ رہا تھا چنانچہ اسی طرف چل پڑا..... راستہ میں نے اچھی طرح یاد کر لیا تھا اور اس طرف سے مجھے کوئی پریشانی نہیں تھی۔ چلتے چلتے میں بازار تک آگیا، یہاں تھوڑی بہت رونق تھی، لوگ روزمرہ کی ضروریات کی چیزیں خرید رہے تھے، کافی دیر تک یونہی اس بازار میں گھومتا رہا، پھر ایک دکان میں لگی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا، دن کا ایک بج رہا تھا..... میں واپسی کے لئے مڑ گیا پھر اسی طرح پیدل چلتا ہوا میں واپس کوٹھی پہنچ گیا تھا..... ابھی مین گیٹ پر لگی نیل بجانے کا ارادہ کر رہی رہا تھا کہ بادشاہ خان دروازہ کھول کر باہر آگیا.....

”ارے صاب تم؟“

”ہاں میں واپس آگیا.....“

”چلو اچھا ہوا‘ اچھا ایک سائیڈ پکڑو.....“ اس نے مجھے ایک طرف ہونے کا

اشارہ کیا پھر اندر جا کر مین گیٹ پورا کھول دیا، میں نے دیکھا کہ اندر سے ایک لمبی گاڑی

باہر نکل رہی ہے، یہ گاڑی دلاور خان کی نہیں تھی، میں نے گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ کی

طرف دیکھا وہاں کوئی اور ہی شخص موجود تھا، اکیلا ہی تھا..... عجیب سی شخصیت تھی

اس کی، لمبے بال، بڑی بڑی مونچھیں، آنکھوں پر گہرے رنگ کا چشمہ لگایا ہوا، اس نے

تیزی سے گاڑی ریورس کی اور پھر زنائے سے باہر نکل گیا، پھر اسی تیزی کے ساتھ اس

نے گاڑی سڑک پر دوڑائی تھی، اس کا اندازہ بالکل ایسا ہی تھا جیسے پولیس اس کے پیچھے لگی

ہوئی ہو' میں اس کی اس حرکت سے حیران تھا' بہر حال مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی

میں واپس اپنے کمرے میں آ گیا تھا، تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ خان میرے پاس آ

.....

”صاب کھانا بھجوا دے.....!“

”ہاں بادشاہ خان شدید بھوک لگی ہے.....“

”اچھا صاب، ہم ابھی بھجواتا ہے، ہم ایک کام سے جا رہا ہے کوئی چیز چاہئے ہو تو سنبل کو بتا دینا.....“

”ٹھیک ہے.....“ مجھے حیرانی تھی کہ مجھے یہاں آئے ہوئے تین چار دن ہو گئے تھے لیکن میں نے اس لڑکی کا نام تک نہیں پوچھا تھا..... بادشاہ خان چلا گیا..... پھر وہ لڑکی میرے لئے کھانے لے کر آگئی، اس نے کھانا میز پر لگا دیا تھا اور ایک جانب کھڑی ہو گئی، میں حیران تھا کہ وہ ابھی تک یہیں موجود ہے، پھر میں نے اس سے پوچھ ہی لیا.....

”خیریت، کوئی خاص بات ہے کیا.....؟“

”تم یہاں کیسے پھنس گئے.....؟“

”ہوں، میں سمجھا نہیں؟“

”میں تم سے پوچھ رہی ہوں کہ تم ان لوگوں کے چکر میں کیسے پھنس گئے.....؟“

”لیکن تمہیں اس سے کیا غرض.....؟“

”بھاگ جاؤ، نکل جاؤ یہاں سے، یہ لوگ نہیں چھوڑیں گے تمہیں.....“

”تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہی ہیں، آخر تم کتنا کیا چاہتی ہو.....؟“

”بس میں یہی چاہتی ہوں کہ تم اپنی زندگی بچا سکتے ہو تو بچا لو.....“

”لیکن یہ لوگ میری جان کیوں لینے لگے، یہ تو انتہائی شریف لوگ ہیں.....“

”تم نہیں جانتے، نام کیا ہے تمہارا.....؟“

”شاہو.....“

”شاہو، تم میری بات سمجھنے کی کوشش کرو، یہ لوگ انتہائی خطرناک ہیں، بڑا عجیب

گروہ ہے یہ.....“

”کچھ پتہ تو چلے۔“

”میں زیادہ دیر یہاں نہیں رک سکتی، بادشاہ خان بازار تک گیا ہے اور آتا ہی ہو

گا، میری تم سے درخواست ہے کہ یہاں سے جس طرح بھی ممکن ہو سکے نکل

جاؤ.....“ اس نے کہا اور تیزی سے واپسی کے لئے مڑ گئی، میں حیران و پریشان سا اس

کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا تھا۔ اس کی باتیں واقعی میری سمجھ میں نہیں آئی تھیں، یہ لوگ دلاور خان، بادشاہ خان، ان کا اتنا اچھا سلوک تھا میرے ساتھ۔ ہر وقت میرا خیال رکھنا، ہر طرح سے دھیان رکھنا اور یہ لڑکی، یہ لڑکی کہہ رہی تھی کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے۔ نہیں، ممکن نہیں ہو سکتا، ناممکن سی بات تھی یہ۔

بہر حال بات آئی گئی ہو گئی، پھر ایک رات اچانک میری آنکھ کھل گئی، مجھے کھڑبو کی آوازیں سنائی دی تھیں..... میں پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھا، مورتی میں نے ہاتھ میں پکڑ لی تھی، میں نے آہستگی سے اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر اس میں تھوڑی سی جھری پیدا کی اور باہر کا جائزہ لینے لگا، میں نے دیکھا کہ بادشاہ خان چوروں کی طرح ادھر ادھر دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا ہے..... اس کے بعد وہ کوٹھی کے اندرونی حصے میں داخل ہو گیا، رات کے اس حصے میں بادشاہ خان کو کیا کام پڑ گیا ہے، جو وہ اندر جا رہا ہے، پھر اس طرح، بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی تھی، میں دروازہ کھول کر باہر نکل آیا تھا، اور پھر میں بھاگ کے ناریل کے درختوں کی آڑ میں چھپ گیا تھا، یہاں سے میں کوٹھی کی نقل و حرکت کا جائزہ لے سکتا تھا..... تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ بادشاہ خان ایک آدمی کے ساتھ باہر آیا، اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جو کپڑے سے ڈھکی ہوئی تھی، پھر اس آدمی نے ایک گاڑی کا دروازہ کھولا اور بادشاہ خان نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چیز اس گاڑی کی پچھلی سیٹ پر رکھ دی تھی، آدمی نے پچھلا دروازہ کھول دیا اور وہ آدمی گاڑی باہر لے گیا، پھر بادشاہ خان نے گیٹ دوبارہ بند کر دیا تھا..... پھر وہ اپنے کمرے کی جانب چل پڑا۔ اس وقت وہ انتہائی پر اسرار لگ رہا تھا اور میں حیران تھا کہ اسے کیا ہو گیا ہے، یہ کیا چکر ہے، ایسا کون سا سامان ہے جو دن کی روشنی میں نہیں جاسکتا تھا، اس کے بعد بادشاہ خان نے اپنے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا..... کافی دیر تک میں اسی طرح اپنی جگہ کھڑا رہا۔ پھر میں چھپتا چھپاتا اپنے کمرے تک آگیا، دروازہ کھولا اور اندر آ کر دروازہ اندر سے بند کر لیا..... پھر میں مسہری پر جالینا، دلاور خان کے بیوی بچے بھی یہاں نہیں ہیں اور پھر بادشاہ خان، کہیں یہ چیزیں چوری کر کے بیچتا تو نہیں، لیکن یہ ممکن نہیں تھا کہ دلاور خان کو پتہ نہ چلے..... کافی دیر تک میں اس بارے میں سوچتا رہا پھر لڑکی یاد آئی، بھاگ جاؤ ورنہ یہ لوگ مار ڈالیں گے تمہیں.....

اس لڑکی نے کہا تھا۔ کچھ نہ کچھ گڑبڑ ضرور ہے پھر نہ جانے کس وقت میری آنکھ لگ گئی تھی.....

دوسرا دن معمول کے مطابق تھا، بادشاہ خان میرے پاس دوپہر کو آیا تھا، پہلے میں نے سوچا کہ اس سے رات والے قصے کے بارے میں پوچھوں لیکن پھر کسی مصلحت کے تحت خاموش ہو گیا، البتہ میں نے اس سے اتنا ضرور پوچھا تھا.....

”بادشاہ خان!“

”جی صاب!“

”یہاں اس کو بھی میں دلاور خان صاب کے بیوی بچے نظر نہیں آئے.....“

میرے اس سوال پر بادشاہ خان خاموش ہو گیا تھا، اس کی اس خاموشی کو میں نے معنی خیز نظروں سے دیکھا تھا، کچھ دیر وہ خاموش رہا پھر اس نے کہا.....

”ہمارا صاب، آپ کو جتنا خوش نظر آتا ہے صاب، اندر سے وہ اتنا ہی دکھی ہے ہمارا صاب کے ساتھ تقدیر بڑا خراب مذاق کیا، اس کا بیوی تھا، دو خوبصورت بچے تھے ایک دفعہ ڈرائیور کے ساتھ ہمارا بیگم صاب شاپنگ کے لئے نکلا، بچہ لوگ بھی ساتھ تھا، راستے میں ان کا گاڑی ایک ٹرک نے کچل دیا، ٹرک والا بھاگ گیا اور بس سب ختم ہو گیا، بیگم صاب، بچے بری طرح ہلاک ہو گیا صاب! ان کا شاک آج تک میرے کو نہیں بھولا اب بھی حویلی میں ان کا آوازیں گونجتا ہے اور پتہ ہے صاب تم کو اندر کیوں نہیں بلایا، ہمارا صاب جب بھی کسی مہمان کو لاتا بیگم صاب سے ملاتا پھر صاب اور بیگم صاب ان کا خوب خاطر کرتا، اب بھی کوئی نیا آدمی آتا تو صاب کو بیگم صاب کا بہت یاد آتا ہے اس دن صاب تم کو لے کر آیا پھر اندر جا کر بہت رویا بہت رویا صاب.....“ بادشاہ خان نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے تھے.....

میں بہر حال انسان تھا اور پھر میں نے دلاور خان کا رویہ محسوس کیا تھا، بہت ہی اچھا آدمی تھا۔ وہ مہربان مخلص، اور پھر یہ بادشاہ خان، ایک وفادار نوکر، لیکن وہ لڑکی، اس لڑکی کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آئی تھیں..... پھر میں اپنی جگہ سے اٹھا اور بادشاہ خان کے پاس پہنچ گیا اور اس کے کندے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا.....

”بس کرو بادشاہ خان، بس کرو، اللہ تمہیں صبر دے، اللہ دلاور خان صاب کو بھی

صبر دے، اتنے اچھے آدمی کے ساتھ اور یہ سب، بس کیا کہہ سکتے ہیں یہ تو تقدیر کے کھیل ہیں، چپ ہو جاؤ، بس چپ ہو جاؤ اب..... شاباش.....“ میں نے کہا اور بادشاہ خان نے اپنے کندھے پر بڑے ہوئے کپڑے سے منہ پونچھا، پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر چلا گیا تھا۔

بقیہ دن اسی طرح گزر گیا ملازمہ آتی تھی، کھانا دے کے چلی جاتی تھی اس کے بعد اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی، پھر دوسرے دن وہ صبح ہی صبح آگئی تھی، میں بھی جلدی جاگ گیا تھا..... اس نے آتے ہی ناشتہ رکھا اور مسہری پر ایک جانب بیٹھ گئی.....

”تم نے میری بات کو مذاق سمجھا تھا شاید.....“

”کون سی بات.....؟“ میں نے انجان بنتے ہوئے کہا.....

”میں نے تم سے کہا تھا کہ یہاں سے بھاگ جاؤ.....“

”خیر میں یہاں مستقل تو قیام کرنے کے لئے نہیں آیا، لیکن تم میرے جانے پر اتنا

زور کیوں دے رہی ہو.....؟“

”اس لئے کہ میں تمہاری خیر خواہ ہوں.....“

”اچھا.....“ میں نے مضحکہ خیز انداز میں کہا اور وہ پریشان نگاہوں سے مجھے

دیکھنے لگی، پھر بولی.....

”دیکھو تمہیں خدا کا واسطہ، جتنی جلدی ممکن ہو سکے تم یہاں سے بھاگ جاؤ، اس میں تمہاری بھلائی ہے، میرا فرض تھا تمہیں آگاہ کرنا اب یقین کرنا نہ کرنا تمہاری مرضی ہے، اس سے زیادہ میں اور کیا کہہ سکتی ہوں.....“ اس نے کہا اور پھر وہ چلی گئی تھی، میں نے بہر حال یہی سوچا تھا کہ یہ لڑکی ذہنی مریضہ ہے اور ہر ذہنی مریض کو یہی لگتا ہے کہ اس کے قریبی لوگ اس کے سب سے بڑے دشمن ہیں، لیکن مریض یہ لگتی تو نہیں ہے..... میں تو ایک بات جانتا تھا کہ یہ لوگ بہر حال ہمدرد اور مخلص ہیں..... پھر دو تین روز اس طرح گزر گئے، پھر ایک دن کوئی چار بجے کا وقت تھا کہ بادشاہ خان میرے کمرے میں آگیا، میں اپنی مسہری پر بیٹھا ہوا تھا، بادشاہ خان نے کہا۔

”صاب وہ ہمارا صاب آپ کو بلاتا ہے.....“

”کہاں.....؟“ میں نے پوچھا.....

”وہ باہر لان کے لئے نیا سیٹ لایا ہے، وہیں بیٹھ کر چائے پیئے گا آپ کو بھی بلاتا ہے.....“

”اچھا.....“ میں نے کہا اور پھر اس کے ساتھ باہر نکل آیا..... باہر آکر میں نے دیکھا کہ لان پر بید کی کرسیاں اور ایک میز پڑی ہوئی تھی، انہی میں سے ایک کرسی پر دلاور خان بیٹھا ہوا تھا ہمارے قریب پہنچنے پر اس نے مجھے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں بیٹھ گیا تھا پھر اس نے کہا۔

”اؤ بھئی شاہو، بات دراصل یہ ہے کہ آج کل کاروبار میں مقابلہ اتنا بڑھ گیا ہے کہ بس فرصت ہی نہیں ملتی، اس لئے وقت نکال نہیں پاتا اور آپ سے اسی لئے ملاقات نہیں ہو پائی.....“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے یہ۔ ظاہر ہے آپ کی کاروباری مصروفیات ہیں اور پھر یہ لوگ بھی میرا بہت خیال کرتے ہیں.....“

”اچھا شاہو، آپ کا وہ کام ہو گیا تھا.....؟“

”جی، ایک صاحب سے ملنا تھا، ان سے ملاقات ہو گئی ہے اور تمام باتیں طے ہو گئی ہیں۔“

”کیسی باتیں.....؟“

”بس ذرا دکان کا مسئلہ تھا.....“

”اچھا خیر، اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات پوچھوں.....؟“

”جی.....؟“

”آپ کو دکان سے کتنے پیسے مل جاتے ہوں گے.....؟“ میں خاموش ہو گیا سوچ رہا تھا کہ کیا جواب دوں، پھر میں نے کہا۔

”بس گزر بسر ہو جاتی ہے.....“

”تو کیا آپ ساری زندگی اسی طرح گزار دیں گے؟“

”جی میں سمجھا نہیں.....“

”میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کل کو آپ کی شادی ہو گئی، بچے وغیرہ ہوں گے، کیا

اس تنخواہ میں جو آپ لیتے ہیں آپ کا اور آپ کے بیوی بچوں کا گزارہ ہو جائے گا؟“

”جی نہیں.....“ میں نے کہا.....

”تو پھر آپ کو ابھی سے کوئی ایسا کام کرنا چاہئے جو تمہارے لئے ایک بہتر مستقبل بنانے میں بہترین معاون ثابت ہو.....“

”آپ کے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہئے.....؟“

”دیکھو شاہو! میرا ایک دوست ہے جو لوگوں کو باہر بھیجتا ہے، باقاعدہ ان کا ویزہ لگتا ہے اور بالکل قانونی طور پر لوگ وہاں جاتے ہیں اور پھر وہاں جا کر مختلف طرح کی نوکریاں کرتے ہیں، وہاں بھی تمہیں اپنے مزاج کے مطابق کام ملے گا، لیکن وہاں بہت بڑے بڑے اسٹور ہوتے ہیں یہ چھوٹی چھوٹی دکانیں نہیں ہوتیں، ان میں کام کرنا مشکل نہیں ہوتا، لیکن بس ہوشیاری سے کام کرنا پڑتا ہے، ہر قدم پر اپنے آپ کو بچا کر چلنا پڑتا ہے اور مجھے امید ہے کہ تم یہ کام کر لو گے.....“

”جی دیکھ لیں آپ، اگر آپ بہتر سمجھتے ہیں تو پھر مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا.....“

”ہاں یہ ہوئی نا بات، بادشاہ خان! بھئی چائے کہاں ہے.....؟“ اس نے قریب کھڑے بادشاہ خان سے کہا اور بادشاہ خان بولا

”جی صاب، ہم اندر جا کر دیکھتا ہے.....“ بادشاہ خان اندر چلا گیا۔ دلاور خان نے پھر کہا

”اصل میں میں بادشاہ خان کے سامنے ساری باتیں نہیں کرنا چاہتا تھا، تم بادشاہ خان کو بھی بتانا کہ ٹکٹ وغیرہ کے پیسے تم نے خود ہی مجھے دیئے ہیں، کوئی بھی بہانہ کر دینا اول تو وہ پوچھے گا ہی نہیں، لیکن اگر پوچھے تو یہی کہنا، ٹھیک ہے.....؟“

”جی ٹھیک ہے.....“ میں نے جواب دیا

”شاباش! اچھا بادشاہ خان ابھی تمہارا بلڈ گروپ لے گا، کل تمہاری تصویر بھی کھینچ لیں گے یہ چیزیں تمہارے پاسپورٹ وغیرہ کے لئے ضروری ہیں.....“

”جی بہتر ہے.....“ میں نے کہا، باہر جانے کے تصور سے ہی میں ہواؤں میں اڑنے لگا تھا۔ پھر بادشاہ خان چائے لے کر آگیا..... دلاور خان بولا.....

”بادشاہ خان.....“

”جی صاب.....“

”پہلے ان کا تھوڑا سا خون لے لو، بلڈ گروپ ٹیسٹ کرتا ہے، کل ان کی تصویریں بھی کھینچ لیں گے.....“

”جی بہت بہتر صاب.....“ بادشاہ خان نے کہا اور چائے کے برتن میز پر رکھ کر تیزی سے واپس مڑ گیا۔ پھر بادشاہ خان کچھ سامان اٹھائے اندر آ گیا، اس کے سامان میں دو سرنجیں اور کچھ شیشے کی تنکیاں تھیں اس نے وہ سامان میز پر رکھ دیا..... اور دلاور خان اس سامان کی طرف بڑھ گیا..... پھر اس نے مجھ سے کہا.....

”تھوڑی سی تکلیف ہوگی، بلکہ کوئی خاص پتہ بھی نہیں چلے گا، بس ہلنے جلنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”ٹھیک ہے.....“ میں نے جواب دیا، پھر اس نے ایک سوئی اٹھائی اور ایک جھٹکے سے میرے بائیں ہاتھ کی انگلی میں ماری انگلی میں ہلکی سے تکلیف ہوئی اور پھر میں نے دیکھا کہ انگلی میں خون چھلک آیا تھا، پھر اس نے میری انگلی ایک شیشے کی ٹلی میں ڈال دی اور میرا خون ٹپ ٹپ کر کے اس میں گرنے لگا، جب یہ ٹلی تھوڑی سے بھر گئی تو اس نے میری انگلی ہٹائی، پھر بادشاہ خان نے ایک بوتل اٹھائی جس میں کوئی محلول تھا اس نے روئی اس محلول میں ترکی اور میری انگلی پر رکھ دی اور کس کر دبا دیا پھر مجھ سے کہنے لگا۔

”اس کو ایسا دبائے رکھو.....“ میں نے دوسرے ہاتھ سے انگلی دبائی تھی، پھر دلاور خان نے بادشاہ خان سے کہا۔

”بادشاہ خان! میرا کام پورا ہو گیا.....“

”اچھا صاب.....“ بادشاہ خان نے کہا اور پھر دوسری ٹرے جس میں شیشے کی نلیاں وغیرہ رکھی ہوئی تھیں اٹھائی اور اندر چلا گیا..... دلاور خان چائے کے برتنوں کی طرف متوجہ ہو گیا تھا..... پھر اس نے چائے پیالیوں میں انڈیلی اور ایک کپ میری طرف بڑھا دیا، میں ابھی بھی اپنی انگلی دبائے ہوئے تھا۔ خان نے کہا۔

”اوئے بس کرو، یہ تو ایک منٹ کی بات ہوتی ہے پھر خون خود بخود رک جاتا ہے، بس چھوڑ دو اسے.....“ میں نے روئی ہٹائی تھی، خون بند ہو گیا تھا، پھر میں نے جلدی

سے چائے کا کپ اس کے ہاتھ سے لے لیا تھا..... پھر ہم چائے پیتے رہے۔ چائے پینے کے بعد دلاور خان نے کہا.....

”اچھا شاہو! اب تم آرام کرو، ایک آدھ دن میں تمہاری تصویریں کھینچ لیں گے۔“

پھر تمہارا پاسپورٹ وغیرہ بن جائے گا.....“

”ٹھیک ہے.....“ میں نے جواب دیا

پھر دوسرے دن بادشاہ خان میرے پاس آیا تھا.....

”صاب! آپ کو ذرا بازار چلنا ہے۔“

”کہاں.....؟“

”وہ مارکیٹ میں ایک دکان ہے وہاں لوگ تصویر کھینچواتا ہے.....“

”اچھا اچھا.....“ میں نے کہا اور پھر میں اس کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گیا.....

پھر ہم نے بازار میں پہنچ کر تصویر کھینچوائی تھی اور واپس آ گئے تھے..... دن

اسی طرح گزر گیا..... شب و روز گزرتے رہے پھر ایک رات کو ایک عجیب و غریب

واقعہ پیش آیا میں اپنے کمرے میں آرام سے سو رہا تھا کہ اچانک ہی مجھے چیخوں کی آواز

سنائی دی، ان آوازوں کی شدت سے میری آنکھ کھل گئی تھی..... میں جلدی سے بستر

سے چھلانگ مار کر باہر آ گیا تھا، پھر میں نے مورقی ہاتھ میں لی اور روشنی جلائے بغیر

دروازے تک پہنچ گیا..... پھر میں نے اسی دن کی طرح دروازے میں درز پیدا کی اور

باہر کا جائزہ لینے لگا، چیخوں کی آوازیں لان سے آرہی تھیں کسی لڑکی کے چیخنے کی آوازیں

تھیں، میں نے آس پاس کا جائزہ لیا، اس کمرے کے آس پاس کوئی نہیں تھا چنانچہ میں نے

احتیاط سے باہر نکل کر دروازہ بند کر لیا اور ناریل کے درختوں کی جانب ریگ گیا.....

پھر میں وہاں جا کر چھپ گیا..... اور کوٹھی کی طرف دیکھنے لگا، کوٹھی کے سامنے والے

حصے میں ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی..... اور اس روشنی میں میں نے دیکھا کہ لان کے

آخری سرے پر ایک شخص ایک لڑکی کو پکڑے ہوئے تھا اور وہ لڑکی چیخ رہی تھی.....

”چھوڑ دو، چھوڑ دو مجھے، مجھے جانے دو، مجھے جانے دو، میں مرنا نہیں چاہتی۔ میں

مرنا نہیں چاہتی.....“ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس جانب دیکھنا شروع کر دیا، اور

میں اپنی جگہ اچھل پڑا، اگر میری نگاہیں دھوکہ نہیں دے رہی تھیں تو یہ لڑکی سنبل تھی،



اور اس کو اندر کی جانب زبردستی لے جانے والا بادشاہ خان..... لیکن یہ اسے اس طرح کیوں پکڑے ہوئے ہے، اور اسے اس طرح کیوں گھسیٹ رہا ہے، اور یہ لڑکی، یہ کیوں چیخ رہی ہے، دیکھنا چاہئے ضرور دیکھنا چاہئے، پھر میں نے دیکھا کہ بادشاہ خان لڑکی کو گھسیٹ کر اندر لے گیا، لڑکی مسلسل چیختی رہی۔ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور چھپتا چھپاتا آگے بڑھنے لگا لیکن اس بار میں نے رفتار تیز رکھی تھی اور پھر اس جگہ پہنچ گیا جہاں کوٹھی کا صدر دروازہ تھا..... میں نے دروازے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا اور دروازہ بغیر آواز کئے کھل گیا، اس کا مطلب ہے دروازہ اندر سے بند نہیں تھا، میں اندر چلتا چلا گیا، ایک لمبی راہداری تھی جو دور تک چلی گئی تھی..... چیخوں کی آوازیں مسلسل آرہی تھیں اور کسی کمرے سے بلند ہو رہی تھیں، میں نے ان چیخوں کی آوازوں سے سمت کا اندازہ لگایا اور پھر اس جانب چل پڑا۔ راہداری میں لائن سے کمرے بنے ہوئے تھے، انہی کمروں میں سے ایک کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا، شاید جلدی میں بادشاہ خان دروازہ بند کرنا بھول گیا تھا..... میں تیزی سے اس کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس کمرے میں کوئی موجود نہیں تھا، لیکن ایک کونے سے مسلسل لڑکی کی آوازیں آرہی تھیں، پھر یہ بھی بند ہو گئیں..... میں اس کونے میں پہنچا اور میں نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا، اس کونے میں زمین ہی غائب تھی، یہ کوئی ڈیڑھ فٹ کی جگہ تھی اور اس جگہ ایک چوکور خلا تھا، میں نے اس خلا میں جھانک کر دیکھا..... نیچے سیڑھیاں نظر آرہی تھیں، میں نے مورتی مضبوطی سے پکڑی اور ہمت کر کے سیڑھیاں اترنا شروع کر دیں، نیچے شاید کوئی بہت بڑا تہ خانہ تھا..... میں سیڑھیاں اترتا رہا، پھر سیڑھیاں ختم ہو گئیں، سامنے ہی بڑے بڑے پردے لگے ہوئے تھے، میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان پردوں کے پاس پہنچ گیا اور پھر ان کے پیچھے سے تھوڑی سی جگہ بنا کر دوسری جانب دیکھنے لگا، لیکن دوسری جانب جو کچھ تھا وہ انتہائی حیران کن تھا.....

یہاں دو قطاروں میں لمبی میزیں دور تک چلی گئی تھیں، اور ان میزوں پر بڑے بڑے جار رکھے ہوئے تھے۔ ان جاردوں میں سے کسی میں دل رکھے ہوئے تھے، کسی میں پھینچے ہوئے، کسی میں گردے تھے۔ میں حیرانی سے ان چیزوں کو دیکھتا رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ آخر ان سب چیزوں کا کیا مقصد ہے۔ ان بڑے بڑے جاردوں پر میں نے لیبل لگے ہوئے بھی دیکھے تھے۔ بڑا عجیب تھا یہ سب۔ پھر میں نے ان جاردوں کے درمیان واش بیسن بھی دیکھے۔ پتہ نہیں بادشاہ خان اس لڑکی کو کہاں لے گیا ہے، دیکھنا تو تھا چنانچہ اپنی جگہ سے میں آگے بڑھ گیا، پھر ان واش بیسنوں میں میں نے جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر مجھے گھن آنے لگی، ان واش بیسنوں میں کہیں کہیں خون جما ہوا تھا، یہ خون، یہ اعضاء جو مجھے انسانی اعضاء ہی محسوس ہو رہے تھے۔ پھر آگے جا کر یہ میزیں ختم ہو گئیں تھیں۔

ان کے بعد ایک دروازہ کھلتا تھا، یہ دروازہ بھی کھلا پڑا ہوا تھا، میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس دروازے میں داخل ہو گیا..... اور یہاں میں نے دیکھا کہ ایک لمبی سی میز پڑی ہے، اس میز پر وہ ملازمہ جس کا نام سنبل تھا بندھی ہوئی پڑی تھی، اس طرح کہ اس کے دونوں ہاتھ دونوں جانب کس کر باندھ دیئے گئے تھے اور دونوں پیر بھی اسی طرح بندھے ہوئے تھے۔ منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا، بادشاہ خان ایک ٹرے ہاتھ میں پکڑے اس میز سے کچھ فاصلے پر تھا، اس کا منہ دوسری جانب تھا، پھر ایک پردہ ہٹا اور اس کے پیچھے سے دلاور خان برآمد ہوا، ہاتھوں میں دستانے پہنے ہوئے، سر سے پاؤں تک سفید لباس پہنے ہوئے، اس نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا..... پھر اچانک ہی مجھے جوش آگیا میں نے چیخ کر کہا۔

”کہا کر رہے ہو تم لوگ، یہ کیا تماشہ ہے؟“ دلاور خان کی تیوریاں چڑھ گئیں

تھیں، بادشاہ خان بھی چونک کر پلٹا تھا..... پھر دلاور خان کے چہرے کے عضلات آہستہ آہستہ اپنی جگہ پر آگئے اور وہ پرسکون نظر آنے لگا.....

”کچھ نہیں ہو رہا میری جان، یہ تو ہم اپنی روزی کا سامان کر رہے ہیں.....“

”تم نے کیوں باندھا ہے اسے.....؟“

”یہی تو ہے روزی، اب دیکھو پیارے، ابھی ہم اس کے دل، پیچھے پھڑے اور گردے وغیرہ نکال لیں گے اور ہمیں جو آرڈر آئے ہیں ان تک پہنچا دیں گے، اور اس بعد ہمیں ان کے پیسے مل جائیں گے، یہی ہمارا کام ہے، اور ہاں سنو، تمہارے گروپ کا بھی آرڈر آیا ہوا ہے، کیا خیال ہے بادشاہ خان کل کی بجائے آج ہی کیوں نہ اس گروپ کے آرڈر بھی نمٹا لئے جائیں، کل پھر نئے سرے سے آپریشن کی تیاریاں کرنا پڑیں گی.....“

”جو آپ کا مرضی ہو صاب.....“ اس وقت بادشاہ خان بھی مشینی انداز میں بول رہا تھا۔

”نہیں، میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا، میں پولیس کو اس بارے میں بتا دوں گا، تم اتنا گندہ کار دوبار کرتے ہو.....“

”اب تم یہاں سے زندہ نکلو گے تو ہی بتا سکو گے نا، ہم تمہیں یہاں سے زندہ نہیں جانے دیں گے.....“

”اگر تم روک سکتے ہو تو روک لو اور سنو، پہلے اس لڑکی کو چھوڑ دو۔“ میں نے کہا اور تیزی سے آگے بڑھا لیکن پھر دلاور خان کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کو دیکھ کر میں اپنی جگہ رک گیا تھا.....

”شاباش شاہو، اب آرام سے اپنی جگہ کھڑے رہو، ہلنا نہیں ورنہ تمہارے جسم میں یہ چھ کی چھ گولیاں پیوست ہو جائیں گی، ہاں ابھی بادشاہ خان اپنا کام شروع کریں.....“

”جی صاب.....“

”یہ لو پستول لو اور اسے نشانے پر رکھنا یہ کوئی حرکت نہ کرنے پائے.....“ اس نے کہا اور بادشاہ خان نے پستول اس کے ہاتھ سے لے لیا، پھر اس نے مجھے نشانے پر

رکھ لیا تھا، ادھر دلاور خان ایک انجکشن لے کر لڑکی کی طرف بڑھنے لگا، یہ غالباً بے ہوشی کا انجکشن تھا، اچانک ہی مجھے مورتی کا خیال آیا تھا جو میرے بائیں ہاتھ میں دبی ہوئی تھی، میں نے مورتی مزید مضبوطی سے پکڑی اور زور سے کہا.....

”تم دونوں آدمی اسی وقت اپنی جگہ ساکت ہو جاؤ.....“ میرا اتنا کہنا تھا کہ میں نے دیکھا وہ دونوں آدمی اپنی جگہ ساکت ہو گئے ہیں، زبردست اور حیران کن بات تھی، میرے سامنے تیسری بار اس مورتی کا مظاہرہ ہوا تھا اور میں اس بات کا دل سے قائل ہو گیا تھا کہ یہ مورتی انتہائی زبردست طاقت کی حامل ہے.....

پھر میں اس لڑکی کی طرف بڑھا اس کے دونوں پیر کھولے، پھر دونوں ہاتھ بھی کھول دیئے، وہ لڑکی حیران نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی، پھر اس نے کہا.....

”یہ کیا کیا تھا تم نے.....؟“

”یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے، بس جلدی سے نکل چلو یہاں سے.....“

”لیکن، لیکن یہ اگر ہوش میں آگئے؟“

”نہیں اب یہ میری مرضی کے بغیر اپنی اصل حالت میں نہیں آئیں گے.....“

”لیکن تم مجھے بتاؤ گے نہیں کہ تم نے انہیں کس طرح اس حال میں پہنچایا ہے.....؟“

”میں تم سے پھر کہہ رہا ہوں کہ بس جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے نکل چلو.....“

”چلو.....“ اس نے کہا اور پھر کمرے سے ہوتے ہوئے راہداری میں آئے اور پھر دوڑتے ہوئے کوشی کی عمارت سے باہر نکل گئے، پھر مین گیٹ تک آئے، لڑکی نے مین گیٹ کھولا اور پھر ہم وہاں سے بھی باہر نکل آئے، کافی دور تک اسی طرح دوڑتے رہے تھے پھر لڑکی ایک جگہ رک گئی۔

”کیوں کیا ہوا.....؟“ میں نے پوچھا۔

”وہ دیکھو سامنے.....“ اس نے کہا اور میں نے اس کے اشارے کی جانب دیکھا، سامنے ہی ایک ٹیلی فون بوتھ نظر آ رہا تھا، پھر وہ آہستہ آہستہ اس ٹیلی فون بوتھ کے

نزدیک پہنچ گئی..... میں بھی اس کے پیچھے ہی پیچھے وہاں تک آیا تھا.....  
”ہمیں فون کرنے کے لئے سکے چاہئے ہوں گے.....“

”سکے یہ ہیں نا.....“ میں نے کہا، سکے حاصل کرنے کے لئے میں نے ایک لمحے میں دل میں یہ خیال کیا تھا کہ فون کے لئے سکے میری جیب میں آجائیں اور اب میری جیب سکوں سے بھری ہوئی تھی..... بہر حال میں نے جیب سے سکے نکال کر اسے دیئے، اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا اور ایک نمبر ڈائل کیا، ساتھ ہی اس نے دو سکے کاؤنٹر میں ڈال دیئے تھے..... دوسری جانب بیل جا رہی تھی..... پھر کسی نے فون اٹھا لیا تھا۔

”ہیلو پولیس اسٹیشن.....“

”جی.....“ دوسری طرف سے کہا گیا آواز اتنی واضح تھی کہ مجھے بھی سنائی دے رہی تھی۔

”پچھلے کئی دنوں سے اخبار میں جو سنسنی خیز خبریں چھپ رہی ہیں کہ ایک ایسی فلاں لاش علاقے میں پائی گئی جس کے دل، جگر، پیچھڑے اور گردے وغیرہ غائب تھے..... پھر مختلف علاقوں میں اس طرح کی لاشیں مردہ حالت میں پائی گئیں، میں اس گروہ کو جانتی ہوں جو لوگوں کو اغوا کرتا ہے، پھر ان کے اعضاء نکال کر بیچ دیتا ہے اور لاشیں شہر کے سنان علاقوں میں پھینک دیتا ہے.....“

”جی آپ کون ہیں اور کہاں سے بات کر رہی ہیں.....؟“

”آپ میرا نام پتہ چھوڑیئے اور ایک پتہ نوٹ کیجئے یہاں اس گروہ کا سرغنہ بلکہ ان کی لیبارٹری اور مختلف لوگوں کے پتے جو ان کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں سب آپ کو مل جائیں گے.....“ اس نے کہا اور پھر اس جگہ کا پتہ دہرا دیا جہاں وہ کوٹھی واقع تھی..... دوسری طرف سے پھر کہا گیا۔

”لیکن آپ کون.....“ لڑکی نے ٹیلی فون بند کر دیا تھا..... پھر اس نے مجھ سے کہا.....

”کیا وہ لوگ واپس اپنی اصل شکل میں آسکتے ہیں.....؟“

”ہاں لیکن میں اگر چاہوں.....“

”تو آپ کم از کم تین گھنٹوں کے بعد انہیں اصل شکل میں لے آئیے گا، جب تک پولیس ان کی پوری کوٹھی چھان مارے گی اور سب چیزیں اپنے قبضے میں لے لے گی.....“

”ہاں یہ ٹھیک رہے گا.....“ میں نے کہا..... پھر میں نے مورتی ہاتھ میں لی اور دل میں تصور کیا کہ ٹھیک تین گھنٹوں بعد وہ لوگ ہوش میں آجائیں.....

”اب کیا کریں، کیا تمہارا یہاں کوئی گھر ہے؟“ میں نے لڑکی سے پوچھا.....  
”نہیں میرا کوئی گھر نہیں ہے، میں یہاں ایک دارالامان میں رہتی تھی اور میٹرک کے امتحان دے کر فارغ ہوئی تھی کہ ایک دن اخبار میں نوکری کا اشتہار دیکھا.....

انہیں صفائی ستھرائی اور کھانا بنانے کے لئے ملازمہ کی ضرورت تھی، اشتہار میں ایک کوٹھی کا پتہ تھا، یہ وہی کوٹھی تھی، میرے علاوہ دو تین لڑکیاں اور بھی پہنچیں لیکن انہوں نے مجھے رکھ لیا، میں بڑی خوش خوش واپس آئی تھی، پھر دوسرے دن میں نوکری پر گئی اور ان لوگوں نے زبردستی مجھے قید کر لیا، کہنے لگے کہ اگر یہاں کام کرتا ہے تو باہر کی دنیا سے تعلق ختم کرنا ہو گا، یہاں ہر طرح کی آسائش تمہیں حاصل ہوں گی۔ اس وقت تو میں مصلحتاً خاموش ہو گئی لیکن میں نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ ایک نہ ایک دن میں یہاں سے ضرور بھاگوں گی اور پھر ایک دن میں بھاگ نکلی لیکن دلاور خان نے کسی طرح مجھے تلاش کر لیا اور پھر مجھ پر قید سخت ہو گئی، یہ لوگ مجھے اس تمہ خانے میں لے گئے اور کہا کہ اگر آئندہ بھاگنے کی کوشش کی تو تیرا بھی یہی حشر کریں گے، پھر انہوں نے میرا خون کا گروپ چیک کیا اور کہنے لگے.....

”بڑا نایاب خون ہے بھی تمہارا تو..... تمہیں تو اپنی زندگی بہت سنبھال کر رکھنا ہو گی.....“

”بہر حال میں ان لوگوں سے کافی ڈر گئی تھی، اس لئے خاموشی سے وقت گزارنے لگی، یہ لوگ رات کے وقت مختلف لوگوں کو یہاں لاتے، ان کے اعضاء نکالتے اور رات ہی رات میں لاش شہر کے سنان علاقے میں پھینکوا دیتے تھے..... پھر یہ لوگ تمہیں یہاں لاتے۔ تمہارے ساتھ بھی انہوں نے بہت اچھا سلوک کیا، لیکن ان کا ارادہ تمہارے لئے بھی وہی تھا اور اگر تم ہر وقت نہ پہنچتے تو شاید یہ لوگ میرے اعضاء نکال چکے

ہوتے.....

”بہر حال اب تک جو ہوا اسے بھول جاؤ، فی الحال تو ہمیں سرچھپانے کا ٹھکانہ تلاش کرنا چاہئے اور اس کے لئے کوئی ہوٹل مناسب رہے گا، کیا خیال ہے تم میرے ساتھ ہوٹل میں رہنا پسند کرو گی؟“

”میں سوچ رہی ہوں کہ اگر میں واپس اسی دارالامان جاؤں گی تو وہاں نہ جانے مجھے کن مشکلات کا، کن کن سوالات کا سامنا کرنا پڑے، اس سے تو بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ ہوٹل میں ہی قیام کریں۔“

”ٹھیک ہے یہی بہتر رہے گا.....“

”لیکن کسی ہوٹل میں قیام کے لیے ہمیں بہت سے پیسوں کی ضرورت ہوگی۔“

”اس کی تم فکر مت کرو، پیسوں کا انتظام ہو جائے گا.....“ میں نے کہا اور پھر پیسوں کے لئے ہی میں نے مورتنی ہاتھ میں لے کر خیال کیا کہ میرے پاس پیسے آجائیں، پھر میں اپنی جیبوں کو ٹٹولا اور میری جیب میں سے سو سو کے نوٹوں کی ایک گڈی نکل آئی، اس گڈی کو اس لڑکی نے بھی حیرانی سے دیکھا تھا.....

”یہ یہ تمہارے پاس کہاں سے آئی.....؟“

”بس میں نے اسے سنبھال کر جیب میں رکھا ہوا تھا اور صرف اس خیال کے تحت کہ اگر مجھے وہاں سے بھاگنا پڑا تو کم از کم میری جمع پونجی تو میرے پاس محفوظ ہو اور وقت پڑنے پر میرے کام آسکے.....“

”اچھا، تمہارا نام کیا ہے؟.....“

”شاہو، دیکھو حالات کتنے حاوی ہیں ہم پر کہ ہم ایک دوسرے کا نام تک نہیں پوچھ پائے، میرا نام.....“

”مجھے معلوم ہے، تمہارا نام سنبھل ہے.....“

”ہاں.....“

”اچھا اب کیا یہاں کھڑے ہی عمر گزار دو گی، چلو یہاں سے چلیں.....“

”ہاں آؤ چلیں.....“ پھر ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے تھے، تھوڑی دور اسی طرح چلتے رہے تھے، پھر ہمیں ایک بس اسٹاپ نظر آیا، وہاں ایک دو ٹیکسیاں کھڑی ہوئی

تھیں، ہم چلتے ہوئے ایک ٹیکسی کے پاس پہنچے..... ٹیکسی والا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور جاگ رہا تھا..... میں نے اس سے کہا.....

”کسی بھی قریبی ہوٹل چلو.....؟“

”اچھا صاحب.....“ ٹیکسی ڈرائیور نے میٹر ڈاؤن کر دیا اور اپنی جگہ مستعد ہو گیا..... ہم دونوں گاڑی میں بیٹھ گئے تھے، میں ڈرائیور کے ساتھ اگلی نشست پر تھا جبکہ سنبھل پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی..... پھر ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی تھی.....

راتے میں ہم لوگوں نے آپس میں کوئی بات نہیں کی اور سارا سفر خاموشی سے طے ہوا، پھر ایک درمیانے درجے کے ہوٹل کے سامنے ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی روکی.....

”جناب! یہ اخراجات کے حساب سے مناسب ہوٹل ہے اور آپ دونوں کے لئے بہتر ہو گا.....“

”ٹھیک ہے، کتنے پیسے ہوئے؟“ پھر ٹیکسی ڈرائیور کے پیسے دینے کے بعد ہم لوگ ہوٹل کی طرف بڑھ گئے تھے..... اس کے بعد ہمیں ہوٹل میں کمرہ حاصل کرنے میں زیادہ دقت نہیں ہوئی، سنبھل سمجھ دار لڑکی تھی، اس نے استقبالیہ پر یہی بتایا کہ ہم دونوں میاں بیوی دوسرے شہر سے آئے ہیں، راتے میں ہمارا سامان لٹ گیا ہے جس کی رپورٹ تھانے میں درج کرا دی ہے، ہاں البتہ کچھ رقم کسی طرح ہمارے پاس رہ گئی ہے چنانچہ ہم ایک دو دن یہاں قیام کرنا چاہتے ہیں.....

”استقبالیہ پر موجود لوگوں کو ہماری کہانی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی انہیں تو بس پورا بل ملنا چاہئے تھا، چنانچہ ہمیں ایک کمرہ مل گیا..... اور ہم اپنے کمرے میں آگئے تھے..... کمرہ مناسب سا تھا، ایک مسہری بچھی ہوئی تھی، زمین پر ایک چھوٹا قالین بچھا تھا، ایک آرام کرسی، ایک دو کرسیاں اور ایک میز بھی تھی..... میں نے سنبھل سے کہا۔

”سنبھل تم منہ ہاتھ وغیرہ دھو لو اور ہاں بھوک نہیں لگ رہی؟“

”اتنی مشکل سے جان بچی ہے، اتنا کافی نہیں ہے!“ اس نے ہلکی سے مسکراہٹ

کے ساتھ کہا۔

”ہاں ہاں بالکل، تم بھی آرام کرو.....“ میں نے کہا اور وہ اپنے بستر پر لیٹ گئی، میں بھی قالین پر لیٹ گیا تھا، اس نے ایک تکیہ مجھے دیتے ہوئے کہا.....

”تم کیا زمین پر اسی طرح سوؤ گے، کم از کم تکیہ تو لے لو.....“ میں نے تکیہ اس کے ہاتھ سے لے لیا تھا، اس کا یہ انداز مجھے بہت اچھا لگا، اس انداز میں بے پناہ اپنائیت تھی اور میں اس اپنائیت کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکا تھا..... پھر میں کروٹ بدل کر سونے کی کوشش کرنے لگا، لیکن نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ اس لڑکی کے لئے تو میں اجنبی ہوں لیکن اسے مجھ پر کتنا اعتماد ہے، یہ مجھ پر اعتماد ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ بھاگ کر میرے ساتھ آئی، اور پھر یہاں شاید شاید میں اس کو چاہنے بھی لگا تھا لیکن وہ تھی بھی چاہے جانے کے قابل، اب تک اس کا جو رویہ تھا اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ شریف ماں باپ کا خون تھی، بیچاری کے والدین مر چکے تھے، دارالامان میں رہتی تھی، لاکھ ٹکرائی اور پابندی سہی، لیکن جن لڑکیوں کے ماں باپ نہیں ہوتے ان کے لیے بگڑنے کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں لیکن وہ بگڑی ہوئی نہیں تھی۔ بہر حال میں کافی دیر تک اسی کے بارے میں سوچتا رہا تھا، پھر نہ جانے کب میری آنکھ لگ گئی تھی۔

دوسری صبح ہم لوگ کافی دیر سے جاگے تھے، اور جب میں اٹھا تو وہ منہ ہاتھ وغیرہ دھو چکی تھی، پھر میں بھی ہاتھ روم میں گھس گیا، منہ ہاتھ وغیرہ دھویا، بال درست کئے اور باہر آگیا.....

”میں ابھی ناشتے کا انتظام کرتا ہوں.....“

”ابھی ایک ویٹر آیا تھا، اسے میں نے ناشتے کا آرڈر دے دیا ہے.....“

”واقعی؟“

”ہاں میں نے ناشتہ منگوا لیا ہے.....“

”ویسے تم بہت سمجھدار لڑکی ہو.....“

”شکریہ۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اور خوبصورت بھی۔“ میرے ان الفاظ پر اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا تھا

منہ سے وہ کچھ نہیں بولی تھی..... پھر ناشتہ آگیا، ایک بڑی سی ٹرالی میں بڑی پلٹیں رکھی

”ہاں یہ تو ہے.....“ میں نے جواب دیا۔ پھر وہ ہاتھ روم چلی گئی، تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آگئی۔ اس کا چہرہ اتنا نکھرا نکھرا لگ رہا تھا کہ ایک نظر میں اسے دیکھے چلا گیا، میرے اس طرح دیکھنے پر وہ جھینپ سی گئی تھی، پھر اس نے جلدی سے کہا۔

”شاہو تم منہ ہاتھ دھوؤ گے کیا.....؟“ اور میں جیسے چونک پڑا تھا۔

”ہاں ہاں میں جا رہا ہوں.....“ میں بھی شرمندہ سا ہو گیا تھا..... پھر میں نے بھی ہاتھ منہ دھویا اور جب باہر نکلا تو دیکھا کہ وہ آرام کرسی پر دراز ہے، اس کا سر کرسی کی پشت سے ٹکا ہوا تھا اور آنکھیں بند تھیں، اس کا چہرہ انتہائی معصوم تھا، اتنا معصوم اور پُرکشش چہرہ تھا یہ کہ جو کوئی اسے دیکھے بس دیکھتا رہ جائے، میں دیکھتا رہا دیکھتا رہا پھر خود ہی سنبھل گیا۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا تھا۔ شاہو بیٹا یہ ایک ہی دن میں کیا ہو گیا ہے تجھے، نہیں نہیں، نہیں بھی، بری بات ہے، پتہ نہیں یہ لڑکی کیا سوچے گی..... میں اپنے خیالات سے نکل آیا اور میں نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

”سنبھل تم آرام سے مسہری پر لیٹ جاؤ.....“

”ہوں.....“ اس نے ایک دم آنکھیں کھول دیں۔

”میں کہہ رہا تھا کہ تم آرام سے مسہری پر لیٹ جاؤ، میں نیچے قالین پر سو جاؤں گا“

اور ہاں اب پریشانی کی کوئی بات نہیں، ظاہر ہے ہم اب ایک محفوظ مقام پر ہیں.....“

”وہ تو ٹھیک ہے، لیکن تم مجھے یہ بتاؤ کہ ان لوگوں کو تم نے ساکت کس طرح کیا“

تھا.....؟“

”مجھے ایک بزرگ ملے تھے ایک دفعہ، میں نے ان کی خدمت کی اور اس

خدمت کے صلے میں انہوں نے مجھے ایک تحفہ دیا، وہ یہی تحفہ تھا کہ میں جس کی طرف

اشارہ کر کے کہوں کہ اپنی جگہ ساکت ہو جاؤ وہ خود بخود ساکت ہو جاتا ہے، اور پھر جب

چاہوں اور جس جگہ سے چاہوں انہیں واپس اصل حالت میں لاسکتا ہوں، بس اسی کی وجہ

سے دلاور خان اور بادشاہ خان بھی اپنی جگہ ساکت ہو گئے تھے.....“

”اچھا تو یہ بات، میں تو سمجھی تھی کہ تمہیں جادو آتا ہے.....“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے.....“

”پھر کیا خیال ہے، اب آرام کیا جائے.....؟“

تھیں جن میں ایک ڈبل روٹی رکھی تھی، دوسری میں دو تین ہاف فرائی انڈے، ایک میں پھل اور چوتھی میں بھنے ہوئے گوشت کا ایک پارچہ تھا..... ساتھ ہی مکھن اور جام جیلی وغیرہ بھی تھا..... ایک کیتلی میں چائے بھی تھی۔

”ارے اتنا سارا ناشتہ؟“

”یہ سب میں کھاؤں گی رات بھی ٹھیک سے نہیں کھایا تھا.....“

”کھانا شرط ہے.....“

”بالکل جناب، بالکل کھا جاؤں گی.....“ ویٹر نے میز پر ناشتہ سجا دیا تھا، پھر اس نے کہا.....

”میڈم اور کچھ؟“

”نہیں بس ٹھیک ہے.....“ سنبل نے کہا اور ویٹر گردن جھکا کر واپسی کے لئے

مڑ گیا۔

”سنو۔“ سنبل نے اسے دوبارہ آواز دی اور وہ رک گیا۔

”بس ایک منٹ.....“ اس نے کہا اور پھر میرے قریب آگئی۔

”ایک سو روپیہ دو.....“ اس نے آہستہ سے کہا۔

”کیا.....؟“

”ارے پیسے دو.....“

”کیوں.....؟“

”یہ بعد میں بتاؤں گی.....“ اس نے کہا اور میں نے جیب سے سو کا ایک نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں دے دیا، کچھ نوٹ میں نے رات ہی کو گڈی سے الگ کر لئے تھے..... سنبل نے وہ نوٹ ویٹر کو تھما دیا.....

”یہ لو.....“

”جی شکریہ میڈم، بہت بہت شکریہ.....“ اس نے کہا اور پھر وہ چلا گیا.....

”یہ یہ تم نے کیا کیا.....؟“

”یہ ہوٹلوں کے آداب ہوتے ہیں، تمہاری اس دولت پر میرا کوئی حق نہیں لیکن یہ ضروری تھا کیونکہ اس بے رحم دنیا میں صرف پیسے کی قدر ہوتی ہے.....“

”پھر کوئی ہرج نہیں ہے اور میں تمہاری بات بھی سمجھ رہا ہوں کہ اب وہ شخص ہمارا زیادہ خیال رکھے گا.....“

”بالکل یہی بات ہے.....“ اس نے کہا۔

”ارے چلو ناشتہ کرو بھی ٹھنڈا ہو رہا ہے.....“ میں نے کہا اور ہم دونوں ناشتے میں مصروف ہو گئے اس کے انداز سے یہ احساس ہوتا تھا کہ چیزیں رکھنے کا اٹھانے کا بے پناہ سلیقہ ہے اس میں، وہ مجھے بہت اچھی لگتی تھی۔ پھر ناشتے سے فارغ ہو کر اس نے دونوں کے لئے کپوں میں چائے انڈیلی اور پھر ایک کپ میری جانب بڑھایا اور دوسرا کپ خود لے کر اپنی جگہ بیٹھ گئی، چائے پیتے ہوئے میں نے کہا۔

”سنبل!“

”ہوں.....“

”تمہارا اب کیا پروگرام ہے.....؟“

”کس بارے میں.....؟“

”بھئی اب تم کہاں رہنا پسند کرو گی، کیا یہیں اتنی ہوٹل میں میرے ساتھ وقت گزارو گی یا کہیں اور جا کر رہو گی.....؟“ میرے اس سوال پر وہ خاموش ہو گئی تھی، اس نے چائے کا کپ میز پر رکھ دیا تھا، نہ جانے کس خیال کے تحت وہ خاموش ہو گئی تھی..... پھر میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے تھے، میں پریشان ہو گیا تھا میں نے جلدی سے کہا۔

”ارے یہ یہ کیا ہو گیا ہے تمہیں، میں نے تو صرف تم سے یہ پوچھا تھا کہ تمہارا کیا پروگرام ہے، اور تم رونے لگیں.....“ اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اس کی آنکھوں میں آنسو امنڈ رہے تھے..... پھر اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

”شاہو! میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے، بس تقدیر کے ستارے گردش میں تھے کہ ان لوگوں کے چنگل میں جا بھنسی، پھر تم میرے لئے فرشتہ ثابت ہوئے اور تم نے میری زندگی بچالی جس کے لئے میں عمر بھر تمہاری احسان مند رہوں گی..... اب اس کے بعد ظاہر ہے میں تم پر بوجھ نہیں بنوں گی اور اپنے لئے جینے کے راستے خود تلاش کروں گی، مجھے امید ہے کہ اس دنیا میں، میں اپنے لئے جگہ حاصل کر لوں گی.....“

”کس طرح آخر کس طرح“ اگر تمہیں پھر کوئی دلاور خان جیسا لگ گیا تو“ اور یہ دنیا ایسے لوگوں سے بھری پڑی ہے، نہیں نہیں میں تمہیں اس طرح اکیلے نہیں چھوڑوں گا.....“ وہ اپنا رونا دھونا بھول کر مجھے دیکھنے لگی تھی، مجھے پہلی بار یہ احساس ہوا تھا کہ میں اس سے محبت کرنے لگا ہوں اور اس بھری دنیا میں اس کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتا، پھر کیا کیا جائے، کیا اس کو اپنالوں، شادی کر لوں اس سے لیکن میں خود کیا ہوں ایک فقیر، زمانے کا ستیا ہوا، اگر اسے حقیقت بتا دوں تو شاید یہ بھی مجھے ٹھکرا دے۔ چنانچہ یہی مناسب تھا کہ جو کہانی دلاور خان کو سنائی تھی وہ برقرار رہے اور میں اس کو فی الحال اپنے ساتھ رہنے کی پیشکش کر دوں، یہ کہوں اس سے کہ مجھے کچھ وقت دے، اس کے بعد ہم دونوں شادی کر لیں گے، اس بیجاری کا بھی دنیا میں کوئی نہیں ہے، یہی مناسب ہے ہاں، یہی مناسب ہے، چنانچہ میں نے اس سے پھر کہا۔

”دیکھو سنبل! میرا بھی اس دنیا میں کوئی نہیں ہے، بالکل اکیلا ہوں میں اور کسی ایسے دوست کا سہارا چاہتا ہوں جو میرے لئے مخلص ہو، میرے دل میں بھی اس کے لئے بہت خلوص ہو گا، اور میں تمہیں پیش کش کرتا ہوں کہ تم میری دوست، میرا سہارا بنو، میرا ساتھ دو ایک مخلص دوست کی طرح، میں تمہیں اپنا چاہتا ہوں زندگی بھر کے لئے، کیا تم میرے ساتھ رہنا پسند کرو گی، کیا ساری زندگی مخلص دوست کی طرح میرا ساتھ دو گی، ایک ایسا دوست جو دکھ درد میں، خوشی میں، ہر عمل میں میرا ساتھی ہو، بولو سنبل یہ بالکل ایک مخلصانہ پیش کش ہے، اور اگر تم نہ چاہو تو میری طرف سے کوئی زبردستی نہیں ہے، لیکن بس یہ میری خواہش ہے کہ تم ساری عمر میرے ساتھ رہو، میری زندگی کا ساتھی بن کر..... بولو کیا تم میرا ساتھ دینا پسند کرو گی.....؟“

سنبل اپنی جگہ بیٹھی حیرانی سے مجھے دیکھ رہی تھی، پھر اچانک ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور آگے بڑھ کر میرے پاؤں پکڑ لئے۔

”ارے ارے“ یہ کیا کر رہی ہو تم.....؟“ میں نے اس کے بازو پکڑ کر اسے اوپر اٹھایا، پھر میں نے اسے مسمری پر بٹھا دیا اور خود آرام کرسی پر بیٹھ گیا..... تب وہ بولی۔

”شاہو تم بہت اچھے انسان ہو اتنے اچھے کہ میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی، تم

مجھ سے میری مرضی پوچھ رہے ہو، میں کہتی ہوں کہ یہ میری خوش نصیبی ہو گی کہ مجھے تم جیسا ساتھ ملا، میں کسی طرح بھی رہ لوں گی، ہم روکھی سوکھی کھا کر گزارہ کر لیں گے، جھوپڑے میں رہ لیں گے، کم از کم وہاں سکون ہو گا، کوئی پریشانی کوئی خوف نہیں ہو گا، میں گھر کا سارا کام کاج کروں گی، تم جو کچھ لاؤ گے اسی میں گزارہ کر لیں گے بلکہ میں بھی محنت کروں گی، گھروں کے برتن مانجھوں گی، اور.....“ اس پر شادی مرگ کی سی کیفیت طاری تھی اور وہ اسی عالم میں بولے جا رہی تھی۔ پھر وہ اپنی اس کیفیت پر خود ہی شرمندہ ہو گئی تھی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

”بس مجھے تمہاری رضامندی درکار تھی، اب ہم کس طرح رہیں گے اور کہاں رہیں گے، یہ سب تم مجھ پر چھوڑ دو، ہم ایک نئی زندگی کا آغاز کریں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ بہت اچھے انداز میں کریں گے، لیکن ایک بات مجھے پریشان کر رہی ہے.....“

”کیا.....؟“ اس نے پوچھا۔

”پتہ نہیں ان دونوں کا کیا ہوا، انہیں پولیس نے پکڑا بھی یا نہیں، یا اگر پکڑ بھی لیا ہو گا تو وہ کسی طرح چھوٹ جائیں گے اور پتہ نہیں واپس آ کر وہ ہمیں تلاش ہی کر لیں اور اگر انہوں نے ہمیں ڈھونڈ لیا تو پھر ہماری شامت آ جائے گی.....“

”تو پھر کیا کرنا چاہئے.....؟“

”یہی تو میں سوچ رہا ہوں کہ کیا کروں.....؟“

”ایک خیال ہے میرے ذہن میں۔“

”کیا.....؟“

”ہم یہ شہر ہی کیوں نہ چھوڑ دیں.....“ اس نے کہا اور میں سوچ میں پڑ گیا، ٹھیک ہی تو ہے کون سا یہاں ہمارے عزیز ہیں، مناسب یہی ہے کہ یہ جگہ بلکہ یہ شہر ہی چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے..... میرا خیال ہے ایک آدھ دن یہاں رکھتے ہیں۔ پھر چلیں گے۔“

”ہاں کوئی حرج نہیں ہے.....“ اس نے کہا.....

پھر ہم نے سارا دن ساتھ گزارا تھا۔ سنبل بہت خوش نظر آ رہی تھی اور اسے

خوش ہونا بھی چاہئے تھا کہ اس بھری دنیا میں اس کو ایک ہمدرد مل گیا تھا، خوش تو میں بھی بہت تھا۔ کہاں وہ ذلت کی زندگی، وہ فقیرانہ ماحول، اگر آج وہاں ہوتا تو وہی گاڑی دھکیل رہا ہوتا، اس گاڑی میں مائی میراں یا کوئی اور میرے ساتھ ہوتا اور ساری زندگی اسی طرح گاڑی دھکیلتے اور بھیک مانگتے ہوئے گزر جاتی، لیکن اب، اب وقت بدل گیا تھا، تقدیر مجھ پر مہربان تھی..... وہ جادوئی موتی میرے پاس تھی جس سے میں ہر چیز حاصل کر سکتا تھا۔ دولت، عیش و آرام، گھر، گاڑی ضروریات زندگی کی ہر چیز، سب سے پہلے دوسرے شہر جا کر وہاں کا جائزہ لوں گا کہ کیسا ماحول ہے کس طرح کے لوگ ہیں۔ پھر اس شہر میں مکان خریدوں گا اور ایسی بہت سی چیزیں لوں گا اور سنبل کو بھی ہر طرح سے خوش رکھوں گا..... بس اب جانے کے لئے تیاریاں کرنی تھیں اور تیاریاں بھی کیا تھیں..... نہ ہمارے پاس سلمان تھا نہ کوئی اور شے پھر میں نے سوچا کہ کپڑوں کے دو تین جوڑے ہونے چاہئیں ہمارے پاس۔ چنانچہ میں نے سنبل سے کہا۔ ”سنبل! میں ذرا بازار جا رہا ہوں، تھوڑی دیر میں واپس آتا ہوں.....“

”اچھا.....“ اس نے کہا اور میں باہر نکل آیا..... ہوٹل سے میں نے ایک ٹیکسی لی اور بازار کی طرف چل پڑا، ٹیکسی نے مجھے ایک قریبی بازار میں اتار دیا تھا۔ اپنے لئے دو تین جوڑے شلوار قمیض خریدے، پھر سنبل کے لئے بھی تین سلے سلائے سوٹ خریدے، یہ میرا کپڑے خریدنے کا پہلا تجربہ تھا، ورنہ پہلے تو کوئی نہ کوئی دے ہی دیا کرتا تھا، بہر حال کوئی مشکل پیش نہیں آئی، اتنے سارے کپڑے، مختلف طرح کے مختلف انداز کے سلے ہوئے اپنی مرضی سے جو چاہو خرید لو، اس کے بعد میں نے کپڑے کا ایک بیگ خریدا جس میں ہم دونوں کے کپڑے آسکیں اور سفر میں کپڑے لانے لے جانے کی آسانی ہو، بڑے لوگوں کے پاس میں نے ایسے ہی بیگ دیکھے تھے جنہیں لے کر وہ سفر کرتے تھے، پھر میں جوتوں کی ایک دکان میں کھس گیا، یہاں سے میں نے اپنے لئے ایک جوڑی جوتے لئے اور ایک جوڑی زنانہ جوتے بھی لئے، دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ یہ جوتے اور باقی چیزیں اسے پسند آجائیں۔ یہ سب چیزیں میں نے بیگ میں رکھ لی تھیں۔

اس کے بعد میں واپس چل پڑا تھا۔ ہوٹل پہنچ کر اپنے کمرے میں آ گیا تھا، اور میں نے وہ بیگ سنبل کے سامنے کر دیا.....

”کیا ہے یہ.....؟“ اس نے پوچھا.....  
 ”بیگ ہے.....“  
 ”مگر یہ، یہ تو پھولا ہوا لگ رہا ہے، کیا ہے اس میں.....؟“  
 ”ہم.....“ میں نے کہا اور وہ حیرت سے اچھل پڑی.....  
 ”تو تم، تو تم باہر سے، بب..... ہم خرید کر لائے ہو.....؟“ اس نے کہا اور میں ہنس پڑا تھا۔  
 ”بیوقوف ہو تم، اسے کھولو.....“  
 ”نہیں.....“  
 ”اسے کھولو بھی.....“  
 ”نہیں نہیں ہم پھٹ جائے گا.....“  
 ”ارے کوئی ہم دم نہیں ہے اسے کھولو تو سہی.....“ میں نے کہا اور اس نے بیگ میرے ہاتھ سے لے لیا اور ڈرتے ڈرتے اسے کھولا اور پھر سب سے پہلے اس کے جوڑے اس کے ہاتھ میں آئے اس نے جلدی سے وہ جوڑے نکال لئے.....  
 ”دیکھو یہ کیسے ہیں؟“ وہ ہمیں کھولنے لگی پھر اس نے کہا.....  
 ”بہت اچھے کس کے ہیں.....؟“  
 ”میرے.....“ میں نے کہا اور وہ تہنہ مار کر ہنس پڑی.....  
 ”اب کیا تم یہ کپڑے پہنو گے.....؟“ اس نے کہا میں بھی ہنس پڑا تھا۔  
 ”بیوقوف، ظاہر ہے یہ میں تمہارے لئے لایا ہوں.....“  
 ”یہ، میرے لئے؟“ اس نے حیران نگاہوں سے مجھے پھر ان کپڑوں کو دیکھا تھا..... پھر اس نے گردن جھکالی تھی.....  
 ”کیوں کیا ہوا.....؟“  
 ”کچھ نہیں.....“ اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا.....  
 ”کپڑے پسند نہیں آئے.....“  
 ”نہیں نہیں بہت اچھے ہیں.....“  
 ”تو پھر کمات ہے بولو نا.....؟“



”میں جب چھوٹی سی تھی تو والدین مر گئے تھے، ان کے بعد کسی نے اس طرح مجھے کپڑے لا کر نہیں دیئے، اتنی اپنائیت، اتنی چاہت سے کسی نے کبھی پوچھا ہی نہیں، بس جو ملا کھالیا، پن لیا، بس اسی طرح گزارا تھا، اور تم نے، تم نے.....“

”یار، ہر بات میں رونے بیٹھ جاتی ہو، چلو خاموش ہو جاؤ.....“ میں نے کہا اور اس نے جلدی سے آنسو پونچھ ڈالے..... پھر بولی۔

”تم اپنے لئے کچھ نہیں لائے.....“

”لایا ہوں، دیکھو نا.....“ میں نے کہا اور بیگ اس کے ہاتھ سے لے کر اپنے کپڑے نکال نکال کر اسے دکھانے لگا..... اور وہ انہیں دیکھ دیکھ کر خوش ہوتی رہی، پھر ہم نے وہ سب چیزیں بیگ میں رکھ لیں تھیں..... اس کے بعد میں نے کہا.....

”ارے تم نے کھانا کھایا؟“

”نہیں.....“

”تو کھاؤ نا بھی، جلدی سے منگواؤ کھانا، مجھے بھی بہت بھوک لگی ہے.....“

”ویٹر ہر گھنٹے کے بعد چکر لگا لیتا ہے، اور اگر نہیں بھی آیا تو بھی انتظام کرتی ہوں.....“

”کیا..... کیا کرو گی.....؟“

”کچھ نہیں بھئی، کسی بھی ویٹر سے کھانے کے لئے کہہ دوں گی دیکھو نا، ہوٹلوں میں ویٹروں کے کمرے مخصوص ہوتے ہیں جن پر ان کی ڈیوٹیاں لگتی ہیں، لیکن آپ کو جلدی ہو تو کسی بھی ویٹر کو بلا کر آپ کچھ بھی منگوا سکتے ہیں.....“ اس نے کہا اور دروازہ کھول کر باہر جھانکنے لگی پھر ایک ویٹر نظر آ ہی گیا اور سنبل نے اسے پکارا۔

”جی میڈم!“ اس نے قریب آ کر مودب انداز میں کہا..... اور میڈم نے دوپہر کے کھانے کا آرڈر ویٹر کو نوٹ کروا دیا تھا۔ پھر دروازہ بند کر کے واپس کمرے میں آ بیٹھی تھی.....

”جی میڈم، اب کیا ارادے ہیں.....؟“ میں نے ویٹر کی نقل کرتے ہوئے کہا

اور وہ ہنس پڑی۔

”کس سلسلے میں؟“

”میرا مطلب ہے یہاں سے نکلنے کے سلسلے میں.....!“

”تم نے خود ہی تو کہا تھا کہ ایک آدھ دن یہاں قیام کریں گے، اس کے بعد یہاں سے نکل جائیں گے.....“

”اصل میں میرے ذہن میں صرف ایک ہی خیال ہے کہ اگر وہ دونوں جلد سے جلد رہا ہو گئے تو ہمارے لئے کہیں مشکلات نہ کھڑی ہو جائیں.....“

”تو پھر.....!“

”پھر یہ کہ ابھی کھانا کھا کر کچھ دیر آرام کرتے ہیں، پھر یہاں سے سیدھے ریلوے اسٹیشن چلیں گے، اور وہاں جو بھی گاڑی ملی اس میں بیٹھ کر روانہ ہو جائیں گے.....“

”بالکل ٹھیک رہے گا.....“ اس نے کہا، پھر کھانا آ گیا تھا، ہم دونوں نے کھانا کھایا..... اس کے بعد تھوڑی دیر کے لئے لیٹ گئے تھے، پھر اس وقت تقریباً دن کے چار بجے تھے جب میں نے سنبل سے کہا.....

”اٹھو اب منہ ہاتھ وغیرہ دھو لو، اور چلنے کی تیاری کرو.....“ اور وہ اٹھ گئی، پھر منہ ہاتھ دھونے کے بعد ہم نے اپنا بیگ اٹھایا اور باہر نکل آئے، نیچے استقبالیہ پر پہنچ کر ہم نے سارا حساب کتاب صاف کیا، ادائیگیاں کیں اور اس کے بعد ہوٹل کی عمارت سے باہر کی جانب چل پڑے..... باہر سے ایک ٹیکسی کر کے ہم اسٹیشن پر پہنچ گئے.....

یہاں ٹکٹ گھر پر بہت رش تھا اور لمبی لائنیں لگی ہوئی تھیں۔ میں نے سنبل سے کہا.....

”یہاں تو بہت رش ہے، اب کیا کریں.....؟“

”کوئی بات نہیں ٹکٹ ریل میں بنوا لیں گے.....“ پھر ہم لوگ پلیٹ فارم پر پہنچے اور سامنے ہی موجود ایک ٹرین میں بیٹھ گئے، پلیٹ فارم پر بہت رش تھا، لوگ آ جا رہے تھے، اندر دبے میں بھی وہی رش کا عالم تھا، لیکن پھر بھی ہمیں ایک سیٹ مل گئی تھی..... تھوڑی دیر کے بعد گاڑی نے وسل دی اور ٹرین ایک نامعلوم منزل کی طرف چل پڑی۔

پہلا اسٹیشن کوئی آدھے گھنٹے بعد آیا تھا، یہاں ٹرین زیادہ دیر نہیں رکی تھی، اس کے بعد ٹرین دوبارہ چل پڑی، پھر مختلف اسٹیشن آتے رہے، راستے میں ہم لوگ چائے اور مختلف چیزوں سے شغل کرتے رہے تھے، ہمارے سامنے والی سیٹ پر ایک بڑے میاں اور بڑی بی بیٹھے تھے، ان سے بھی باتیں ہوتی رہی تھیں..... بڑی بی بی نے کہا.....  
 ”بیٹی کتنے دن ہوئے شادی کو.....؟“ سنبل اس سوال پر جھینپ گئی تھی، پھر بڑی بی خود ہی کہنے لگیں۔

”ہوں، اس کا طلب ہے نئی نویلی ہوا بھی.....“  
 ”جی.....“ اس نے گردن جھکائی تھی، بڑے میاں کہنے لگے.....  
 ”لیکن بچوں کی عمر کم ہے ابھی.....“  
 ”ارے جب ہماری شادی ہوئی تھی جب کیا عمر تھی آپ کو یاد ہے؟“

”ہاں ہاں.....“  
 ”کیا تھی بھلا.....؟“

”میری کوئی پچیس سال.....“  
 ”اور پچاس سال نہیں، دیکھئے جھوٹ نہیں بولیں.....“  
 ”ارے میں جھوٹ بول رہا ہوں کیا.....؟“  
 ”تو اور کیا.....؟“

”پھر آپ ہی بتا دیں.....؟“  
 ”آپ پندرہ سال کے تھے میں دس سال کی.....“  
 ”دس سال کی تو تم اب بھی لگتی ہو.....“

”باز نہیں آئیں گے آپ.....“ بڑی بی نے کہا..... ہم دونوں ان کی باتوں سے لطف لیتے رہے تھے۔ پھر میں نے بڑے میاں سے کہا.....

”آپ کہاں جا رہے ہیں.....؟“

”میں جلال آباد جا رہا ہوں، وہاں ہمارے عزیز کی شادی ہے، بیٹے ہو کو فرصت نہیں ہے ہمیں ہی اس عمر میں جانا پڑ رہا ہے.....“

”بڑی ہمت کی بات ہے.....“

”ہاں بھی کرنا پڑتا ہے، کجخت ہے بھی آخری اسٹیشن.....“

”اچھا.....“ میں نے دل میں سوچا کہ ہم بھی وہیں اتریں گے..... پھر بڑے میاں کہنے لگے.....

”بیٹا تم لوگ کہاں جاؤ گے.....؟“

”جی، ہم لوگ بھی وہیں جا رہے ہیں.....“ میں نے بے اختیار کہا تھا.....

”کسی عزیز کے ہاں جا رہے ہو.....؟“

”جی نہیں، ہوٹل میں قیام کریں گے.....“

”کیوں ہوٹل میں کیوں، ہمارے ساتھ کیوں نہیں؟“ بڑے میاں نے بے تکلفی سے

کہا۔

”نہیں جی، بہت شکریہ، آپ کا اتنا پوچھنا ہی کافی ہے.....“ میں نے کہا.....

بڑی بی پھر بولیں۔

”بی بی، نئی نویلی دلہن تو نہیں لگتی ہو تم.....“ اس بات پر سنبل کا چہرہ فق ہو گیا،

وہ گھبرا گئی تھی۔

”بھئی وہ کیسے.....؟“ بڑے میاں بولے.....

”ارے بھئی دیکھو نا، نہ کوئی زیور، نہ ہی چمک والے کپڑے.....“

”بیگم یہ ہمارا تمہارا زمانہ نہیں ہے، آج کل تو ایک ایک روپے کے لئے لوگ قتل کر

دیئے جاتے ہیں، اچھا کیا ہے ان لوگوں نے کوئی زیور ساتھ نہیں لیا ہے، بیچارے بلاوجہ

مصیبت میں رہتے.....“

”ہاں ہاں یہ تو بہت ہے آج کل، آئے، سر پر پستول رکھی، سب کچھ لوٹا اور چلتے بنے“

جیسے ان کے باپ ہی کا مال ہو.....

”بیگم بہت سمجھ دار ہو گئی ہو تم.....“

”ہاں ہاں.....“ انہوں نے اسی انداز میں کہا پھر چونک کر ایک ایک کی صورت دیکھنے لگیں، ہم تینوں ہی مسکرا پڑے تھے..... بڑی بی تنک کر بولیں.....

”اے تم سے زیادہ چالاک ہوں جبھی تمہیں قابو میں کر رکھا ہے، ورنہ تم تو اس عمر میں بھی.....“

”بیگم! بڑے میاں نے مصنوعی غصے سے کہا.....

”تو اور کیا ابھی.....!“ بڑی بی آگے بھی کچھ کہنے والی تھیں، لیکن پھر ہمیں دیکھ کر خاموش ہو گئیں.....

”نہیں بھئی ہماری بیگم واقعی سمجھ دار ہیں، یہ حقیقت ہے، اور خبردار جو ان کا مذاق اڑایا کسی نے.....“

”اے تم ہی لگے ہوئے ہو یہ بچے تو بیچارے اتنے اچھے ہیں.....“ بڑی بی نے کہا پھر بڑے میاں کافی دیر تک مذاق کرتے رہے اور بڑی بی چلبلاتی رہیں۔ پھر ہم سنجیدہ ہو گئے تھے.....

پھر ایک اسٹیشن پر ٹرین رکی اور ڈبے میں ٹکٹ چیکر آگیا، وہ سب کے ٹکٹ چیک کر رہا تھا، میں نے خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھا اور سنبل سے کہا.....

”سنبل!“

”ہاں!“

”دیکھو وہ ٹکٹ چیکر.....“ سنبل نے میرے اشارے پر اسے دیکھا..... لیکن

وہ پُراطمینان ہی رہی.....

”ارے دیکھو وہ اسی طرف آ رہا ہے.....“

”تو کیا ہوا.....؟“

”اب وہ ہم سے بھی ٹکٹ مانگے گا.....“

”تو مانگنے دو.....“

”لیکن ہمارے پاس تو ٹکٹ نہیں ہیں.....“

”ہم ٹکٹ بنوالیں گے، اس میں پریشانی کی کیا بات ہے.....“

”اچھا.....“ پھر میں خاموش ہو گیا تھا..... ٹکٹ چیکر ہمارے پاس پہنچ گیا.....

”ٹکٹ.....“ اس نے کہا اور بڑے میاں نے اپنا اور بڑی بی کا ٹکٹ اسے دکھا دیا..... پھر وہ ہماری طرف متوجہ ہوا.....

”جی آپ کا ٹکٹ؟“ اس نے مجھ سے کہا..... اور میرے بجائے سنبل بولی۔

”جی بات یہ ہے کہ ٹکٹ گھر پر رش بہت تھا اور ہمارا جانا ضروری تھا اس لئے ہم

ٹکٹ نہ لے سکے۔ اگر ہم لائن میں لگے رہتے تو گاڑی چھوٹ جاتی، اب پلیز آپ ہماری ٹکٹ بنادیتے.....“ ٹکٹ چیکر نے محل سے ہماری بات سنی تھی، پھر کہنے لگا.....

”کوئی بات نہیں، آپ کا ٹکٹ میں بنائے دیتا ہوں..... آپ کا نام.....؟“

اس نے جیب سے پین اور ایک بک نکالی جو شاید اسی مقصد کے لئے استعمال ہوتی تھی۔

”میرا نام سنبل ہے..... اور یہ شاہو ہیں.....“

”جی جی.....“ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا..... پھر اس نے بک میں کچھ

لکھا اور ایک چٹ پھاڑ کر ہمیں پکڑا دی۔

”ایک ہزار روپے.....“ اس نے کہا اور میں نے ہزار روپے اس کے ہاتھ میں

تھما دیئے..... وہ ہمارے پاس سے آگے بڑھ گیا تھا..... بڑے میاں کہنے لگے۔

”بیٹا! ہمیں بتا دیتے ہم ٹکٹ بنوالیتے تمہارا۔“

”نہیں جی، بس شکریہ دراصل ہم پروگرام بنا چکے تھے، لیکن وقت پر بنگ نہ ہو سکی،

اس لئے میں نے ہی ان سے کہا کہ راتے میں ٹکٹ بنالیں گے.....

”چلو ٹکٹ تو بن گیا..... اب کوئی مشکل نہیں ہوگی.....“

”جی بالکل.....“ ہم نے کہا۔ اسی طرح ہنستے کھیلتے سفر اپنے اختتام کو پہنچا اور جلال

آباد کاریلوے اسٹیشن آگیا، اچھا خاصا بڑا ریلوے اسٹیشن تھا، لوگ آ جا رہے تھے، کئی مختلف

چیزوں کے اشال لگائے بیٹھے تھے، سنبل نے اپنا بیک ہاتھ میں لیا اور میں بڑے میاں کا سوٹ

کیس اٹھانے لگا..... تو بڑے میاں بولے۔ ”ارے بیٹا! یہ تکلیف کیوں کر رہے

.....؟“

”ببا آپ نے بیٹا کہا ہے تو پھر..... تکلیف..... کیسی..... چلو شاہو.....“ سنبل نے کہا میں سنبل کی اس ادا پر بہت خوش ہوا تھا..... بہر حال ہم سامان اٹھائے ہوئے اسٹیشن سے باہر نکل آئے تھے..... باہر آکر بڑے میاں نے ایک ٹیکسی روکی پھر ٹیکسی ڈرائیور کی مدد سے وہ سوٹ کیس ہم نے ٹیکسی میں رکھوایا، اب بڑے میاں ہماری طرف مڑے.....

”ہاں بھئی بچو! کیا ارادہ ہے؟“

”کسی ہوٹل میں قیام.....“

”بھئی بیگم دیکھو یہ بچے جارہے ہیں.....“

”بیٹا ہمارے ساتھ چلو، بڑا اچھا ماحول ہے وہاں کا، تمہیں لطف آئے گا.....“

”اماں جی، فی الحال ہمیں جانے دیں، ہم بعد میں ضرور ملنے آئیں گے آپ کے پاس.....“ سنبل بولی۔

”اچھا ایڈریس لکھ لو.....“ بڑے میاں نے مجھ سے کہا..... اور میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ پھر بڑے میاں نے جیب سے پین نکال کر میری طرف بڑھایا تو سنبل نے جلدی سے پین لپک لیا.....

”لائیں میں لکھتی ہوں.....“ پھر بڑے میاں نے ایک کانڈ پر سنبل کو پتہ نوٹ کر دیا تھا، اور میں دل ہی دل میں شکر ادا کر رہا تھا کہ آج عزت رہ گئی۔ ورنہ مجھے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا..... اس کے بعد بڑے میاں اور بڑی بی بی ہمیں دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہو گئے تھے.....

ہم لوگ بھی ایک اور ٹیکسی کی جانب بڑھ گئے تھے، ٹیکسی والے نے ہمیں دیکھ کر کہا.....

”جی صاب، ہوٹل جانا ہے؟“

”ہاں.....“

”میں کا بہترین ہوٹل ہے شان ہوٹل، ہر طرح کی آسائشیں وہاں ہیں، اور کرایہ بھی معقول ہے اگر آپ کہیں تو.....“

”ٹھیک ہے.....“ میں نے کہا اور ہم دونوں ٹیکسی میں بیٹھ گئے، اور ڈرائیور نے

ٹیکسی اشارت کر کے آگے بڑھادی تھی..... پھر تقریباً پندرہ منٹ کے بعد ڈرائیور نے ہمیں ایک ہوٹل کے سامنے پہنچادیا اور ہم نے اس کا بل ادا کیا اور اندر چل پڑے، یہاں کمرہ حاصل کرنے میں ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہوئی کیونکہ ایک بار ہمیں اس کا تجربہ بھی ہو چکا تھا..... بہر حال یہ میری کمزوری تھی کہ میں آگے بڑھ کر کوئی بات نہیں کر پاتا تھا اور شاید اس کمزوری کی وجہ میرا غیر تعلیم یافتہ ہونا تھا..... کمرے میں آکر بھی میں اس بارے میں سوچتا رہا تھا۔ سنبل نے مجھے اس طرح سوچتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگی.....

”کیا سوچ رہے ہو شاہو.....؟“

”کچھ نہیں.....“

”پھر بھی کچھ بتاؤ تو سہی.....“ میں نے دل میں سوچا کہ اگر میں اسے بتاؤں گا تو یہ نہ جانے میرے بارے میں کیا سوچے، لیکن میرا خیال ہے کہ اسے بتانا ضروری ہے، سنبل اس کو دور کرنے میں میری مدد کرے، ویسے بھی میں اس کو شریک زندگی بنانے کا فیصلہ کر چکا تھا، چنانچہ میں نے سنبل سے کہا.....

”دیکھو سنبل! میں بھی ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا تھا، ماں باپ کی شکل میں نے بھی نہیں دیکھی، ہوش سنبھالا تو خود کو دکان پر مزدوری کرتے ہوئے پایا، گاہکوں کا سامان ان کے گھر تک پہنچانا میری ذمہ داری تھی، پھر مالک نے ایک کام سے مجھے فیروز آباد بھیجا۔ یہاں میں دلاور خان کے چکر میں پھنس گیا..... تم خود سوچو کہ میں تعلیم کہاں سے حاصل کرتا اور یہی وجہ ہے شاید کہ میں لوگوں سے بات کرتے ہوئے گھبراتا ہوں اس وقت بھی میں پریشان ہو گیا تھا جب بابا نے مجھ سے پتہ لکھنے کے لئے کہا تھا اور اس بارے میں سوچ رہا ہوں.....“

سنبل مجھے دیکھتی رہی پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی.....

”اب تم میرا مذاق اڑاؤ گی.....“

”کیوں، میں کیوں اڑانے لگی تمہارا مذاق!“

”یہی کہ کہ.....“

”نہیں شاہو، میں صرف اس بات پر مسکرا رہی ہوں کہ اتنی چھوٹی سی بات کے لئے

تم گھبرا رہے ہو.....“

”یہ چھوٹی سی بات ہے؟“

”تو اور کیا بازار میں ہر طرح کی کتابیں مل جاتی ہیں، میں نے جتنا پڑھا ہے کم از کم اتنا تو میں آپ کو پڑھا دوں گی، ٹھیک ہے اسٹوڈنٹ؟“

”جی.....“

”صرف جی نہیں جی میڈم کہو.....“

”جی میڈم.....“ میں نے بھی اسی انداز میں کہا اور وہ ہنس پڑی..... میں؟

ہنسنے لگا تھا..... سنبل نے پھر کہا.....

”شام کو بازار چلیں گے وہاں سے میں انگریزی اردو بول چال اور ایسی ہی کتابیں لاؤں گی جن سے تمہیں جلد ہی ایسی جگہ پر بات کرنا آجائے گا جہاں تم ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہو، پھر باقی تعلیم تو چلتی ہی رہے گی.....“

”بالکل ٹھیک ہے میڈم.....“ میں نے پھر اسی طرح کہا..... اور وہ ہنسنے لگی

تھی.....

بہر حال زندگی کا یہ انداز بھی نرالا تھا، ایک اتنی اچھی لڑکی مل گئی تھی اور پھر یہ مورتی بھی میرے پاس تھی، اب زندگی کا ایک مقصد تھا کہ اس لڑکی کو دنیا کی تمام خوشیاں دوں جو ایک شوہر اپنی بیوی کو دے سکتا ہے، اس سے نکاح کروں، پھر گاڑی خریدوں، ایک گھر خریدوں اور اس کے بعد ہم لوگ وہاں مستقل رہیں..... ویسے بھی نئی جگہ ہے کوئی ہمیں جانتا نہیں ہے، آہستہ آہستہ لوگوں سے تعلقات بناؤں گا اور سنبل مجھے بھی پڑھنا لکھنا سکھائے گی..... اور اس طرح ہم دونوں ایک اچھی زندگی گزاریں گے.....

شام کو ہم لوگ ہوٹل سے باہر نکلے، پیسے اچھے خاصے تھے میرے پاس، بہر حال گھومتے گھاتے کتابوں کی ایک دکان پر پہنچے وہاں سے سنبل نے دو چار کتابیں خریدیں تھیں..... پھر ہم واپس چل پڑے تھے راستے میں گول گپے والے کی ریڑھی دیکھ کر سنبل رک گئی.....

”کیا ہوا.....؟“

”میں گول گپے کھاؤں گی.....“

”اس طرح سڑک پر.....؟“

”تو کیا ہوا، لے لو نا.....“ اس نے بچوں کی طرح ضد کی اور میں نے گول گپے

والے سے دو پلیٹیں بنانے کے لئے کہا، پھر ایک عجیب واقعہ ہوا، مارکیٹ کے آخری سرے سے ایک لڑکی برآمد ہوئی جو تیزی سے بھاگ رہی تھی، اور ساتھ ہی مدد کے لئے بھی پکار رہی تھی، پھر اس کے پیچھے پیچھے چار خطرناک شٹلوں والے آدمی برآمد ہوئے جو حسامت میں بھی دیو نظر آتے تھے، وہ مسلسل اس کا پیچھا کر رہے تھے، باقی لوگ بھی اس طرف متوجہ ہو گئے تھے، میں اور سنبل بھی اس طرف دیکھنے لگے، وہ بھاگتے ہوئے اسی جانب آرہے تھے، پھر ان میں ایک آدمی نے چھلانگ لگائی اور لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر اسے ایک جھٹکا دیا اور لڑکی زمین پر گر پڑی.....

”سالی کتیا! بھاگ کر کہاں جائے گی، چل.....“ اس آدمی نے لڑکی کا بازو اس طرح موڑا کہ وہ پھر تکلیف کی شدت سے کھڑی ہو گئی..... لیکن اٹھتے ہی اس نے اپنے ہاتھ کو جھٹکا دیا جس کے نتیجے میں اس لڑکی کا ہاتھ اس آدمی کی گرفت سے آزاد ہو گیا اور لڑکی ایک بار پھر بھاگنے لگی..... ادھر میں نے پھرتی سے لباس میں سے مورتی نکالی لیکن اس طرح کہ اس پاس کے لوگوں بلکہ سنبل تک کو احساس نہ ہو، پھر میں نے دل میں خیال کیا کہ وہ لوگ ساکت ہو جائیں اور پھر سب لوگوں نے یہ عجیب و غریب منظر دیکھا تھا۔ وہ چاروں جس حالت میں تھے اسی طرح ساکت ہو گئے تھے، سنبل نے اچانک ہی میری طرف دیکھا اور میرے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر بھی معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی.....

”یہ یہ یہ تم نے ہی کیا ہے نا؟“ اس نے سرگوشی انداز میں کہا۔

”تو اور کیا.....؟“ میں نے بھی اس طرح جواب دیا۔ تمام لوگ حیران پریشان کھڑے تھے۔ وہ لڑکی بھی دور تک بھاگتی چلی گئی تھی، پھر اس نے پلٹ کر دیکھا اور بری طرح چکرا گئی، وہ بھی ان چاروں کی یہ کیفیت حیران رہ گئی تھی۔ پھر اس کے بعد وہ پلٹ کر ان کی طرف چل پڑی۔ ان چاروں کے قریب آکر اس نے انہیں چھو کر دیکھا اور زور سے ایک چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔ اس کے بعد اس نے پھر بھاگنا شروع کر دیا تھا۔ لوگ حیرانی سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ میں نے گول گپے والے سے کہا۔

”بھائی میرے گول گپے؟“

”ابے تمہیں گول گپے کی پڑی ہے ادھر نہیں دیکھ رہے کیا تماشہ ہے.....؟“

”تمہیں گول گپے دینے ہیں یا ہم آگے بڑھیں.....“

”نہیں نہیں میں بنا رہا ہوں.....“ اس نے کہا اور پھر وہ گول گپے پلیٹ میں رکھنے لگا، باقی لوگ بھی اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے تھے، لیکن سب کی نظریں بار بار اس جانب اٹھ رہی تھیں۔ پھر پولیس کی گاڑی کا سائرن سنائی دیا اور تھوڑی دیر کے بعد پولیس کی ایک گاڑی آتی ہوئی نظر آئی۔ وہ گاڑی انہی آدمیوں کے قریب آ کر رک گئی، اس دوران ہم دونوں گول گپے کھاتے رہے تھے، میں نے ایک ہاتھ میں پلیٹ پکڑی ہوئی تھی چنانچہ دوسرے ہاتھ میں مورتی لے کر میں نے ایک بار پھر دل میں خیال کیا کہ وہ لوگ متحرک ہو جائیں اور وہ متحرک ہو گئے اور حیرانی سے چاروں طرف دیکھنے لگے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

”ہمپ..... پولیس، بھاگو.....“ ان چاروں نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن گاڑی میں سے اترنے والے سپاہیوں نے انہیں پکڑ لیا تھا..... پھر لوگوں نے پولیس کو ساری بات بتائی، ہم لوگ دور سے یہ سارا تماشا دیکھ رہے تھے، اور پھر پولیس ان چاروں کو گاڑی میں بٹھا کر چل پڑی تھی.....

اس کے بعد ہم نے گول گپے والے کے پیسے ادا کئے اور آگے بڑھ گئے..... سنبل نے کہا.....

”خوب تفریح رہی، لیکن شاہو ایک بات ہے۔“

”کیا؟“

”کبھی اپنی اس قوت کا غلط استعمال مت کرنا.....“

”میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں کبھی اس قوت کا غلط استعمال نہیں کروں گا، بس اب

خوش.....؟“

”ہاں.....“ اس نے جواب دیا..... پھر ہم لوگ واپس ہوٹل آ گئے تھے..... کھانے وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد سنبل کتابیں کھول کر بیٹھ گئی، اس نے ایک ایک کر کے ان چاروں کتابوں میں سے پہلا سبق مجھے پڑھایا تھا اور مجھے انہیں یاد کرنے میں مشکل نہ ہوئی، پھر وہ مجھے لکھنے کی مشق کراتی رہی، اس نے آج مجھے حرف بنانے سکھائے تھے، بہر حال بڑا مزہ آ رہا تھا..... پھر اچانک اس نے کہا.....

”شاہو!“

”اب تمہارے پاس کتنے پیسے رہ گئے ہیں؟“

”ابھی تو ہیں کافی سارے، مگر تم کیوں پوچھ رہی ہو؟“

”میں اس لئے پوچھ رہی ہوں کہ جب یہ ختم ہو جائیں گے پھر؟“

”پھر کیا؟“

”یہی تو میں پوچھ رہی ہوں پھر کیا کریں گے؟“

”کچھ نہیں کریں گے.....“

”پھر زندگی کیسے گزار دیں گے.....؟“

”کچھ ہی دنوں میں میں ایک گھر اور گاڑی خریدوں گا، پھر ہم اس گھر میں رہیں گے“

اور اس کے بعد نکاح کر لیں، پھر اس کے بعد.....“

”بس اتنا کافی ہے.....“ سنبل نے کہا، بہت سے رنگ اس کے چہرے پر سمٹ

آئے تھے وہ پھر کہنے لگی۔

”لیکن، لیکن یہ سب تم خریدو گے کیسے؟“

”یہ سب تم مجھ پر چھوڑ دو۔ مجھے اپنے آپ پر پورا بھروسہ ہے۔“

پھر ہم لوگ سونے کے لئے لیٹ گئے۔ کافی دیر تک میں اسی طرح اپنی جگہ لیٹا رہا تھا،

پھر میں نے سنبل کو دیکھا وہ سو چکی تھی۔ میں آہستگی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور اس جگہ پہنچ گیا

جہاں کتابیں رکھی تھیں، پھر میں زمین پر کتابیں لے کر بیٹھ گیا، میں نے پہلی کتاب کھولی، مورتی

ہاتھ میں پکڑی اور دل میں خیال کیا کہ اس کتاب کا ایک ایک حرف مجھے زبانی یاد ہو جائے اس

کے بعد اس کتاب کا ایک ایک ورق پلٹا چلا گیا، پھر میں نے وہ کتاب ایک جانب رکھی اور

دوسری کتاب اٹھالی، اس طرح میں نے چاروں کتابیں یاد کر لی تھیں..... نہ صرف یاد کر لی

تھیں بلکہ میں کسی بھی جگہ سے دیکھے اور بغیر دیکھے اس کے بارے میں بتا سکتا تھا۔ اس کے بعد

میں نے اسی صفحے کو لکھنے کی مشق کی، یہ سب میرے لئے بھی باعث حیرانی تھا لیکن سب

سپورنی کے کمالات تھے، پھر کتابیں ان کی جگہ رکھ کر اپنی جگہ پر لیٹ گیا، تھوڑی دیر میں مجھے

نیند آ گئی تھی۔

دوسری صبح ہم لوگ دیر سے ہی جاگے تھے، پھر ہم نے ناشتہ وغیرہ کیا، ناشتے سے

فراغت کے بعد میں نے کہا.....

”آج میں ذرا باہر جاؤں گا، ذرا حالات کا جائزہ لوں، کوئی کام تلاش کروں.....“

”اچھا.....“ سنبل نے کہا، پھر میں باہر جانے کے لئے تیار ہو گیا، اس کے بعد میں باہر نکل آیا، مورتی میرے لباس میں محفوظ تھی..... ایک ٹیکسی کے قریب پہنچ کر میں رکا.....

”جی صاب!“ ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔

”ریس کورس.....“ میں نے کہا اور ٹیکسی میں بیٹھ گیا، ٹیکسی ڈرائیور نے میٹر ڈاؤن کر کے گاڑی آگے بڑھادی تھی..... ریس کورس پر بہت رش تھا، ہر طرف لوگ نظر آرہے تھے، میں مناسب رفتار سے چلتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا جہاں بکنگ ہوتی تھی..... یہاں پر مختلف کمپنیوں کی بکس تھیں..... اس آدمی کو پیسے دو جو بک پر بیٹھا ہوتا، وہ ایک کارڈ دیتا تھا، اور اس کے بعد اپنے سامنے رکھی ہوئی بک میں کچھ لکھ لیتا تھا..... پھر پہلی ریس شروع ہوئی، اس ریس میں میں نے مورتی کو آزمایا اور پراٹھیمان ہو گیا، میرا منتخب گھوڑا جیت گیا تھا..... میں اس وقت بکنگ کی جگہ پر ہی کھڑا تھا کہ میں نے ایک صاحب کو دیکھا وہ دوڑے دوڑے ادھر آئے تھے، انہوں نے آتے ہی ایک آدمی سے کہا۔

”لاؤ بکی، پیسے دو، جلدی کرو بھی.....“ انہوں نے کارڈ اس آدمی کو دے دیا، اور اس آدمی نے پیسے گن کر انہیں پکڑا دیئے.....

”ایک تو کبکچت یہ بڑا مسئلہ ہے، گھوڑا پلیس پر لگائیں تو مزہ آتا ہے، اب دیکھو نا، دن کاریٹ کم ہوتا ہے، بلاوجہ نقصان ہوتا ہے، اب کی دفعہ پلیس پر لگاؤں گا.....“

”تو پھر لگائیں نا.....“

”ہاں ہاں۔“ انہوں نے کہا اور سارے پیسے اسے پکڑا دیئے..... پھر بولے.....

”گولڈن فاکس.....“ اور اس آدمی نے کارڈ پر کچھ لکھ کر انہیں پکڑا دیا..... وہ صاحب چلے گئے تھے..... باقی لوگ بھی پیسے دے کر کارڈ لے جاتے رہے.....

پھر دوسری ریس شروع ہوئی، اس بار میں نے خاص طور سے ایک نام لیا تھا۔ ”گولڈن فاکس“ میں نے سوچا اور گولڈن فاکس جیت گئی..... میں نے دیکھا کہ تھوڑی دیر بعد وہی صاحب دوڑے ہوئے آئے، آتے ہی کہنے لگے.....

”یہ ہوئی نابات، اب دیکھو نا، پلیس کے لئے گولڈن فاکس لگائی تھی اور جیت گئی اب

پیسے تو وہی پلیس والے ملیں گے نا.....“ اس بار بڑے میاں نے مجھے مخاطب کیا تھا.....

”جی جی.....“ میں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھی کہہ دیا۔

”کیا جی جی لگا رکھی ہے بھی، تم نے کس پر لگایا تھا.....؟“

”نہیں میں نے ابھی پیسے نہیں لگائے.....“

”تو پھر لگاؤ نا.....“

”جی.....“ میں نے کہا.....

”پھر جی ارے بھی چلو.....“ انہوں نے کہا، پھر مجھے لے کر اسی بک والے آدمی کے سامنے آگئے میں حیرانی سے ان کی شکل دیکھ رہا تھا.....

”اب میری شکل کیا دیکھ رہے ہو، نکالو پیسے.....“ میں نے جیب سے پانچ ہزار روپے نکالے، بڑے میاں نے پیسے دیکھے پھر بولے۔

”بس پانچ ہزار!“

”میرے پاس اتنے ہی ہیں.....“ میں نے کہا، بڑے میاں نے پیسے میرے ہاتھ سے لئے اور بکی کو دے دیئے.....

”مہاراجہ.....“ بڑے میاں نے کہا اور اس آدمی نے پیسے لے کر ایک کارڈ پر کچھ

لکھا اور مجھے پکڑا دیا میں نے کارڈ دیکھا اس میں دو حصے تھے ایک پر ون لکھا تھا، دوسرے پر

پلیس، پلیس والے حصے پر گھوڑے کا نام اور ریٹ لکھا ہوا تھا، میں حیران تھا کہ میں نے ساری

زندگی فقیروں کے ایک ڈیرے پر گزاری تھی، در در گاڑی گھیننے والا، لوگوں کی کالیاں کھا کر،

دھتکار سن کر جینے والا، جس کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ وہ ایسے پڑھ سکے گا، آج بغیر کسی

پریشانی کے فر فرانگریزی پڑھ رہا تھا..... پھر بڑے میاں نے ایک دوسرے گھوڑے پر اچھے

خاصے پیسے لگائے، میں حیرانی سے ان کی شکل دیکھ رہا تھا، بڑے میاں نے کارڈ دیکھا پھر میری

طرف، پھر زور سے تہقہ مار کر ہنس پڑے.....

”بیٹا، چار پیسے لگا کر ہارو اور گھر جاؤ بلا وجہ وقت برباد کرو گے، شاباش

شاباش.....“ بڑے میاں ہنستے ہوئے چلے گئے تھے، مجھے براغصہ آیا تھا..... اس کے بعد

بڑے میاں پر ترس آیا..... لیکن پھر میں نے سوچا کہ ان کے ساتھ یہی ہونا چاہئے۔ پھر

ریس شروع ہوئی، اور پھر وہی ہوا جو میں چاہتا تھا، مہاراجہ ریس جیت گیا تھا، بڑے میاں تقریباً





شخص نے اپنی ٹرے سے ٹوکن نکال کر لڑکی کو دیئے اور لڑکی نے پیسے گن کر اسے واپس کر دیئے۔ وہ آدمی پیسے گننے کے بعد باہر چلا گیا تھا۔ میں اس جگہ کا طریقہ کار سمجھ گیا تھا، لیکن ابھی میں نے وہ ٹوکن نہیں خریدے تھے بلکہ میں آگے بڑھ گیا تھا، پھر میں نے مختلف میزوں کا جائزہ لینا شروع کر دیا، کہیں پر لوگ تاش کے پتوں کی بازی جمائے بیٹھے تھے، یہاں پر نقد پیسے استعمال ہو رہے تھے، کہیں لوگ ایک میز کے گرد جمع تھے اس پر ایک گول سی پلیٹ لگی تھی جس پر مختلف نمبر تھے اس میں ایک گیند بھی نظر آرہی تھی ایک شخص وہ پلیٹ گھماتا تھا اور بہت سے لوگ اپنی اپنی مرضی کے نمبر بولتے اور اپنے ٹوکن سامنے رکھتے جاتے، ہرے نیلے اور پیلے ٹوکن، پھر یہ پلیٹ ایک جگہ آکر رک جاتی تھی اور اس میں موجود چھوٹی سی گیند کسی ایک خانے میں جا کر رک جاتی تھی، اور ان لوگوں میں سے جس نے وہ نمبر بولا ہو تا وہ سارے لوگوں کے سامنے رکھے ہوئے ٹوکن سمیٹ لیتا، پھر میں نے تاش کے کھیل کا جائزہ لیا، ایک میز پر چھ افراد بیٹھے تھے اور چھ افراد کے سامنے میز پر ٹوکنوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے، میں کافی دیر تک جائزہ لیتا رہا، میرا اندازہ ایسا ہی تھا کہ ان لوگوں کو محسوس نہ ہو، پھر ایک آدمی کے پاس تین بادشاہ آئے اور اس نے سارے ٹوکن سمیٹنے شروع کر دیئے، کافی حد تک میری سمجھ میں یہ دونوں کھیل آگئے تھے۔ چنانچہ میں نے پہلے ٹوکن خریدنے کا فیصلہ کیا اور کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ ایک لڑکی میری طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

”جی سر، کتنے اسٹیکر دوں؟“

”پچیس ہزار والے.....“ اس لڑکی نے مودبانہ انداز میں پچیس ٹوکن جنہیں غالباً اسٹیکرز کہا جاتا تھا ٹرے میں رکھ کر ٹرے مجھے پکڑا دی، میں ٹرے لے کر وہاں سے آگے بڑھ گیا تھا پھر میں اسی میز پر پہنچ گیا جہاں وہ گول پلیٹ والی نیبل رکھی تھی..... میں دس اسٹیکر نکال کر سامنے میز پر رکھ دیئے.....

”جی سر!“ ایک آدمی نے مجھ سے کہا۔

”یہ دس اسٹیکر.....“

”سر نمبر کون سا.....؟“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نو.....“ میں نے بے اختیار کہا۔

”ٹھیک ہے سر.....“ پھر وہ آدمی باقی لوگوں سے بھی نمبر پوچھتا رہا تھا، میں نے

اپنی پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈالا، مورتی میری جیب میں موجود تھی..... مورتی ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑ کر دل میں خیال کیا، نو نمبر پھر اس آدمی نے گول پلیٹ گھمائی شروع کر دی، اور پھر وہی ہوا یعنی پلیٹ کے رکنے پر وہ سفید گیند نو نمبر کے خانے میں موجود تھی، میں نے اسی طرح باقی سب کے سامنے سے اسٹیکرز سمیٹنے شروع کر دیئے جیسا کہ میں نے انہیں کرتے ہوئے دیکھا تھا، پھر میں نے پندرہ اسٹیکرز لگائے، اور نمبر پانچ لگایا، اس بار بھی میں جیتا تھا۔ دوسرے لوگ حسد بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے تھے، چنانچہ میں نے یہی مناسب خیال کیا کہ اب یہاں سے ہٹ جایا جائے، اور اس کے بعد میں وہاں سے ہٹ گیا، دو ہی بازیوں میں اچھے خاصے اسٹیکرز جمع ہو گئے تھے، پھر میں کاؤنٹر پر پہنچ گیا، اسٹیکرز کے بدلے لڑکی نے نقد رقم میرے حوالے کر دی تھی..... رقم لے کر میں آگے بڑھ گیا تھا..... مختلف میزوں کے درمیان گھومتا رہا پھر ایک میز پر ایک نشست خالی دیکھی اور میں وہاں پہنچ گیا.....

”معاف کیجئے گا، اگر آپ لوگوں کی اجازت ہو تو میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟“ ان پانچوں نے ایک نظر مجھے دیکھا پھر ایک آدمی بولا۔

”ہاں ہاں کیوں نہیں، تشریف رکھئے.....“ میں کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا..... یہ لوگ اپنی بازی کھیلنے رہے، بلائینڈ چال، چال، ڈبل چال یہ سب چیزیں میں غور سے دیکھ رہا تھا..... پھر ان لوگوں کی بازی ختم ہو گئی اور ایک آدمی جیت گیا تھا پھر اس نے پیسے سمیٹ کر اپنے سامنے رکھے اور تاش پھینٹنے لگا پھر اس نے میری طرف متوجہ ہو کہا۔

”آپ کے لئے.....“

”جی پلیز.....“ میں نے کہا اور اس شخص نے میرے سامنے ہی تین کارڈ ڈال دیئے تھے، پھر باریوں کا آغاز ہوا میری دوسری باری تھی، اپنی باری پر میں نے بلائینڈ چال دی، پھر دوبارہ اپنی باری پر بلائینڈ چال دی، تیسری مرتبہ میں نے اپنے پتے اٹھائے تھے، دو اکے اور ایک نسا تھا، نہیں میرے پاس تین اکے ہونے چاہئیں میں نے دل میں سوچا اور اطمینان سے ایک اور چال چل دی، باقی لوگ کچھ حیران ہو گئے تھے۔ ان میں ایک نے کہا۔

”آپ نئے کھیلنے والے ہیں؟“

”جی کیوں.....؟“

”نہیں بس ایسے ہی پوچھ لیا تھا، آپ کا انداز بالکل نئے کھلاڑیوں جیسا ہی

ہے....." میں خاموش رہا تھا..... پھر مورتی ہاتھ میں لے کر میں نے دل میں خیال کیا..... "تین اکے۔" پھر چال پر چال دیتا رہا اور سب ایک ایک کر کے بھاگنے لگے آخر میں میرا ایک حریف رہ گیا تھا اس نے ڈبل چال کے پیسے سامنے کرتے ہوئے کہا.....

"شو" اور میں نے اطمینان سے تینوں پتے ان سب کے سامنے کھول دیئے، تین اکے ہی تھے، میرا دل خوشی سے ناچ رہا تھا، پہلی ہی دفعہ میں نے زبردست ہاتھ مارا تھا اور اب میرے پاس اتنے پیسے تھے کہ میں کافی دیر تک کھیل سکتا تھا.....

پھر میں نے دوسری بازی میں بھی اچھے خاصے پیسے لگائے تھے لیکن یہ بازی میں جان بوجھ کر ہار گیا تھا اب ان لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا نہیں چاہتا تھا..... پھر میں ہارتا جیتتا رہا لیکن زیادہ تر بازیاں جیتتا رہا تھا.....

اس کے بعد تین چار گھنٹے میں کھیلتا رہا تھا اور اچھے خاصے پیسے جمع ہو گئے تھے، پھر وہ پیسے سمیٹ کر میں آگے بڑھ گیا تھا..... بڑی مشکل سے وہ پیسے میں نے اپنی جیبوں میں ٹھونے تھے، لیکن پھر بھی باقی نوٹ میرے ہاتھوں میں ہی تھے..... کاؤنٹر والی لڑکیوں میں سے ایک نے کہا۔

"ایک کیوڑی سر....."

"جی....." میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"سریہ ہمارے پاس بریف کیس فالتو ہے اگر آپ چاہیں تو....."

"تھینک یو، مجھے اس کی سخت ضرورت ہے۔" میں نے وہ بریف کیس ان سے لے لیا اور نوٹ اس میں رکھ لئے ویسے مجھے تعجب تھا کہ ان کے پاس بریف کیس کیسے آیا..... کہیں یہ ان کے کام کا تو نہیں، میں نے پوچھ ہی لیا.....

"سنئے یہ بریف کیس آپ کے کام کا تو نہیں؟"

"ارے نہیں نہیں سر، یہاں تو لوگ اکثر بریف کیس چھوڑ جاتے ہیں، بیچارے سوچتے ہیں کہ بریف کیس لے جا کر کیا کریں گے، کچھ لوگ تو ایسے جاتے ہیں کہ بس گھر پہنچ جائیں تو بڑی بات ہوتی ہے....."

"کیوں.....؟"

"لاکھوں روپیہ ہارنے کے بعد اکثر یہاں لوگوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جاتے ہیں"

ایسے میں انہیں بریف کیس یا ایسی کسی چیز کا ہوش نہیں رہتا....."

"اچھا، لیکن اس کے لئے تھینک یو، تھینک یو ویری مج....." میں نے کہا اور باہر نکل آیا۔ یہاں سے تو نکل آیا تھا لیکن اب سوچ رہا تھا کہ ہوٹل میں سنبل کو کیا بتاؤں گا؟ لیکن پھر ذہن میں ایک خیال آیا، میں نے محسوس کیا تھا کہ جب سے مورتی میرے پاس آئی ہے، میرے سوچنے سمجھنے اور عمل کرنے کی صلاحیتیں تیز ہوتی جا رہی ہیں۔ میں نے سوچا تھا کہ مورتی کو چھو کر کموں کہ یہ بریف کیس سنبل کی نظروں میں نہ آنے پانے اور اس کے سامنے غائب ہو جایا کرے لیکن صرف مجھے نظر آتا رہے، اور ہوٹل پہنچ کر میں نے ایسا ہی کیا..... سنبل ابھی تک جاگ رہی تھی، اس نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا تھا.....

"شاہو! کیسی رہی رات کی ڈیوٹی؟"

"بہت اچھی..... زیادہ کام نہیں تھا، اور جیسے ہی کام ختم ہوا چھٹی، یہاں یہ بہت اچھی بات ہے کہ واپس آنے کے لئے کوئی پابندی نہیں ہے، بس کام ختم ہوا اور چھٹی....."

"یہ تو اچھی بات ہے....."

"ہاں تمہیں آگے مشکل نہیں ہوگی....." میں نے شرارت سے کہا اور وہ شرما گئی تھی۔

"اچھا اب کپڑے وغیرہ بدل لو۔ تمہارے کپڑے تو صاف ستھرے ہیں....."

"ہاں تو اور کیا وہاں ان کی وردی ہے، کام کرتے وقت وردی پہنو، پھر واپسی پر اپنے

کپڑے پہن کر واپس گھر آ جاؤ....."

"اچھا اب میں سمجھی....." وہ مطمئن ہو گئی تھی، میں نے اطمینان سے آگے بڑھ کر ایک کونے میں بریف کیس چھپا دیا تھا..... پھر ہاتھ روم جا کر میں نے کپڑے تبدیل کئے اور پھر ہم لوگ سونے کے لئے لیٹ گئے تھے

پھر میں نے مستقل ریسوں اور تاش کلبوں میں جانا شروع کر دیا، میں نے ایک طریقہ کار متعین کر لیا تھا، اور وہ طریقہ کار یہ تھا کہ ایک تو میں ہمیشہ بڑے نوٹ رکھتا تھا، دوسری اہم بات یہ تھی کہ میں مختلف کلبوں میں کھیلتا رہتا تھا اور یہی نہیں کہ ہر دفعہ جیتوں بلکہ کبھی کبھی

اچھے خاصے پیسے ہار بھی جاتا تھا اس لئے لوگ مجھ پر دھیان نہیں دیتے تھے۔ ایک دن میں ایک کلب میں فلیش کھیل رہا تھا اور اچھی خاصی رقم جیت گیا تھا پھر تمام لوگ ایک ایک کر کے چلے گئے تھے دوسری میزوں پر اکا دکا افراد بیٹھے ہوئے نظر آرہے تھے۔ اچانک ہی ایک طرف سے ایک عورت آتی ہوئی نظر آئی وہ سیدھی میرے پاس آئی تھی پھر وہ میرے برابر والی کرسی پر بیٹھ گئی تھی..... میں حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک خوبصورت عورت تھی، پھر اس نے کہا۔

”ہیلو نوجوان!“

”ہیلو.....“ میں نے بھی جواب کیا۔

”تم جب سے اس کلب میں ہو میں تمہیں جیتے ہوئے دیکھ رہی ہوں تم قسمت کے دھنی ہو، تم واقعی قسمت کے دھنی ہو.....“

”جی شکریہ.....“ میں نے بھی جواب کیا۔

”نوجوان نام کیا ہے تمہارا.....؟“

”شاہو۔“

”شاہو، اس کھیل میں قسمت کا بڑا دخل ہوتا ہے، قسمت ایک رات میں آدمی کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے، بڑے بڑے لوگ تلاش ہو جاتے ہیں لیکن تم، تم اس عمر میں جتنا جیتے ہو اور جس انداز میں جیتے ہو وہ باعث حیرانی ہے.....“

”بس جی، سب نصیبوں کی بات ہے.....“

”نہیں یہ صرف نصیبوں کی بات نظر نہیں آتی.....“

”کیا مطلب.....؟“

”مطلب خود سمجھ جاؤ ناشاہو، اب ہر بات سمجھانی پڑتی ہے تمہیں.....“ اس بار اس عورت کی آواز تبدیل تھی اور میں حیرانی سے اس کی صورت دیکھ رہا تھا..... اور پھر میں نے حیران کن منظر دیکھا۔ اس عورت کی شکل بھی تبدیل ہونا شروع ہو گئی تھی..... دیکھتے ہی دیکھتے اس عورت نے روپ متی کا روپ دھار لیا تھا..... میں حیرت سے گنگ رہ گیا تھا..... روپ متی نے کہا۔

”شاہو! میں ہوں روپ متی تمہاری میڈم، تمہاری دوست.....“ لیکن میرے

منہ میں زبان ہی کہاں تھی، میں تو بس اس کی صورت دیکھ جا رہا تھا۔

”شاہو! بہت مزہ ہے زندگی گزارنے کے اس انداز میں ہر طرف پیسے ہی پیسے دولت ہی دولت لیکن تم جانتے ہو کہ یہ دولت تم کس طرح حاصل کر رہے ہو اور وہ ذریعہ تمہیں کس ذریعے سے ملا یہ بھی تم اچھی طرح جانتے ہو.....“

”جی میڈم.....“ میں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

”یہ ہوئی نابات تو شاہو، ہم بات کر رہے تھے ذریعے کی، تو وہ ذریعہ میں تھی میں نے تمہیں سپورنی دی اور اس کے بدلے میں میں نے ایک وچن لیا تھا تم سے کہ مجھے اپنے ان پانچ دشمنوں کا خون چاہئے جو ابھی زندہ ہیں، ان کا خون اب بھی ان کی رگوں میں برقرار ہے اور میری زبان اسے چاٹنے کے لئے بیتاب ہے، بس مجھے ان کا خون چاہئے تم نے مجھے ان کا خون دینے کا وچن دیا ہے اور میں تم سے کئے دیتی ہوں کہ اپنا وچن مت بھولنا، تم نے ہر حالت میں میرا یہ کام کرنا ہے اور خبردار! اگر تم نے اپنا وچن پورا نہ کیا تو پھر اپنے حشر کے ذمہ دار تم خود ہو گے، سڑکوں پر پلنے والے کتے سے بدتر حالت کر دوں گی تمہاری، یعنی وہ کتے بھی عیش کی زندگی گزارتے ہوں گے، تمہارے بدن سے کوڑھ ٹپکے گا، کوئی تمہیں ہاتھ لگانا بھی پسند نہ کرے گا، لوگ تم سے دور بھاگیں گے، دنیا کا عیش و آرام تم پر حرام ہو جائے گا، نہ تمہیں موت آئے گی اور نہ جینے کو دل چاہے گا، لیکن یہ سب مصیبتیں تم پر نہیں آئیں گی اگر تم میرا کام کر دو تو، بلکہ کچھ اور ایسی قوتیں تمہیں مل جائیں گی جن سے تم بہت ہی اعلیٰ شکتی کے مالک بن جاؤ گے، بس تمہیں یاد دلانا میرا کام تھا، تم تو بالکل ہی مجھے بھول گئے تھے، اچھا چھوڑو تم اپنا کام کرو، میں چلتی ہوں اور جلد ہی واپس آؤں گی.....“

پھر اس کے خدو خال تبدیل ہونا شروع ہو گئے اور وہ واپس اس عورت کی شکل میں آگئی جو پہلے یہاں موجود تھی۔ پھر اس نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”بائے شاہو!“ آواز وہی روپ متی کی تھی پھر وہ کلب سے باہر نکل گئی.....

میں کافی دیر تک ہال کے دروازے کی طرف دیکھتا رہا بڑی سنسنی خیز صورت حال ہو گئی تھی۔ روپ متی نے اپنا وعدہ یاد دلایا تھا یہ کہا تھا اس نے کہ اسے ہر حال میں پانچ آدمیوں

کا خون چاہئے جو اس کی جان کے درپے ہیں..... لیکن اس کے الفاظ، اس کے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے تھے۔ میں ایک بار پھر بری طرح سہم گیا تھا، کافی دیر تک حالات کے بارے میں سوچتا رہا، پھر تھوڑی دیر کے بعد میں بھی اپنی ایک جگہ سے اٹھ گیا تھا.....

سنبل کا ساتھ اور یہ عیش کی زندگی۔ میں اپنے آپ کو بھول گیا تھا۔ یاد ہی نہیں رہا تھا کہ کبھی ایک معمولی بھکاری تھا۔ لوگوں کے سامنے درد بھری آواز سے صدا لگاتا تھا۔ آج قدرت کا دیا سب کچھ موجود تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ کچھ لکھنا پڑھنا بھی آ گیا تھا۔ دنیا کو سمجھنے لگا تھا۔

لیکن..... اچانک روپ متی کے اس طرح مل جانے سے ایک بار پھر دل دہل گیا تھا۔ میں تو سکون کی زندگی گزارنا چاہتا تھا۔ اگر مجھے کسی انسان کا خون کرنا پڑا۔ تو کیا اس کے بعد میرے دل کا سکون قائم رہ سکے گا۔

رات کو سنبل نے کہا۔ ”کیا بات ہے شاہو، کچھ پریشان ہو؟“

”ایں..... نہیں مجھے بھلا کیا پریشانی ہو سکتی ہے۔“

”لگ رہے ہو۔“

”غلط فہمی ہے تمہاری۔“

”ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔“

”ہاں کہو۔“

”کیا ہم ہوٹل میں ہی پڑے رہیں گے۔“

”نہیں، کوئی تکلیف ہے تمہیں یہاں؟“

”ہاں۔“

”کیا.....؟“ میں نے چونک کر پوچھا۔

”آج ہوٹل پر پولیس کا چھاپہ پڑا تھا۔“

”چھاپہ!“ میں نے حیرت سے کہا

”ہاں ایک آوارہ لڑکی اپنے عاشق کے ساتھ پکڑی گئی تھی۔ لوگ مجھے بھی مشکوک نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ شاہو ایک کام کرو.....“

”ہاں۔ بولو!“

”اگر ابھی کوئی گھر نہ خرید سکو تو کرائے پر ہی لے لو۔“

”ہوں۔ فکر مت کرو۔ کل پہلا کام یہی کروں گا۔“ میں نے سنبل کو یقین دلا

ویا۔

پھر دوسرے دن میں تقریباً گیارہ بجے ہوٹل سے نکل آیا تھا۔ کافی دور تک پیدل چلتے رہنے کے بعد میں ایک بازار میں پہنچ گیا تھا۔ یہاں اسٹیٹ ایجنٹوں کی دو تین دوکانیں آئی تھیں، پھر میں ایک اسٹیٹ ایجنٹ کی دکان میں گھس گیا..... دکان میں سامنے ایک بڑی سی میز پڑی ہوئی تھی جس کے پیچھے کرسی پر ایک اسٹارٹ سا آدمی بیٹھا ہوا تھا، میز کے آگے دائیں بائیں جانب صوفے پڑے ہوئے تھے۔ جاتے ہی میں نے سلام کیا تھا اور اس نے سیٹ سے اٹھتے ہوئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا، میں نے بھی جلدی سے اپنا داہنا ہاتھ آگے کر دیا تھا، اس نے بڑے پُر تپاک انداز میں میرے سلام کا جواب دیا تھا۔ پھر وہ کہنے لگا۔

”جی سر فرمائیے، کیا خدمت کر سکتا ہوں میں آپ کی.....؟“

”مجھے ایک مکان چاہئے.....“

”جناب مکان کرائے پر حاصل کرنا چاہتے ہیں نا.....“

”نہیں نہیں مجھے مکان خریدنا ہے.....“

”کس علاقے میں خریدیں گے مکان.....؟“

”کوئی بھی قریبی علاقہ ہو، بس صاف ستھری جگہ ہو.....“

”جناب میرے پاس دو ایسے مکان ہیں، ابھی دس پندرہ منٹ میں میرا بندہ آجاتا

”ہے وہ آپ کو دونوں مکان دکھا دے گا.....“

”ٹھیک ہے.....“ میں نے کہا..... تقریباً بیس منٹ کے بعد ایک آدمی

یہاں پہنچ گیا..... اور اس ایجنٹ نے کہا۔

”ماجد! ان صاحب کو وہ مکان دکھا دو جو برائے فروخت ہیں، چاہیں یہ لے جاؤ.....“ اس نے چاہیاں دراز سے نکال کر اس آدمی ماجد کو پکڑا دیں۔ ماجد نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔

”آئے سرہ.....“ اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا، باہر اس کی موٹر سائیکل کھڑی تھی پھر ہم دونوں موٹر سائیکل پر بیٹھ کر چل پڑے تھے..... کافی دور جا کر مابعد نے موٹر سائیکل ایک مکان کے سامنے روکا..... پھر جیب سے چابیاں نکال کر مین گیٹ کھولا اور مجھے لے کر اندر چل پڑا، سارا مکان اس نے مجھے دکھایا، ہم دونوں کے لحاظ سے یہ مکان بہت بڑا تھا چنانچہ جب وہ مکان دکھا چکا تو میں نے اس سے کہا.....

”یہ تو بہت زیادہ بڑا مکان ہے، جبکہ مجھے صرف دو افراد کے لئے گھر چاہئے.....“ مابعد نے میری طرف دیکھا پھر بولا.....

”سردو سرا مکان تو اس سے بھی بڑا ہے، اگر آپ دیکھنا چاہیں تو.....“

”نہیں نہیں بس ٹھیک ہے.....“

”ٹھیک ہے۔ سر پھر واپس چلتے ہیں.....“ اس نے کہا اور گھر لاک کرنے کے بعد ہم لوگ واپسی کے لئے چل پڑے، مابعد نے اپنی ایجنسی کے باہر ہی موٹر سائیکل روکی تھی اور میں اس کا شکریہ ادا کر کے آگے بڑھ گیا.....

اس کے بعد میں دو تین اسٹیٹ ایجنٹوں کے پاس گیا، کسی کے پاس کرائے کے لئے مکان تھا تو کسی کے پاس انتہائی بڑے مکانات، پھر ایک ایجنٹ نے مجھے ایک مکان دکھایا جو میرے اور سنیل کے لئے انتہائی مناسب تھا، صاف ستھرا علاقہ تھا، بہر حال باقی معاملات طے ہو گئے اور میں نے وہ مکان خرید لیا، اب مسئلہ فرنیچر کا تھا، چنانچہ ایک شوروم پہنچا اور دو صوفہ سیٹ، ڈائمنگ ٹیبل اور کرسیاں، ڈبل بیڈ اور ضروری فرنیچر خرید کر سارا سامان تین سوزوکیوں میں لوڈ کروا کر چل پڑا، پھر یہ سارا سامان بھی میں نے انہی مزدوروں کی مدد سے کمروں میں سیٹ کروایا جو میرے ساتھ یہ سامان لے کر آئے تھے، اس کے بعد الماریاں خرید کر گھر پہنچائیں اور مناسب جگہ سیٹ کر لیا، اتنی اچھی سیٹنگ پر میں خود حیران تھا، ہر لحاظ سے یہ ایک سجاویا گھر لگتا تھا، ہر چیز اپنی جگہ تھی..... پھر میں نے

مزدوروں کو فارغ کیا اور گھر ملنے کی خوشخبری سنبل کو سنانے کے لئے ہوٹل چل پڑا تھا..... ہوٹل میں اپنے کمرے میں پہنچ کر میں نے سنبل سے کہا.....

”چلو سامان سمیٹو.....“

”کیا.....؟“

”سامان سمیٹو بھی، میں نے گھر خرید لیا ہے.....“

”کیا، گھر خرید لیا ہے، مگر کیسے، اتنے پیسے کہاں سے آئے تمہارے پاس؟“

”بس سنبل بندوبست ہو گیا۔ تمہارے لئے تو ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔“ میں نے

کہا۔ سنبل کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ نہیں تھا، جلدی جلدی سامان سمیٹا، اور جھٹ پٹ تیار ہو گئی، میں اسے اس طرح تیار ہوتے دیکھ رہا تھا اور خود بھی خوش تھا کہ چلو مکان کا مسئلہ تو حل ہوا..... اس کے بعد ہم نیچے استقبالیہ پر پہنچے ان کا بل وغیرہ ادا کر کے باہر نکل آئے اور اب ہمارا رخ اپنے گھر کی جانب تھا.....

”گھر دیکھ کر تو سنبل کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں، اس نے مجھ سے

کہا.....

”اتنا خوبصورت اور پیارا گھر، اس کا تصور تو میں خواب میں بھی نہیں کر سکتی

تھی.....“

”میڈم یہ تصور نہیں حقیقت ہے اور یہ لیجئے سنبھالئے اسے.....“ میں نے گھر

کی چابیاں اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا..... بہر حال سنبل ایک ایک چیز دیکھ کر خوش ہوتی رہی تھی..... میں بھی مسرور تھا۔ پھر اچانک ہی کال بیل بجی اور ہم دونوں چونک پڑے..... پھر میں نے کہا.....

”ارے یہ کون آگیا.....؟“

”دیکھ لیجئے، اب مہمان بھی آنے شروع ہو گئے.....“

”میں دیکھتا ہوں“ میں نے کہا اور دروازے کی طرف چل پڑا..... پھر میں نے

دروازہ کھولا تو سامنے ہی ایک بزرگ کو کھڑے ہوئے پایا، سفید داڑھی، سر پر ٹوپی، شیروانی پہنے ہوئے انتہائی پُر رعب شخصیت کے مالک نظر آ رہے تھے.....

”جی فرمائیے.....“ میں نے.....

”میاں ہمارا نام قاضی الہی بخش ہے، آپ کے سامنے والے گھر میں رہتے ہیں، آج کافی دنوں کے بعد اس گھر میں چل پھل دیکھی تو ہم سے رہا نہ گیا اور ہم نے سوچا کہ آپ سے تعارف حاصل کریں..... ویسے نام کیا ہے آپ کا.....؟“

”جی میرا نام شاہو ہے، ارے آپ اس طرح کھڑے کیوں ہیں اندر آئیے.....“ میں نے کہا اور بزرگ کو لے کر اندر آگیا..... اندر آ کر میں نے

بزرگ کو ایک صوفے پر بیٹھنے کی پیشکش کی اور دوسرے پر خود بیٹھ گیا.....

”معاف کیجئے گا میاں ایک بات پوچھنا چاہتے ہیں آپ سے.....؟“

”جی جی فرمائیے.....“

”آپ یہاں اکیلے رہیں گے؟“

”نہیں نہیں، میرے ساتھ سنبل بھی ہے.....“ میں نے کہا اور سنبل کو آواز

دی اور سنبل شرماتی ہوئی اندر آگئی.....

”یہ غالباً زوجہ ہیں آپ کی!“

”جی نہیں.....“

”تو پھر ہن!“

”نہیں نہیں، ہم لوگ جلد ہی شادی کرنے والے ہیں.....“ میں نے مسکراتے

ہوئے کہا.....

”اچھا اچھا ماشاء اللہ.....“ سنبل نے قریب آ کر انہیں سلام کیا اور انہوں نے

اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر دعا دی..... پھر کہنے لگے.....

”معاف کرنا میاں، ویسے تو ہمیں تمہارے ذاتی معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق

نہیں ہے، لیکن شادی سے پہلے اس طرح لڑکی کا تمہارے ساتھ رہنا، بات کچھ سمجھ نہیں

آئی.....“

مجھے یہ بزرگ اچھے لگے تھے اور میں نے دل میں سوچا کہ انہیں ساری حقیقت

بتانے میں کوئی ہرج نہیں ہے چنانچہ میں نے ان سے کہا.....

”محترم بات یہ ہے کہ یہ ایک بے سارا لڑکی ہے، اس کا اس دنیا میں کوئی نہیں

ہے، یہ مجھے ایک حادثے کے تحت ایک جگہ ملی تھی اور پھر میں نے اس سے شادی کا فیصلہ

”بیٹا! کیا ہم تمہیں اپنا بیٹا بنا سکتے ہیں.....؟“

”جی میں سمجھا نہیں.....“

”بیٹے دیکھو، ہماری اس دنیا میں کوئی اولاد نہیں ہے، اگر ہوتی تو وہ بھی شاید تمہارے جتنے ہی ہوتے۔ تم دونوں ہمیں بہت اچھے لگے ہو اور ہم دل سے یہ چاہتے ہیں کہ تم دونوں ہمارے بیٹا بیٹی بن جاؤ.....“ میں بھی جذباتی ہو گیا تھا، میں نے کہا۔

”محترم! اس دنیا میں ہم دونوں کو اپنے ماں باپ دیکھنا نصیب نہیں ہوئے اور ہم لوگ شاید ہمیشہ ماں باپ کے پیار سے محروم رہتے، لیکن اب یوں لگتا ہے جیسے واقعی ہمیں بھی کوئی دل سے بیٹا کسے گا ہمارا بھی اس دنیا میں کوئی اپنا ہو گا، کوئی پوچھنے والا ہو گا، آج سے آپ ہمیں اپنی ہی اولاد سمجھئے اور جو فرائض آپ ضروری سمجھتے ہیں وہ ہمیں بتا دیجئے، انشاء اللہ ان کی تعمیل میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔“

”شکریہ بیٹے، بہت شکریہ، اچھا اب یہ بتاؤ کہ رات کے کھانے میں کیا کھاؤ گے.....؟“

”ارے نہیں نہیں، اس تکلف کی کیا ضرورت ہے.....؟“ سنبل نے کہا۔

”پھر وہی بات، بچے تو فرمائش کرتے ہیں اپنے ماں باپ سے تم پھر وہی تکلف کی بات کر رہی ہو، اچھا ایسا کرتے ہیں مرغی کا قورمہ پکوا لیتے ہیں اور بریانی، اور کچھ پکوانا چاہو تو.....“

”نہیں بابا، بس اتنا ہی بہت ہے.....“ سنبل نے کہا۔

”ہاں یہ ہوئی نا بات، بس اب تم لوگ مجھے بابا ہی کہنا اور سنو کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو بلا جھجک کہہ دینا، ٹھیک ہے!“

”جی بالکل.....“ میں نے کہا۔

”اچھا اب ہم چلتے ہیں، تم لوگوں کے لئے کھانے کا بندوبست کرتے ہیں، تم لوگ آرام کرو اور ہاں بیگم کو خوشخبری بھی دینی ہے اللہ نے اس عمر میں ایسی نیک اولاد سے نوازا ہے.....“ بزرگ اپنی جگہ سے اٹھے تو میں بھی ان کے ساتھ اٹھ کر باہر آ گیا تھا..... مین گیٹ پر پہنچ کر انہوں نے کہا.....

”بیٹا میں ایک بات محسوس کر رہا ہوں اس گھر میں.....“

کر لیا وہ حادثہ بھی بڑا عجیب تھا، میں جمال پور میں ایک دکان پر ملازمت کرتا تھا کہ ایک ضروری کام سے مجھے فیروز آباد جانا پڑا۔ راستے میں میری ملاقات دلاور نامی ایک شخص سے ہوئی، وہ مجھے اپنے گھر لے آیا، بہت اچھی طرح رکھا، یہ لڑکی بھی وہیں کام کرتی تھی اور مجھے کھانا وغیرہ یہی دیا کرتی تھی، پھر ایک دو دفعہ اس نے مجھے وہاں سے بھاگ جانے کے لئے کہا لیکن میں نے اس کی بات پر کوئی دھیان نہیں دیا، پھر دلاور نے مجھے باہر بھیجنے کی پیشکش کی اور کہا کہ اس ملک میں رہ کر تم اپنا مستقبل برباد کر رہے ہو، میں تمہیں کسی دوسرے ملک بھجوا دوں گا، وہاں جا کر کمانا اور عیش کرنا، میں ان کے چکر میں آ گیا، انہوں نے میرا خون لیا اور کہا کہ اس کے ٹیسٹ کی ضرورت پڑتی ہے بلڈ گروپ معلوم ہونا چاہئے، اس دوران پچھ پر اسرار لوگ دلاور خان کی کونٹھی میں آتے جاتے رہتے تھے۔ پھر ایک رات اپنے ایک ساتھی کی مدد سے دلاور خان سنبل کو کونٹھی میں بنے ہوئے تہہ خانے میں لے گیا، چیخ و پکار کی آواز سن کر میں بھی اس کے پیچھے وہاں پہنچ گیا، وہاں میں نے دل، پیپھڑے، گردے وغیرہ بڑے بڑے جاروں میں رکھے ہوئے اور میں سمجھ گیا کہ یہ کوئی ایسا گروہ ہے جو انسانی اعضاء کی تجارت کرتا ہے، پھر تھوڑی سی جدوجہد کے بعد میں نے سنبل کو ان کے چنگل سے چھڑا لیا، اور دلاور خان کے بارے میں پولیس کو بتا دیا..... پھر نہایت ہوشیاری سے ہم لوگ یہاں تک پہنچے، یہاں آکر میں نے نوکری تلاش کی مالکان سے قرضہ لیا اور یہ مکان خرید لیا اور اب ہم جلد ہی شادی کر لیں گے.....“

”میاں واقعی یہ تو ایک نیک کام ہے، خدا تم دونوں کو خوش رکھے.....“

”آپ کے گھر میں کون کون ہے.....؟“ اس بار سنبل نے کہا.....

”بیٹی میں ہوں اور میری بیگم مہرا النساء، بس ہم دو ہی افراد ہیں، ہمارے رشتے دار

بھی مختلف شروں میں رہتے ہیں، اولاد کوئی نہیں ہے ہماری۔ ساری زندگی جو کمایا وہ دو گھروں پر لگا دیا، ایک گھر میں ہم خود رہتے ہیں، دوسرا ایک دوسرے علاقے میں ہے اور کرائے پر اٹھایا ہوا ہے، بس وہاں سے کرایہ آ جاتا ہے اور گزر بسر بڑے عیش سے ہو جاتی ہے.....“ ان بزرگ نے بھی اسی سادگی سے اپنے تمام حالات بیان کر دیئے..... پھر وہ کہنے لگے۔

”کیسی بات.....؟“

”بیٹا! پہلے تو میں اسے صرف وہم سمجھا تھا لیکن اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اس گھر میں ضرور کوئی گڑبڑ ہے.....“

”محترم قاضی صاحب آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہی ہیں، ذرا وضاحت فرمائیں گے.....“

”بیٹا جب میں تمہارے گھر میں داخل ہوا تھا تو ایک عجیب سی بدبو میری ناک سے نکرائی، اس وقت میں یہ سمجھا تھا کہ یہ بدبو ہو سکتا ہے کہیں باہر سے آرہی ہو، لیکن پھر میں نے کمرے میں بیٹھ کر بھی مسلسل یہی بدبو محسوس کی ہے اور مجھے لگتا ہے کہ اس گھر پر کوئی آسیبی اثر ہے.....“

”آسیبی اثر؟ لیکن ہمیں تو کوئی بدبو محسوس نہیں ہوئی۔“

”بس بیٹا اپنی اپنی پرکھ ہے، اور پھر سب سے زبردست ذات وہی ہے جو سب کچھ جانتا ہے اور اس نے اپنے بندوں کو بھی تھوڑا بہت علم دیا ہے، اب یہ اس کی تقسیم ہے کہ کسی کو کم دیا ہے اور کسی کو زیادہ، اور شاید ہمیں تھوڑی سی سمجھ بوجھ عطا کی ہے اس ذات پاک نے جس کی بناء پر ہم نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ اس گھر میں ضرور کوئی آسیبی اثر ہے.....“ بزرگ کی باتوں سے میں پریشان ہو گیا تھا۔ پھر میں نے ان بزرگ سے کہا.....

”قاضی صاحب پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے، آپ ہی کوئی مشورہ دیں.....؟“

”بیٹا اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اس کا بھی کچھ نہ کچھ بندوبست ہو جائے گا، پہلے ہم اپنے بیٹے کا نکاح کرائیں گے۔ بالکل پریشان مت ہو، سنبل کے ساتھ وقت گزارو اسے خوش رکھو اور ہاں یہ سب ہم نے اسی لئے تمہیں اکیلے میں بتایا ہے کہ سنبل کو کچھ پتہ نہ چلے، بچی بلا وجہ ڈر جائے گی، اسے بالکل کچھ نہ بتانا اور ہاں نکاح کی تیاریاں کرو جلد ہی ہم تمہارا نکاح پڑھائیں گے.....“

پھر بزرگ چلے گئے، لیکن مجھے پریشان کر گئے تھے، کیا ہو سکتا ہے یہ سب، کیا ہو سکتا ہے..... بہر حال خود کو سنبھالنا ضروری تھا چنانچہ خود پر قابو پایا اور مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا تھا.....

”کیا کہہ رہے تھے بابا.....؟“

”پتہ ہے کیا کہہ رہے تھے.....؟“

”بتاؤ نا.....“

”کہہ رہے تھے نکاح کی تیاریاں کرو، بہت جلد وہ ہمارا نکاح پڑھا دیں گے.....“ میں نے کہا اور سنبل کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔ اس نے گردن جھکا لی تھی..... میں اس کے قریب پہنچ گیا، پھر میں نے دونوں ہاتھوں سے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا.....

”سنبل ایک شوہر کی حیثیت سے میں دنیا کی ہر خوشی تمہیں دینے کی کوشش کروں گا.....“

”تم میرے ساتھ ہو، میرے لئے بس دنیا کی سب سے بڑی خوشی یہی ہے.....“

”اچھا میڈم..... میں نے مذاقاً کہا اور ہنس پڑی اس کے بعد ہم لوگ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے تھے۔

پھر اس وقت رات کے تقریباً آٹھ بجے تھے کہ ہماری بیل بجی اور میں باہر چلا گیا، وہی بزرگ تھے، ان کے ساتھ ایک خاتون بھی تھیں دونوں ہاتھوں میں دوڑے اٹھائے ہوئے تھے..... بزرگ نے مجھے دیکھ کر کہا.....

”بھئی یہ ہیں ہماری زوجہ محترمہ مہرا نساء بیگم، یہی ہیں ہماری سب کچھ.....“

”اچھا اچھا، آئیے تشریف لائیے.....“ میں انہیں لے اندر چل پڑا تھا، اندر جا کر خاتون نے دونوں ٹرے ایک جگہ رکھ دیئے، سنبل نے انہیں دیکھتے ہی سلام کیا تھا اور انہوں نے بڑے شفقت بھرے انداز میں سلام کا جواب دیا تھا.....

”ماشاء اللہ بڑی پیاری بچی ہے.....“ انہوں نے سنبل کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا.....

”ہاں بالکل آپ جیسی.....“ بزرگ نے شرارت سے کہا.....

”ارے آپ شروع ہو گئے.....“

”ہاں تو اور کیا، ہمارے بچے ہیں یہ، ان کے سامنے ہم کچھ بھی کریں



گے.....

”اچھا بس! بیٹا انہوں نے بتایا تھا کہ آپ دونوں شادی کرنا چاہتے ہیں!“

”جی..... میں نے کہا.....“

”تو دلہن کے لئے کچھ کپڑے، زیور وغیرہ ہے آپ کے پاس۔“

”جی فی الحال نہیں ہے لیکن انتظام ہو جائے گا.....“

”جی نہیں، انتظام ہم کریں گے، کل صبح آپ دونوں ہمارے ساتھ بازار جائیں

گے اور تمام ضروری سامان اور کپڑے ہم لوگ خرید کر دیں گے.....“

”بابا یہ سب.....“ سنبل بولی۔

”نہیں کچھ نہیں، جب بابا کہا ہے تو کچھ تو حق جتانے دو ہمیں.....“

”ہاں بالکل، تم دونوں بچے ہو ہمارے.....“ اس بار خاتون نے کہا۔

”لیکن امی.....“

”بیٹی اس طرح تو تم غیریت کا ثبوت دے رہی ہو، بس یوں سمجھو کہ یہ سب ہم

اپنی خوشی کے لئے کر رہے ہیں.....“

”ارے بھی، کھانا نہیں کھاؤ گے تم لوگ!“ بزرگ نے کہا.....

”بالکل کھائیں گے آپ لوگ بھی تو ہمارے ساتھ کھائیں گے۔“

”نہیں بھی، ہم تو مغرب کے بعد کھانا کھا لیتے ہیں، تم لوگ کھاؤ، بلکہ اب ہم

لوگ چلتے ہیں، تم دونوں آرام سے کھانا کھاؤ صبح گیارہ بجے ہم لوگ آجائیں گے، بازار چلنا

ہے۔“

”ٹھیک ہے جیسی آپ کی مرضی.....“ میں نے کہا، پھر وہ دونوں چلے گئے

تھے۔ میں نے اور سنبل نے کھانا کھایا، ہم دونوں گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے، سنبل

نے کہا۔

”اس دنیا میں کیسے کیسے لوگ ہوتے ہیں شاہو، اب انہیں دیکھو ہمارا ان سے کوئی

بھی رشتہ تو نہیں ہے، لیکن جس طرح یہ لوگ ہمارے ساتھ پیش آرہے ہیں.....“

”ہاں، اب ذرا دنیا کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے، سنبل، تو پتہ چل رہا ہے کہ

اس دنیا میں کیا کچھ ہے.....“

”ایک بات بتاؤ شاہو.....!“

”ہاں پوچھو.....“

”کیا ہماری زندگی میں اسی طرح خوشیاں قائم رہیں گی.....؟“

”سنبل، انسان کی آرزو تو یہی ہوتی ہے، باقی تقدیر کے کھیل ہی ہوتے

ہیں..... دعائیں مانگا کرو کہ ہماری زندگی میں خوشیاں ہی خوشیاں ہوں.....“

”نہ جانے کیوں کبھی کبھی میرا دل ڈرنے لگتا ہے.....“

”کیوں.....؟“

”بس شاہو! میں سوچتی ہوں کہ.....“ سنبل نے جملہ ادھورا چھوڑ

دیا.....

”بتاؤ نا کیا سوچتی ہو.....؟“

”نہیں شاہو چھوڑو جانے دو..... یہ سب بلا وجہ کی باتیں ہیں.....“

”بڑی باتیں نہ سوچا کرو۔“ میں نے کہا۔

الٹی بخش صاحب درحقیقت فرشتہ صفت انسان تھے، ہم سے زیادہ وہ ہمارے لئے

مضطرب ہو گئے تھے، دنیا کی ہر خوشی ہمیں دے دینا چاہتے تھے، ان کے ان احسانات کا کوئی

بدلہ نہیں تھا ہمارے پاس، تین چار دن گزر گئے تھے، ویسے الٹی بخش صاحب جب بھی

آتے تھے ان کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت پھیل جاتی تھی، اس دن میں نے ان سے

پوچھ ہی لیا تھا۔

”کیا بات ہے قاضی صاحب، آپ کچھ پریشان سے نظر آتے ہیں.....؟“

”نہیں بیٹے بس دعائیں مانگتے ہیں تمہارے لئے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا کی ہر

خوشی نصیب کرے۔ تمہارے اوپر آنے والی ہر بلا ٹل جائے، اصل میں یہ بدبو جو تمہارے

گھر میں آتی ہے کچھ مناسب نہیں ہے، میں تمہیں ڈرانا نہیں چاہتا، لیکن جو تھوڑا بہت

علم میرے پاس ہے وہ یہ بتاتا ہے کہ کوئی دشمن تمہارے پیچھے لگا ہوا ہے، اب اس دشمنی

کی کیا بنیاد ہے یہ میری سمجھ میں نہیں آتا پہلے تو کبھی اس گھر میں کسی آسیبی قوت کے

بارے میں کسی سے بھی نہیں سنا تھا، اگر یہاں کوئی آسیبی قوت ہے تو آخر وہ یہاں کہاں

سے پہنچ گئی، سوچتا ہوں کہیں وہ تمہارے ساتھ لگی لگی تو یہاں تک نہیں آئی۔“

میرے دل میں کئی بار یہ خیال آیا کہ قاضی صاحب کو اس بارے میں بھی بتا دوں لیکن ہمت نہیں پڑی، بہر حال دوسرے دن قاضی صاحب نے آکر کہا۔

”مہر النساء کہہ رہی ہیں کہ سنبل کو میرے ساتھ بھیج دو، آج شام کو میں نے کچھ لوگوں کو مدعو کر لیا ہے، سنبل کے بزرگ کی حیثیت سے میں موجود ہوں، تمہارے کچھ دوست احباب ہیں یہاں پر.....؟“

”نہیں قاضی صاحب کوئی نہیں ہے.....؟“

”خیر کوئی فکر کی بات نہیں ہے یہ تو صرف باتیں ہوتی ہیں، اصل مسئلہ نکاح کا ہے.....“

”لیکن قاضی صاحب..... میں نے کہنا چاہا.....“

”لیکن ویکن کچھ نہیں، جو میں کہہ رہا ہوں کیا تم میری وہ بات نہیں مانو گے.....؟“

”بھلا میری یہ مجال کہ انکار کر سکوں“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو پھر ٹھیک ہے، سنبل بیٹی کہاں ہے، اسے بلاؤ۔“ سنبل کو میں نے کمرے ہی میں سب کچھ سمجھا دیا، اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا، پھر وہ قاضی صاحب کے ساتھ ان کے گھر چلی گئی اور میں سوچوں میں ڈوب گیا، آہ کاش میری زندگی سے ہر مشکل ٹل جائے اور کوئی ایسی بات نہ ہو جو میرے لئے پریشان کن ہو، پھر شام کو تمام رسومات ہوئیں، میں نے صاف ستھرے کپڑے پہنے قاضی صاحب مجھے لینے آگئے تھے، قاضی صاحب کے کچھ شناسا وہاں موجود تھے جو میرے اور سنبل کے نکاح کے گواہ بنے قاضی صاحب نے بڑی محبت سے ہم دونوں کا نکاح پڑھایا، اپنے موجود دوستوں میں چھوہارے تقسیم کئے، رات کے کھانے کا بندوبست بھی انہوں نے ہی کیا تھا، اور اس کے بعد انہوں نے تھوڑا سا سامان بھی ہمارے حوالے کیا۔ جو انہوں نے خود خریدا تھا کمال کے انسان تھے احسان پر احسان کئے جا رہے تھے، بے مقصد اور بے غرض، بہر حال رات کو سنبل دلہن کی حیثیت سے اس گھر میں آگئی مہر النساء بیگم خود ہی اسے پہنچانے آئی تھیں۔ چنانچہ وہ جملہ عروسی میں پہنچادی گئی، میری زندگی کو ایک اور نیا سہارا ملا تھا۔

بقیہ وقت جس طرح گزرا میں ہی جانتا ہوں، سنبل کمرے میں تھی، دلہن بنی بیٹھی ہوئی تھی، یہ بھی انوکھی شادی تھی، وہ لڑکی میری زندگی کی ساتھی بن گئی تھی جس کے بارے میں کبھی خواب میں سوچا بھی نہیں تھا، مائی میراں کی گاڑی گھیننے والا ایک فقیر آج کیا زندگی گزار رہا تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ روپ متی کے چکر میں پھنسنے میں میری کسی کوشش کا دخل نہیں تھا، پتہ نہیں تقدیر نے کیوں یہ کھیل کھیلا تھا، غور کرتا تو اس کھیل میں مجھے لاتعداد فائدے بھی نظر آتے تھے، جو کچھ ہو گیا تھا کبھی بھی نہ ہو پاتا، اور یہ نہ ہوتا تو سنبل میری زندگی میں شامل نہ ہوتی، اب تو یہ لگتا تھا جیسے سنبل اگر میری زندگی میں شامل نہ ہوئی تو شاید میں کبھی مکمل نہ ہوتا اور وہی دو پیسے کا فقیر کا فقیر رہتا، پتہ نہیں روپ متی مجھ سے اور کیا کیا کام لینا چاہتی ہے، بس خوف ہوتا تھا دل میں کبھی تو یہی ہوتا تھا کہ کیا میرے اندر کسی انسان کو قتل کرنے کی صلاحیت ہے، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ پھر میں نے سنبل کے بارے میں سوچا، ایک عجیب سی شرم کا احساس ہو رہا تھا، حالانکہ وہ اتنے عرصے سے میرے ساتھ تھی، ہر طرح کی بے تکلفی تھی ہمارے درمیان، لیکن اس وقت اس کے کمرے میں جاتے ہوئے ایک عجیب سی جھجک ہو رہی تھی مجھے، لیکن بہر حال زندگی تو یہی سب کچھ ہوتی ہے اور میں اپنی زندگی کی جانب چل پڑا، کمرے کا دروازہ کھولا تو بیٹھی ہوئی سنبل کو دیکھا، گڑیا سی لگ رہی تھی بالکل، لمبا سا گھونگھٹ نکلا، دوا تھا، اور اس کے کان میرے قدموں کی آہٹ پر لگے ہوئے تھے، دھڑکتے دل کے ساتھ میں آگے بڑھا اور مسہری کے قریب پہنچ گیا۔ سنبل اسی طرح ساکت بیٹھی ہوئی تھی، کچھ لمحے سوچتا رہا اس کے بعد میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

”سنبل! میں جو کچھ ہوں تم اس سے اچھی طرح واقف ہو، بلکہ یوں کہنا چاہئے سنبل، کہ مجھے ایک سمجھدار انسان بنانے میں تمہاری ہی محنت کا دخل ہے، دنیا سے بہت کچھ سیکھا جاتا لیکن تم نے مجھے جو کچھ سکھایا ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ سنبل میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تم سے کیا باتیں کروں، اب مجھے اپنا چہرہ، نیچے دو..... کیا تم مجھے اس کی اجازت دو گی.....؟“ سنبل نے کوئی جواب نہیں دیا، میں نے خود ہی دل میں سوچا کہ بھلا نئی نوپلی دلہن پڑ پڑ تو نہیں بول سکتی، لرزتے ہاتھ اس کے گھونگھٹ کی جانب بڑھے اور میں نے اس کا گھونگھٹ الٹ دیا لیکن اس کے بعد اگر کسی نے ہم کا دھماکہ سنا ہو اور بالکل قریب سے سنا ہو تو سمجھ لے کہ وہی کیفیت میری ہوئی تھی، ہم کے دھماکے سے کم نہیں تھا، میری آنکھیں پھرا گئیں، سر جھنجھنا کر رہ گیا۔ کان سانس سانس کرنے لگے، آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا جو چہرہ گھونگھٹ سے نمودار ہوا تھا وہ سنبل کا نہیں تھا بلکہ وہ روپ متی تھی، روپ متی جس کے چہرے پر ایک بھیانک مسکراہٹ کھیل رہی تھی، میرا دل لرز کر رہ گیا، یہ سنبل روپ متی کی شکل کیوں اختیار کر گئی، آہ یہ سب کیا ہے، سنبل، سنبل، سنبل، روپ متی مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی، پھر اس نے کہا۔

”کس سوچ میں ڈوب گئے شاہو.....؟“

”تم تم، تم.....“

”ہاں تم تو جیون کے مزے لے رہے ہو اور میں نکہ کی آگ میں جل رہی ہوں۔ اپنے تو سارے کام کرنے بیٹھ گئے، یہ نہیں سوچا کہ روپ متی سے بھی پوچھ لیں کہ تیرا کیا کام ہے.....؟“

”روپ متی صرف ایک بات بتاؤ مجھے.....؟“ میں نے اپنے آپ کو سنبھال کر

کہا۔

”ہاں پوچھو.....“

”کیا سنبل کے روپ میں تم تھیں.....؟“

”چھی چھی چھی، کیسی باتیں کرتے ہو، وہ منحوس لڑکی میں کیسے ہو سکتی

ہوں.....؟“

”وہ منحوس ہے؟“

”وہ.....“ روپ متی کے چہرے پر یہ آگ برسنے لگی۔

”تو پھر یہ بتاؤ سنبل کہاں ہے.....؟“

”دوسرے کمرے میں ہے، بے ہوش پڑی ہوئی ہے.....“

”بے ہوش؟“

”ہاں.....“

”وہ کیسے بے ہوش ہو گئی.....؟“

”میں نے کیا ہے.....“

”مگر کیوں.....؟“

”اس لئے کہ تم سے بات کرنا چاہتی تھی.....“

”کیا بات کرنے کے لئے یہی وقت ضروری تھا.....؟“

”بہت ضروری۔“

”کیوں.....؟“

”یہ میں تمہیں بتائے دیتی ہوں.....“ میں شدید غصے کے عالم میں اسے دیکھ

رہا تھا اس وقت مجھے انتہائی جنون سا چڑھ رہا تھا، روپ متی نے میرے جذبات کو ٹھیس

پہنچائی تھی۔ وہ اس وقت آئی تھی جب میں اپنی زندگی کے سب سے حسین لمحے سے

دوچار ہونے والا تھا، میں اسے سرد آنکھوں سے دیکھتا رہا، روپ متی آہستہ آہستہ بستر سے

نیچے اتر آئی تھی..... اور پھر وہ میرے سامنے تن کر کھڑی ہو گئی۔

”تمہیں یاد ہے تم نے مجھے کیا وچن دیا تھا؟“

”اس وقت مجھے کچھ یاد نہیں ہے.....“

”سوچ لو شاہو سوچ لو، انسان جب وقت گنوا دیتا ہے تو اسے احساس ہوتا ہے کہ

اس نے کیا کیا ہے؟“

”روپ متی! جس مقصد کے تحت یہاں آئی ہو وہ مجھے بتاؤ اور اس کے بعد یہاں

سے دفعہ ہو جاؤ۔“

”تو میرے ساتھ اس انداز میں پیش آ رہا ہے پاپی کینے دو کوڑی کے انسان، تجھے

اندازہ نہیں ہے کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔“

”دیکھو روپ متی میرے جذبات کو بھی سمجھو میں میں اس وقت.....“

”ہاں ہاں تو اس وقت جس کیفیت میں ہے میں جانتی ہوں، لیکن سن شاہو، تو نے مجھے وچن دیا تھا کہ میرے لئے میرے ان پانچ دشمنوں کا خون لائے گا جو میری طلب ہیں اور اب وہ سب آگیا ہے کہ تو مجھے میرے پہلے دشمن کے خون کی بھیٹ دے.....“

”کب.....؟“

”آج، اب سے تھوڑی دیر کے بعد۔ کل صبح تجھے خون کا وہ پیالہ مجھے دینا پڑے گا جس میں میرے دشمن کا خون بھرا ہوا ہو گا.....“

”کون ہے تیرا دشمن روپ متی.....؟“

”وہ لڑکی جسے تو نے اپنی بیوی بنایا ہے اور جس کا نام سنبل ہے۔“ روپ متی نے کہا۔ ہیرو شیمہ کے بعد ناگ ساگی پر بھی ایٹم بم گر پڑا تھا، یہ دوسرا دھماکہ تھا جو میرے کانوں سے ہوتا ہوا میرے سارے وجود کو لرزائے کا باعث بن گیا تھا۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے روپ متی کو دیکھنے لگا، اس کے چہرے پر شیطان مسکرا رہا تھا۔ میں نے کہا۔

”کیا بکواس کر رہی ہے.....؟“

”سن، وہ دوسرے کمرے میں ہے، بے ہوش پڑی ہے، اس کمرے میں اس کے پاس تانبے کا پیالہ اور ایک خنجر رکھا ہوا ہے، اس خنجر سے تو اس کی شہ رگ کاٹ اور تانبے کا پیالہ اس کے خون سے بھر لے، پھر اس کی لاش کو ٹھکانے لگا دے، یہ تیرا کام ہے کہ اسے کہاں ٹھکانے لگائے گا..... کل دوپہر کو جب سورج آسمان کی بلندی پر ہو گا میں تیرے پاس آؤں گی تو وہ خون مجھے پیش کرے گا، سمجھ رہا ہے نا.....“

”روپ متی تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے.....“

”دماغ تو تیرا خراب ہو گیا ہے، یہ توقف لڑکے، جب تک تو مجھے پانچ انسانوں کی بھیٹ نہیں دے گا چہن سے نہیں بیٹھے گا اور اگر تو نے کوئی غلط کام کیا تو پھر یہ سمجھ لے کہ سنسار میں تیرا کہیں ٹھکانہ نہیں ہو گا۔ جا رہی ہوں جو کہا ہے وہی کر اس سے الگ نہیں ہونا چاہئے.....“ وہ آگے بڑھی پھر دروازے پر رک کر بولی..... ”غلطی تیری ہے، ارے بڑا پریمی بنا پھرتا ہے، پہلے اپنی ذات کو تو مکمل کر لے، ابھی تو صرف ایک

لوٹا ہے تو جو صرف میرے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے ورنہ تو کیا تیری اوقات کیا، جب پانچ انسانوں کی بھیٹ مجھے دے دے گا اس کے بعد کسی سے پریم کرنا۔ پھر تیرے راستے نہیں رکیں گے، پاگل کیس کا.....“ وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گئی اور میں پتھریا ہوا سا وہیں کا وہیں کارہ گیا۔

کچھ دیر کے لئے تو سوچنے سمجھنے کی قوتیں ختم ہو گئی تھیں۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ ابھی جو کچھ ہوا ہے وہ حقیقت ہے یا پھر صرف ایک خواب، لیکن خواب جاگتے میں تو نہیں دیئے جاتے، میں اپنی جگہ پتھریا ہوا کھڑا ہوں، سنبل کا کمرہ ہے اور وہ پھولوں کی بیج جس میں میرے ارمان میرا انتظار کر رہے تھے اور اب وہ کتنی ہے کہ سنبل دوسرے کمرے میں بے ہوش پڑی ہے، آہ کیا خوشیاں اتنی ہی ناپائیدار ہوتی ہیں، ایک لمحہ نہیں لگتا انسان کو خوشی سے غم کی طرف آتے ہوئے۔ وہ بدبخت کتنی ہے کہ میں سنبل کی گردن پر چھری پھیر دوں..... سنبل کی گردن پر جس کے علاوہ میری زندگی میں اب اور کچھ بھی نہیں ہے، ناممکن ہے، میں سو بار اپنی زندگی قربان کر سکتا ہوں سنبل کے لئے، اس کے ناخن تک کو نقصان نہیں پہنچا سکتا..... دوسرے لمحے میں دیوانہ وار کمرے سے باہر نکلا اور اس کمرے کی جانب دوڑا جہاں اس بدبخت نے سنبل کو پہنچا دیا تھا۔ میں پھرتی سے اندر داخل ہو گیا، سنبل ایک طرف زمین پر پڑی ہوئی تھی، وہ عجیب سی کیفیت میں نظر آ رہی تھی..... میں پاگلوں کی طرح اس پر جھک گیا، میں نے اسے لاتعداد آوازیں دیں لیکن سنبل نہیں جاگی تھی، البتہ تھوڑے فاصلے پر میں نے وہ بد شکل پیالہ اور اس کے اندر رکھا ہوا خنجر دیکھا، میری آنکھوں میں نفرت کے آثار ابھر آئے، میں نے سنبل کو وہاں سے اٹھایا اور اپنے بازوؤں میں لئے ہوئے کمرے میں واپس آگیا۔ میں نے اسے مسہری پر لٹایا اور اس کے بعد اسے ہوش میں لانے کی کوششیں کرنے لگا لیکن سنبل ہوش میں نہیں آئی تھی۔ عجیب سہاگ رات تھی یہ، دولہا دلہن کو آغوش میں لئے بیٹھا تھا اور ذہن میں لاتعداد تصورات ابھر رہے تھے، میں نے دل میں سوچا کہ کچھ بھی ہو جائے سوال ہی نہیں پیدا ہوتا سنبل کو نقصان پہنچانے کا۔ نتیجہ جو کچھ بھی ہو، پھر میرے دل میں قاضی صاحب کا خیال آیا اس سلسلے میں قاضی صاحب کو مکمل اطلاع دینا ضروری ہے، کل دوپہر تک کا وقت تھا میرے پاس، قاضی صاحب ہی کوئی بہتر مشورہ دے سکیں گے، سنبل

کو یہاں تنہا چھوڑنا بھی میرے لئے مناسب نہیں تھا، کہیں میری غیر موجودگی میں اسے ہوش نہ آ جائے، کہیں روپ متی اسے نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرے، آخر روپ متی سنبل کی دشمن کیوں ہو گئی، یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، لیکن کچھ بھی ہو، روپ متی جیسی ہزار عورتیں اگر یہ کہیں کہ میں اب سنبل کو کوئی نقصان پہنچا دوں تو میں کسی قیمت پر یہ نہیں کروں گا اور نہ ہی اب میں روپ متی کے مقصد کے لئے کوئی کام کروں گا، چاہے اس کی کتنی ہی بڑی سزا مجھے کیوں نہ ملے یہ میرا آخری فیصلہ ہے.....“

میں نے دل میں سوچا، بہت دیر تک سوچ میں ڈوبا رہا پھر میں نے یہی طے کیا کہ صبح کو قاضی صاحب کے پاس جاؤں گا.....

میں ساری رات آنکھوں میں کانٹے کے بعد صبح کو اٹھا اور غسل خانے میں جا کر منہ ہاتھ دھویا، سنبل بدستور بے ہوش پڑی ہوئی تھی، اب اس کی اس طویل بے ہوشی سے بھی مجھے وحشت سی ہو رہی تھی میں منہ ہاتھ دھونے کے بعد ایک نگاہ سنبل پر ڈال کر باہر نکلا ہی تھا کہ دروازے سے مجھے قاضی صاحب اندر داخل ہوتے ہوئے نظر آئے، ان کے ساتھ ایک اور بزرگ بھی تھے جن کے چہرے پر لمبی داڑھی تھی اور لمبے لمبے بال شانوں تک لٹک رہے تھے۔ ایک عجیب سا جلال ان کے چہرے پر چھایا ہوا تھا، میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا تو قاضی صاحب بولے.....

”کہاں جا رہے تھے شاہو.....؟“

”آپ کے پاس.....“ میں نے سر دلچے میں کہا.....

”آؤ اندر آؤ، میں تمہارا تعارف ایک ایسی شخصیت سے کراتا ہوں جس کے

بارے میں جان کر تم حیران رہ جاؤ گے.....“

”قاضی صاحب میں.....“

”باقی ساری باتیں اندر چل کر ہوں گی.....“ قاضی صاحب نے کہا اور میں اٹھ کر قدموں واپس اندر آ گیا، ان بزرگ کو جو قاضی صاحب کے ساتھ آئے تھے میں نے دیکھا تھا اور ایک لمحے میں میرے دل پر ایک عجیب سا اثر ہوا تھا، بزرگ اندر آ گئے، میں انہیں باہر والے کمرے میں لے کر بیٹھ گیا۔

”سناؤ سنبل کیسی ہے؟“

”قاضی صاحب! میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں.....“

”اس سے پہلے میرے مرشد سے ملو، یہ مرشد غیاث اللہ ہیں، بس یوں سمجھ لو کہ فقیر منش ہیں، اللہ نے انہیں کیا کیا عطا کر دیا ہے یہ میں بھی نہیں جانتا، اصل میں میں نے ان سے تذکرہ کیا تھا اس بدبو کا اور اس خدشے کا جس کا اظہار میں تم سے کر چکا ہوں تو مرشد نے فرمایا کہ آؤ ذرا دیکھیں، مرشد رات کو ہی میرے پاس آ گئے تھے، میں نے بڑے احترام سے ان بزرگ کو سلام کیا تو وہ بولے۔

”جو کہنا چاہتے ہو وہ کہو ہم بعد میں بولیں گے.....“

”مرشد میں ایک پریشان حال انسان ہوں، انسان جب برائیوں کی طرف چلا جاتا ہے تو اسے لاتعداد جھوٹ بولنے پڑتے ہیں، ایسے جھوٹ بھی جن پر اس کا دل ہمیشہ اسے ملامت کرتا رہے.....“

”کہتے رہو کہتے رہو، بولتے رہو.....“

”مرشد میں، میں اصل میں بڑی عجیب و غریب زندگی گزارتا رہا ہوں، شاید کوشش کے باوجود میں اس کے بارے میں آپ کو نہ بتا سکوں، واقعہ میں وہاں سے بتاؤں گا جہاں ایک کبوتر عورت مجھے ملی وہ مجھے دھوکے سے لے گئی تھی اور اس کے بعد اس نے ایسے ایسے انوکھے کھیل کھیلے کہ میری عقل خبط ہو گئی.....“

”تفصیل تفصیل تفصیل.....“ بزرگ نے آنکھیں بند کر کے کہا اور اس کے بعد میری زبان اس طرح چل پڑی جیسے کوئی فلم چل رہی ہو..... میں محسوس کر رہا تھا کہ ایک ایک لفظ مجھے یاد آ رہا ہے اور میں کسی پر اسرار قوت کے زیر اثر بول رہا ہوں، قاضی صاحب کی آنکھیں بھی شدت حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں جب میں ساری کہانی سنا چکا تو بزرگ نے کہا.....

”وہ مورتی کہاں ہے.....؟“

”میرے پاس موجود ہے.....“

”لے کر آؤ.....“ میں تیزی سے اندر گیا اور اس کے بعد مورتی لے کر

بزرگ کے سامنے آ گیا.....

”ہوں رکھ دو اسے، تھوڑے فاصلے پر رکھ دو۔ دیکھا تم نے الہی بخش پتہ چل گیا

کہ بدبو کہاں سے آرہی ہے.....؟“ قاضی الہی بخش نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔  
 ”غیاث اللہ صاحب مورتی کو دیکھتے رہے کچھ سوچتے رہے پھر تھوڑی دیر کے بعد  
 بولے.....“

”تو وہ کیا کہہ گئی ہے.....؟“

• ”کہہ گئی ہے کہ دوپہر کو اس وقت جب سورج آسمان کی بلندیوں پر پہنچ جائے گا  
 تو وہ خون سے بھرا پیالہ اور خنجر لینے کے لئے آئے گی.....“

”ہوں“ لڑکی کیا حالت ہے.....؟“

”بے ہوش پڑی ہوئی ہے“ رات بھر ہوش میں نہیں آئی۔“ میں نے رندھی ہوئی  
 آواز میں کہا۔

”نہیں فکر مت کرو“ میں جانتا ہوں وہ ہوش میں کیوں نہیں آئی، اصل میں بیٹے  
 برائی تو خود تم نے اپنی اندر پیدا کر لی ہے، انسان کو نیک و بد کی تمیز کرنے میں دقت نہیں  
 محسوس کرنی چاہئے، جتنے واقعات تمہیں پیش آئے ہیں، ان میں یہ بات تو صاف ظاہر تھی  
 کہ وہ کوئی بری روح ہے اور تمہیں اپنے گندے مقاصد کے لئے استعمال کر رہی ہے،  
 تمہیں یہ مورتی اس سے لینا ہی نہیں چاہئے تھی، مگر انسان دولت کی چمک میں اندھا ہو  
 جاتا ہے، تم نے اسے یہ وجہ دے دیا تھا کہ تم اس کے پانچ دشمنوں کے خون اسے پیش  
 کرو گے.....“

”جی مرشد! میں نے واقعی اس سے یہ الفاظ کہے تھے.....“

”بہت ہی برا کیا تھا تم نے، انسانوں کو زندگی دینے والا کون ہے“ جواب

دو.....؟“

”اللہ.....“

”تو تم نے ایک ایسے کام کی ہامی بھری جو اصل میں اللہ کا کام تھا، دیکھو شیطان کو  
 قوتیں دی گئی ہیں کہ وہ انسانوں کو بھٹکائے برکائے اور انہیں گمراہ کرنے کی کوشش  
 کرے۔ شیطان بس اتنا ہی کر سکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ تم وہ گناہ اپنے سر لے لیتے  
 ہو، بس یہی حساب ہے اور یہی حساب دینا ہوتا ہے، تم اس سے اگر یہ کہہ دیتے کہ تم یہ  
 کام نہیں کر سکتے تو زیادہ بہتر ہوتا.....“

”شرمندگی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے میرے پاس.....“  
 ”خیر بات اگر تمہاری ہی ہوتی تو معاف کرنا مجھے، شاید میں کچھ نہ کرتا تمہارے  
 لئے، لیکن وہ ایک معصوم اور بے گناہ زندگی کے درپے ہے یہ میرے لئے قابل برداشت  
 نہیں، قاضی! کیا تم اس بچی کو اپنے گھر لے جاسکتے ہو؟“  
 ”جی مرشد جی!“

”تو ٹھیک ہے اسے اپنے گھر لے جانے کا انتظام کرو وہ آرام سے ہوش میں آ  
 جائے گی اور ہوش میں آنے کے بعد اسے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں، باقی دیکھتے ہیں کہ  
 اللہ کیا کرتا ہے، ویسے میاں ایک بات بتاؤ، کیا نام ہے تمہارا.....؟“  
 ”شاہو.....“ میں نے جواب دیا۔

”ہاں شاہو! ایک بات بتاؤ اس لڑکی کا قتل اگر کر دو گے تم تو پولیس تمہارا کچھ  
 نہیں بگاڑ سکے گی، یہ میں جانتا ہوں اور باقی چار افراد کو بھی تم قتل کرو گے تب بھی پولیس  
 تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی اس کے بدلے میں تمہیں یہ سب کچھ مل رہا ہے، یہ معمولی  
 بات نہیں ہے، تم کروڑ پتی ارب پتی بن سکتے ہو، ایسی ایسی درجنوں لڑکیوں سے شادی کر  
 سکتے ہو، پھر تم یہ کیوں کر رہے ہو.....؟“

”مرشد نہیں! نہیں مرشد میں فطرتاً بڑا انسان نہیں ہوں۔ میں ساری دنیا چھوڑ  
 سکتا ہوں، لیکن سنبل کو کوئی نقصان پہنچانا میرے بس کی بات نہیں ہے۔“

”دیکھو عزیز! زندگی میں اپنی خوشی حاصل کرنے کے لئے بہت سی قربانیاں دینا  
 پڑتی ہیں، دولت کے حصول کے لئے۔ تم بلاوجہ ایک لڑکی کی زندگی بچانے کی کوشش کر  
 رہے ہو.....“

”مرشد میں جانتا ہوں آپ میرا امتحان لے رہے ہیں، مرشد میں بھکاری بننے کے  
 لئے تیار ہوں میں کچھ بھی کرنے کے لئے تیار ہوں، لیکن سنبل کو نقصان نہیں پہنچا سکتا  
 میں۔“

”حق کہتے ہو؟“

”جی مرشد.....“

”تو پھر سنو، سب سے پہلے اس مورتی کو اٹھا کر کسی ایسی گندی جگہ پھینک آؤ“

جہاں سے یہ دوبارہ تمہارے ہاتھ نہ لگ سکے.....

”جی مرشد میں یہ کرنے کے لئے تیار ہوں.....“

”اس کے بعد اس گھر پر اس کی ہر چیز پر لعنت بھیج دو اور محنت مزدوری کی زندگی گزارنے کا عہد کرو۔“

”ایسا ہی کروں گا میں مرشد.....“

”یہ صرف ایک جذباتی بات ہے، بعد میں تو نہیں سوچو گے کہ زندگی کے عیش و آرام حرام ہو گئے۔“

”نہیں سوچوں گا مرشد.....“

”تو پھر ٹھیک ہے..... اب جو کچھ میں بتا رہا ہوں تمہیں وہ کرنا ہے.....“

”حکم مرشد.....“

”مورتی کے بارے میں جیسا میں نے کہا اسے کسی گندے گٹر میں ڈال

دو.....“

”گھر کے باہر ایک گٹر ہے، میں وہاں ڈال دیتا ہوں اسے.....“

”جاؤ پہلے یہ کر کے آؤ۔“ میں نے خوشی کے ساتھ وہ مورتی اٹھائی اور اسے لے کر گھر سے باہر نکل آیا، پھر میں نے فاصلے پر بہتے ہوئے گندے گٹر کا ڈھکن کھولا اور مورتی اس گٹر میں پھینک کر ڈھکن بند کر دیا، گویا وہ میرے عزم کا ثبوت تھا، واپس پہنچا تو مرشد مسکرا رہے تھے انہوں نے کہا.....

”خوب، اب تم یوں کرو کہ بازار جاؤ، بکرے کا خون حاصل کرو بلکہ یوں کرو ایک بکرا بیس ذبح کر لو، کالے رنگ کا بکرا ہونا چاہئے، یہ تمام انتظامات کر لو۔ اور قاضی تم یوں کرو کہ جس طرح بھی بن پڑے لڑکی کو اٹھا کر اپنے گھر لے جاؤ، بکرے کا خون پیالے میں بھر کر دوپہر کو تم اسے پیش کرو گے اور اس کے بعد جو کچھ بھی ہو گا وہ مجھے بتاؤ گے.....“

”ٹھیک ہے مرشد..... میں نے خلوص سے کہا۔

”ڈرو گے تو نہیں.....؟“

”نہیں مرشد.....“

”چلو پھر ٹھیک ہے، یہ تمام چیزیں تمہیں چھوڑنا ہوں گی، نئے سرے سے زندگی کا

آغاز کرنا ہو گا، میں تمہیں دوبارہ کہہ رہا ہوں.....“

”مرشد، آپ بالکل بے فکر رہیں سب کچھ آپ کے حکم کے مطابق ہی ہو

گا.....“

”چلو قاضی پھر اٹھو.....“

پھر تھوڑی دیر کے بعد قاضی صاحب نے میری اور مرشد غیاث اللہ کی مدد سے بے ہوش سنبل کو اپنے گھر پہنچایا۔ مہرا لہنا بیگم سنبل کو بے ہوش دیکھ کر حیران رہ گئی تھیں.....

”کیوں کیا ہوا، اسے کیا ہو گیا.....؟“ مہرا لہنا بیگم نے پوچھا۔

”بس بے ہوش ہو گئی ہے، لیکن سنو ہوش میں آئے تو تم اس سے کوئی سوال نہ

کرنا، خود ہی جو کچھ بتائے اسے سن لیتا۔ سمجھ رہی ہو نا.....“ قاضی صاحب نے

مہرا لہنا بیگم کو ہدایت کی

”ٹھیک ہے۔“

”بس تو میاں جو کچھ تم سے کہا ہے میں نے وہ کرو اور اس کے بعد وقت کا انتظار

کرو.....“ میں نے گردن ہلا دی۔

کالا بکرا وہیں میں نے اپنی اس رہائش گاہ کے بیرونی حصے میں ذبح کیا تھا اور اس کا خون پیالے میں بھر لیا تھا، باقی بکرے کو قاضی صاحب کی ہدایت کے مطابق صدقے کے طور پر دے دیا گیا تھا اور وہ جگہ میں نے بالکل صاف کر لی تھی، لیکن اب میرا دل لرز رہا تھا..... قاضی صاحب اور مرشد تو چلے گئے تھے اور روپ متی کے آنے کا وقت ہوتا جا رہا تھا، میں آسمان کی طرف دیکھتا تھا اور میرے دل میں شدید کپکپاہٹیں ابھر رہی تھیں، نہ جانے اب کیا ہو.....

زندگی میں کبھی نہ بھوت دیکھا تھا، نہ سرکٹا اور نہ کوئی پھل پیری..... لیکن اس وقت جو عورت اندر داخل ہوئی تھی وہ پھل پیری تھی، وہ روپ متی ہی تھی، وہ بیگم صاحبہ جو گاڑی میں مجھے لینے آئی تھیں، کبھی ایک بار اس کے پیروں پر نظر ڈال لیتا تو اندازہ ہو جاتا کہ وہ کیا شے ہے، وہ تو پھل پیری تھی کبھت، لیکن دیکھا بھی تو کب جب سب کچھ میرے ہاتھ سے جا چکا تھا، میرا دل دہشت سے کانپنے لگا، وہ اندر آگئی تھی اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی، لباس بھی عجیب سا پن رکھا تھا، مڑے ہوئے پیروں میں چاندی کے زیورات تھے جو چھن چھن کر کے بج رہے تھے، اندر داخل ہو کر اس نے میری طرف دیکھا اور مسکرا کر بولی.....

”کر دیا میرا کام.....؟“

”ہاں، ہاں.....“ نہ جانے کس طرح میرے منہ سے نکلا تھا..... اس کی نگاہیں خون سے بھرے ہوئے پیالے پر پڑیں جس کی اوپری سطح اب جم کر کالی ہو گئی تھی، وہ آگے بڑھی اور اس نے پیالہ دونوں ہاتھوں میں لے لیا..... پھر وہ زمین پر پالتی مار کر بیٹھ گئی، اس کے چہرے پر خوشی کی سرخی دوڑ رہی تھی اس نے کہا.....

”تو نے جو کچھ کیا ہے اس کے نتیجے میں تجھے جو کچھ ملے گا تو سوچ بھی نہیں سکتا.....“ آج میرے من کی سب سے بڑی خوشی پوری ہو رہی ہے، میرے پہلے دشمن کا خون، ہاں میری پہلی دشمن کا خون اور اس کے بعد، مگر تجھے بعد میں بتاؤں گی۔ اس نے کہا اور خون کا پیالہ منہ سے لگا لیا، اس نے اس میں سے ایک گھونٹ خون بھرا اور دوسرے لمحے اچھل پڑی وہ خون کو غور سے دیکھ رہی تھی..... پھر اس کی آنکھوں میں عجیب سی بجلیاں ترپنے لگیں اس کی آنکھیں گہری سرخ ہو گئی تھیں، بالکل خون کی مانند اس نے مجھے دیکھا اور میں ان چمکدار آنکھوں سے آنکھیں نہ ملا سکا تو وہ بولی.....

”پاپی، ذلیل، کینے، دھوکے باز، یہ، یہ میری دشمن کا خون ہے، یہ وہ ہے جو میں نے تجھ سے کہا تھا، مجھے اور دھوکہ دیا تو، نے مجھے دھوکہ دیا، میں نے تو تجھ پر بڑا اعتبار کیا تھا..... تجھے سنسار کی ساری خوشیاں دے دی تھیں میں نے، تجھ سے کچھ لئے بغیر اور تو نے..... تو نے میرے ساتھ دھوکہ کیا مجھے جانتا ہے میں کون ہوں، جانتا ہے

یہ وقت جس طرح گزرا تھا میرا دل ہی جانتا تھا، زندگی میں اس سے زیادہ خوف کبھی محسوس نہیں کیا تھا، میں اس بڑے کمرے میں جا کر بیٹھ گیا جہاں خون کا پیالہ اور خنجر رکھا ہوا تھا، یہ کمرہ میرے گھر کا سب سے بڑا کمرہ تھا اور یہاں کوئی خاص چیز نہیں تھی یعنی فرنیچر وغیرہ، بس ننگا فرش تھا۔ ویسے بھی یہ کمرہ بہت کم استعمال ہوتا تھا، میں یہ سوچ رہا تھا کہ اب کیا ہو گا، ویسے میں نے خلوص دل کے ساتھ اس دولت سے توبہ کر لی تھی جو مجھ سے سنبل جیسی لڑکی کو چھین رہی تھی، ارے اس دنیا میں لاکھوں افراد غربتی کی زندگی گزارتے ہیں۔ محنت مزدوری کر کے سنبل کو جو کچھ کھلاؤں گا، وہ زیادہ اچھا ہو گا..... بجائے اس کے کہ اپنی دل کی دنیا اپنے ہاتھوں سے برباد کر لوں اور گندگی ہی میں ڈوبتا چلا جاؤں، وہ تو میری تقدیر اچھی تھی کہ قاضی الہی بخش اور اس کے بعد غیاث اللہ جیسی عظیم شخصیت مجھے مل گئی تھی، ورنہ میرا کیا حشر ہوتا، وہ تو مجھے..... اس کے بعد اچانک میری سوچوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا، باہر قدموں کی چاپ سنائی دی تھی، پھر دروازہ کھلا تھا اور اس کے بعد روپ متی نے اپنا پاؤں اندر رکھا تھا، لیکن میں نے اس کا پاؤں ہی دیکھا تھا اور اس وقت میں نے جو کچھ دیکھا وہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا..... آہ کبھی غور ہی نہیں کیا تھا، بالکل غور نہیں کیا تھا..... روپ متی کا چہرہ سامنے تھا، لیکن اس کے دونوں پاؤں پیچھے کو مڑے ہوئے تھے..... ایڑھیاں آگے تھیں اور پاؤں پیچھے، میں نے فقیروں کے محلے میں فقیروں کی زبانی، بھوتوں، سرکٹوں اور پھل پیروں کا ذکر سنا تھا، لیکن



مجھے.....

میں تھر تھر کانپ رہا تھا میرے منہ سے کوئی آواز نہیں نکل رہی تھی۔ پھر وہ بولی۔  
 ”اور اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ ایک معمولی سی لڑکی کے لئے مجھے دھوکہ دیا ہے تو یہ  
 تیری بھول ہے پاپی ارے میں نے تو تجھ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں تیرا وہ حشر کروں  
 گی کہ تو بھول نہیں سکے گا، کوڑھی ہو جائے گا تو، ماروں گی نہیں تجھے کوڑھ پٹکاوں گی  
 تیرے بدن سے، تو نے تو نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ وہ لڑکی  
 بچ جائے گی تو یہ بھی تیری بھول ہے، میں اسے پاتال سے بھی تلاش کر لوں گی اور اس کے  
 بعد کسی اور کو اس کام کے لئے تیار کروں گی اور تو، تو جس پر میں نے اپنا سے ضائع کیا ہے  
 تو دیکھنا اپنا حشر کیا ہو گا، تیرے ساتھ، کہاں گئی وہ مجھے بتا کہاں گئی وہ.....؟“  
 ”نہیں بتاؤں گا میں تجھے..... میں تجھے اس کا خون نہیں دے سکتا روپ متی“  
 کچھ اور مانگ مجھ سے، کچھ اور مانگ، لیکن اب تو تو مجھ سے جو کچھ بھی مانگے گی وہ تیرے  
 لئے بھی بیکار ہو گا اور میرے لئے بھی کیونکہ وہ مجھے نہیں چاہئے جو تو نے مجھے دیا۔ مجھے  
 نہیں معلوم تھا کہ تو پھل پیری ہے، تو ایک گندی روح ہے، تو بھتنی ہے ایک، مجھے نہیں  
 معلوم تھا.....

”اور کچھ، اور کچھ.....“ وہ مسکرائی.....

”اور کچھ بھی نہیں، بس خبردار اس کے بعد کبھی میرے سامنے مت آنا“ سمجھ رہی  
 ہے جو ہو گیا سو گیا، اب میں تیرے فریب میں نہیں آؤں گا.....“ جواب میں اس نے  
 ایک بھیانک قہقہہ لگایا اور بولی۔

”تو میرے فریب میں کیا آئے گا پاگل کتے، تجھے کیا فریب دوں گی میں، اور تو نے  
 جو یہ چھوٹا سا دھوکہ کیا ہے میرے ساتھ تو سمجھتا ہے کوئی بہت بڑا کام کر ڈالا تو نے ارے  
 پنگے اس کے نتیجے میں جو کچھ ہو گا وہ تو دیکھے گا.....“ میں نے تو بہت کچھ دیکھا، لیکن  
 اس کا چہرہ میری طرف نہیں تھا اس لئے اس نے کچھ نہیں دیکھا تھا۔

میں نے دیکھا کہ دروازے سے مرشد غیاث اللہ اندر داخل ہوئے ہیں اور ان  
 کے ساتھ قاضی صاحب بھی ہیں، جب غیاث اللہ نے قاضی صاحب سے کہا۔

”الٹی بخش دروازہ بند کر دو.....“ تو وہ بھی چونک کر مڑی تھی اور پھر میں  
 ایک دیوار سے جا ٹکا تھا وہ پلٹ کر ان دونوں کو دیکھنے لگی تھی پھر اس نے کہا.....  
 ”ارے تم کون ہو بیوقوفو؟ اور کسی کے گھر میں کیوں گھے چلے آئے  
 ہو.....؟“

”تو اتنا بھی نہیں جانتی پھل پیری، اتنا بھی نہیں معلوم ہے تجھے کہ میں کون  
 ہوں.....؟“ مرشد غیاث اللہ نے کہا اور وہ چونک کر اپنے پیروں کو دیکھنے لگی پھر بولی۔  
 ”ہوں، تو تم دھرتا ہوں، مہمان آتما ہو تم، ملا ہو، مجھے نقصان پہنچاؤ گے، بیوقوفو! اگر  
 تم نے صرف یہ سوچ رکھا ہے کہ میں پھل پیری ہوں تو یہ تمہاری بیوقوفی ہے، میں خالی  
 پھل پیری نہیں ہوں، میں تو اپنی آتما کو امر کرنا چاہتی ہوں، سمجھ رہے ہو نا.....“ میں  
 لوٹا چماری بننا چاہتی ہوں، پھل پیری کیا چیز ہے، میں کالی مائی کی پجاری بننا چاہتی ہوں، لوٹا  
 چماری کا درجہ حاصل کرنا چاہتی ہوں میں اور اس کے لئے مجھے اپنے پانچ دشمنوں کا خون  
 پینا ہے، مگر تم، تم کیوں میری دشمنی پر آمادہ ہو رہے ہو..... جاؤ بھاگ جاؤ، میرا اور اس  
 کا معاملہ ہے، مجھے اپنا کام کرنے دو.....“

”قاضی تم شاہو کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ... ذرا ہم بھی تو دیکھیں یہ کون مہمان آتما  
 ہے، کالی کی پجاری، اسے اور اس کی کالی کو تو میں ابھی ٹھکانے لگاتا ہوں۔“

غیاث اللہ کے لہجے میں ایک چیلنج چھپا ہوا تھا اور اس کے نتیجے میں وہ اور زیادہ  
 غضب ناک ہو گئی تھی، کہ میں جس پر اس نے اتنا سے صرف کیا اور اس نے مجھے دھوکہ  
 دے دیا.....

”اب تو اس کی طرف سے میں ہی وکالت کر رہا ہوں سمجھ رہی ہے نا.....  
 اسے کوئی نقصان پہنچانا چاہتی ہے تو پھر مجھ سے مقابلہ کرنا ہو گا تجھے.....“

”ارے جا جا، کیوں اپنی بوڑھی ہڈیوں کو دکھ دے رہا ہے، جا چلا جا، اب بھی مجھے  
 تجھ پہ غصہ نہیں آیا، چلا جا ہم دونوں کے بیچ میں ٹانگ نہ اڑا، اسے وہ کرنا پڑے گا جو میں  
 کہہ رہی ہوں.....“

”ایک بات بتائے گی تو، کیا نام ہے تیرا.....؟“

”روپ متی ہے میرا نام.....“  
 ”ایک بات بتائے گی مجھے روپ متی، آخر سنبل تیری دشمن کیسے ہو گئی.....؟“

”کیوں تیرے باپ کی نوکر ہوں میں کہ تجھے اپنے من کی بات بتاؤں یہ میرا اپنا معاملہ ہے۔“

”اب یہ تیرا اپنا معاملہ نہیں ہے۔“  
 ”تو بس پھر ٹھیک ہے، اب تو آ جا ذرا میرے مقابلے پر.....“ اس نے کہا اور غیاث اللہ مسکرانے لگے پھر بولے.....

”آ تو گئے ہیں تو شروع کر.....“ اور وہ شروع ہو گئی، اچانک ہی اس کی شکل بدلنے لگی، روپ متی کا چہرہ بہت خوبصورت تھا، یہ بات میں نے دل میں پہلے بھی کئی بار سوچی تھی، لیکن اب آہستہ آہستہ اس کا چہرہ بدلتا جا رہا تھا، اس کے ہونٹ نیچے لٹکنے لگے تھے، اوپری ہونٹ مڑ کر ناک سے جا لگا تھا، دانتوں کی لمبائی بڑھتی جا رہی تھی، آنکھیں بھیانک انداز میں پھٹنے لگی تھیں، اس کا چہرہ گہرے سرخ رنگ میں ڈوبنے لگا تھا، پھر رفتہ رفتہ وہ گہری سرخ ہو گئی، یہ محسوس ہوتا تھا جیسے اس کا چہرہ نہیں گوشت اور خون کا ایک لو تھرا ہے، آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں اور پھر اس کے منہ سے آواز نکلی۔  
 ”پاپی، بڑھے تیری موت ہی تجھے گھیر لائی ہے تو کوئی کیا کر سکتا ہے.....؟“

”بھئی، ہم لوگ جو ہوتے ہیں نا وہ موت کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے بلکہ ہمارے لئے بہترین موت وہی ہوتی ہے جو کسی بھلائی میں آئے، ویسے یہ جگہ بہت چھوٹی سی ہے، دل تو یہ چاہتا تھا کہ کسی کھلے میدان میں تجھ سے مقابلہ ہو مگر چل ٹھیک ہے ایسے ہی سہی، کیا فرق پڑتا ہے، اب تو ایسا کر کہ پہلے خود کوئی کوشش کر اس کے بعد پھر ہم کریں گے.....“

”ہوں تو پھر یہ لے.....“ اس نے اچانک ہی منہ بلند کر کے ایک زور کی آواز نکالی اور اس کے منہ سے لاتعداد لمبے لمبے کیڑے نکل پڑے، یہ کیڑے آگ کی طرح روشن تھے ان کی لمبائی ڈیڑھ یا دو انچ سے زیادہ نہیں ہو گی، لیکن وہ مکھیوں کی طرح

بھنبھناتے ہوئے ایک غبار کی شکل میں چاروں طرف پھیل گئے اور پھر آہستہ آہستہ مرشد غیاث اللہ کی جانب بڑھنے لگے۔ وہ مسلسل اپنے منہ کو بند کر کے آوازیں نکال رہی تھی اس کے عجیب سے انداز میں نکلے ہوئے دانت چمک رہے تھے۔ پھر وہ سب کیڑے غیاث اللہ کی جانب بڑھے، ہم دونوں شدت خوف سے کانپ رہے تھے، قاضی صاحب کی حالت بھی خراب تھی، لیکن غیاث اللہ صاحب اطمینان سے کھڑے ہوئے تھے، اچانک ہی انہوں نے آنکھیں بند کر کے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور فضا میں ایک دھوئیں کا غبار سا پھیلتا چلا گیا، وہ تمام کیڑے جو غیاث اللہ کی جانب بڑھ رہے تھے اس دھوئیں کے غبار میں رو پوش ہو گئے اور پھر آہستہ آہستہ غبار چھٹنے لگا، میں نے دیکھا کہ وہ کیڑے واپس روپ متی کی جانب بڑھ رہے ہیں، پھر اچانک ہی وہ روپ متی کے پورے وجود سے لپٹ گئے، ایک لمحے کے لئے روپ متی نے ان کیڑوں کو اپنے چہرے اور بدن سے ہٹانے کی کوشش کی، لیکن دوسرے لمحے اسے کچھ خیال آیا، اس نے دونوں ہاتھ اوپر کر کے نیچے جھٹکے اور اس کے پورے بدن سے روشنی پھوٹنے لگی، یہ آگ جیسی روشنی تھی جس کی تپش بھی محسوس ہو رہی تھی، دیکھتے ہی دیکھتے وہ تمام کیڑے کو نلہ ہو کر نیچے گرنے لگے تو روپ متی نے کہا۔

”اور بول، اور بول بڑھے اب کیا کرے گا یہ تو جل گئے.....؟“

”تو نے ہی انہیں پیدا کیا تھا اور تو نے ہی انہیں جلا دیا، اب اس کے بعد میری طرف سے بھی تو وار کا انتظار کر، کیا سمجھی.....؟“

”میرا تیرا کھیل تو شروع ہو چکا ہے بڑھے! اب ذرا مزے کا کھیل ہو گا، تو سمجھتا ہے کہ تو کامیاب ہو گیا، لیکن میں اس کے لئے تیار ہو کر نہیں آئی تھی اب تجھ سے باقاعدہ مقابلہ ہو گا“ یہ کہہ کر وہ ایک دم دروازے کی طرف بھاگی اور غیاث اللہ کا قہقہہ فضا میں گونج اٹھا.....

”بھاگ گئی سسری کہیں کی، ارے جب تیرا دل چاہے آ جانا“ غیاث اللہ نے کہا اور پھر قاضی صاحب سے بولے۔ شیطان بھاگ گیا ہے۔ فنا نہیں ہوا۔ خطرہ قائم ہے کچھ سوچنا پڑے گا بے خبری مناسب نہیں ہے آؤ بیٹھ کر باتیں کریں گے۔“

”میرے ہوش خراب تھے اگر تقدیر سے ان لوگوں کا سہارا نہ حاصل ہو جاتا تو میں بھلا اس بھتی کا کیا بگاڑ سکتا تھا..... ہم سب ایک کمرے میں آ بیٹھے، تب غیاث اللہ صاحب نے کہا۔

”میاں شاہو اب تمہیں سوچ سمجھ کر میرے سوازل کا جواب دینا ہو گا۔“

”جی شاہ صاحب!“ میں نے سسہی ہوئی آواز میں کہا۔

”پہلی بات میں تمہیں یہ بتا دوں کہ یہ کوئی عام پھل پیری نہیں ہے، عام پھل پیریاں وہ بدرو صیں ہوتی ہیں جو انسان کو نقصان پہنچانے کے لئے درپے رہتی ہیں، انہیں ڈراتی رہتی ہیں، خوفزدہ کرتی ہیں لیکن یہ روپ متی یہ کالی دیوی کی پجاریں ہیں، ان کے ہاں کالی دیوی شیطان کے نائب کی حیثیت رکھتی ہے، اس کالی دیوی کے پجاری امرشکتی کے حصول کے لئے جادو سیکھتے ہیں اس کے دوران انہیں لوگوں کا خون بھی پینا ہوتا ہے، خون پینے کے بعد پجاری کالی دیوی کو ایک بھینٹ دیتے ہیں، وہ بھینٹ بھی بڑی عجیب ہوتی ہے، پجاری اپنے جسم کے پانچ مختلف حصوں کو زخم لگاتے ہیں، پھر ان کا خون یکجا کر کے کالی دیوی کو تلک لگایا جاتا ہے اور پھر یہ پجاری امرشکتی کے مالک بن جاتے ہیں۔ کالی دیوی کی طرف سے یہ تحفہ ہوتا ہے ان کے لئے اور پھر یہ پجاری اگر روپ متی کی کیفیت میں ہوں تو انہیں اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے کسی سارے کی ضرورت ہوتی ہے، ایک ایسا سارا جو ان کے لئے خون فراہم کر سکے چند منتخب انسانوں کا خون، اس کے بدلے میں وہ اپنے اس سارے کو دنیاوی آسائشیں تو دے دیتے ہیں لیکن خود ان پجاریوں کو جو طاقت حاصل ہوتی ہے وہ بہت ہی اعلیٰ ہوتی ہے، لیکن بیٹا اس ذات باری کے سامنے دنیا کی ساری طاقتیں چیچ ہیں جس نے یہ کائنات تخلیق کی ہے، تمہیں ہمیں بتایا ہے، نیک و بد ہمارے سامنے کر دیئے ہیں، اب یہ انسان کی اپنی مرضی ہے کہ وہ اپنی زندگی کس طرح گزارتا ہے۔ اسی لئے ہم تم سے پوچھ رہے ہیں کہ تم یہ عیش و آرام چاہتے ہو یا سنبل کی زندگی؟“

”مرشد! میں ہر حال میں صرف اور صرف اپنی سنبل کی زندگی چاہتا ہوں۔“

”ہوں، تو پھر ٹھیک ہے، ابھی اور اسی وقت یہ جگہ چھوڑ دو، اس حرام کی کمائی

سے خریدی ہوئی ہر چیز، یہاں تک کہ یہ کپڑے بھی۔ قاضی صاحب کا کوئی جوڑا پہن لو لیکن یہ کپڑے اتار دو کیونکہ یہ مورتی کی کمائی ہے، تمہاری محنت کی نہیں، اور ہاں اگر مناسب سمجھ تو فی الحال قاضی الہی بخش کے ہاں ہی قیام کرو..... کیوں قاضی.....؟“

”جی مرشد بالکل میرے بچے ہیں یہ، وہ بچی اتنے پیار سے مجھے بابا کہتی ہے اور خود شاہو بھی میرا احترام کرتا ہے یہ دونوں مجھے بے حد عزیز ہیں، میرا پورا گھر حاضر ہے ان کے لئے۔“

”شاہو! ایک بار پھر سوچ لو.....“

”مرشد! اب میرے فیصلے آپ لوگوں نے کرنے ہیں، بس اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتا ہوں۔“

”چلو پھر اٹھو یہاں سے نکل چلو.....“ غیاث اللہ صاحب نے کہا اور ہم تینوں اس کمرے سے باہر نکل آئے، پھر ہم لوگوں نے یہ گھر بھی چھوڑ دیا تھا..... اس کے بعد ہم لوگ قاضی صاحب کے گھر پہنچ گئے تھے..... سب سے پہلے غیاث اللہ صاحب نے سنبل کا جائزہ لیا تھا، پھر وہ کہنے لگے۔

”یہ صبح تک ہوش میں آجائے گی، روپ متی نے اصل میں اسے صرف اس لئے بے ہوش کیا تھا کہ یہ لڑکی تمہارے کام میں مزاحم نہ ہو، رات سے لے کر آج دوپہر تک کسی بھی وقت تم اپنا کام آسانی سے کر لو، لیکن تم نے ایسا نہیں کیا اور اب اس کے جادو کا اثر صرف آج رات اور قائم رہے گا، صبح یہ ہوش میں آجائے گی، لیکن خبردار! اس کو کچھ نہ بتایا جائے.....“

”لیکن مرشد! اسے ہوا کیا ہے.....؟“ مہرالنسا بیگم جو اب تک خاموش کھڑی تھیں بولیں۔

”کچھ نہیں بہن! بیچارے بچے آسیب کا شکار ہیں، لیکن ٹھیک ہو جائے گا، سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔“ غیاث اللہ صاحب نے کہا، قاضی صاحب کہنے لگے۔

”ہاں بیگم! بس ذرا وہ گھر کچھ ٹھیک ہے نہیں ہے، بچے ہمارے پاس ہی رہیں گے اب لیکن تم سے ایک درخواست ہے کہ سنبل کو یہ سب نہ بتانا..... اس میں ان بچوں

کی بھلائی ہے.....“

”میرے لئے ان بچوں کی زندگی سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے، جیسا آپ چاہتے ہیں دیا ہی ہو گا.....“

”بیگم اب چائے ہو جائے بھی.....“

”ابھی لائی.....“ مرثاء بیگم نے کہا اور چائے بنانے کی طرف چل پڑیں۔ ہم تینوں ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے تھے..... غیاث اللہ صاحب کہنے لگے۔

”قاضی! وہ کبخت اتنی آسانی سے نہیں مانے گی، وہ صرف اس لئے بھاگی ہے کہ اسے اس مقابلے کی امید نہ تھی، لیکن اب وہ زیادہ غضبناک ہو جائے گی، اس کے لئے کوئی مستقل انتظام کرنا پڑے گا تاکہ وہ بالکل ہی فنا ہو جائے، کیونکہ شاہو کے علاوہ وہ کسی اور کو بھی اس کام کے لئے تیار کر سکتی ہے لیکن ایک اور بات جو ہمارے حق میں جاتی ہے وہ یہ ہے کہ شاہو نے اس مورچی کو حاصل کرنے کے لئے بڑی دلیری اور ہمت کا ثبوت دیا اور اتنی ہی دلیری سے اس سے پیچھا چھڑا لیا، لیکن دوسرا کوئی شخص اس جاپ کے دوران ڈنگا سکتا ہے، اور اگر وہ ڈنگا گیا تو گیا، روپ متی کے پاس اور کوئی ایسی چیز نہیں جس کے ذریعے وہ کسی اور کو لالچ دے کر راضی کر سکے، اس طرح روپ متی کا منصوبہ ادھورا ہی رہے گا اور اس دوران انشاء اللہ ہم کوئی نہ کوئی حل نکال لیں گے اور اس کا خاتمہ کر دیں گے۔“

”جی مرشد یقیناً.....“

”اس دوران تم لوگوں کو بھی صبر سے کام لینا ہو گا، اس دوران اس لڑکی کو بھی کچھ نہ بتایا جائے نہ اسے تنگ کیا جائے، اور ہاں قاضی ہمیں کچھ دن کے لئے جانا ہو گا.....“

”کہاں مرشد.....؟“

”بس کچھ کام بھی ہے، اور کچھ عمل بھی کرنے ہیں اسی سلسلے میں، تم لوگ اطمینان رکھو وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی، ہمت اور صبر سے کام لینا ہم تھوڑے دنوں میں واپس آئیں گے.....“

”ٹھیک ہے.....“ قاضی صاحب نے کہا، غیاث اللہ صاحب بولے۔

”اور سنو لڑکے اللہ کے نزدیک محنت کی کمائی سب سے پسندیدہ ہے اور محبت کرنے والا اللہ کا دوست ہے، چنانچہ تم بھی محنت کر کے روٹی روزی کماؤ اس میں برکت ہے اور خیر بھی.....“

”جی مرشد.....“ میں نے جواب دیا..... پھر چائے آگئی تھی، چائے پینے کے بعد غیاث اللہ صاحب کھڑے ہو گئے.....

”اچھا قاضی! اب ہمیں اجازت دو، انشاء اللہ جلد ہی ملاقات ہوگی.....“

”مرشد کھانا تو کھاتے جاتیے.....“

”میرا اپنا ہی گھر ہے قاضی، کھانا پھر سہی.....“ پھر غیاث اللہ صاحب چلے گئے تھے، قاضی صاحب کہنے لگے.....

”میاں شاہو! کچھ دیر آرام کر لو، پھر کھانا کھائیں گے اور ہاں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اب غیاث اللہ ہمارے ساتھ ہیں، اللہ تعالیٰ نے بالکل مناسب وقت انہیں ہماری مدد کے لئے بھیجا ہے اور اب انشاء اللہ ہماری ہر مشکل حل ہو جائے گی.....“

”جی قاضی صاحب.....“ میں نے اتنا ہی کہا تھا، پھر میں قاضی صاحب کے بتائے ہوئے کمرے میں ایک مسہری پر جا لیٹا تھا..... ”شکر ہے میرے معبود! تو نے مجھے بچا لیا، ہاں پہلے ہی مرحلے پر مجھے بچا لیا تھا اور روپ متی کے ناپاک عزائم خاک میں مل گئے تھے، رہنمائی ہوئی تھی قدرت کی طرف سے، ورنہ نہ جانے کس کس کے خون سے ہاتھ رنگنے پڑتے، وہ لوگ بھی میری سنبل کی طرح بے گناہ ہوتے، بے قصور ہوتے، لیکن شکر کرتا ہوں کہ میں بچ گیا، پھر ایسے نیک لوگ ملے تھے مجھے کہ بس ان کی مہربانیاں ہی ختم نہیں ہو رہی تھیں، ہر طرح سے تعاون کیا تھا انہوں نے ہمارے ساتھ، بڑی مدد کی تھی، اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ اے کاش ہمیں بھی ان کی خدمت کا موقع ملے اور ہم دونوں ان کی خوب خدمت کریں.....“

”انہی سوچوں میں گم کافی دیر تک میں اسی طرح مسہری پر لیٹا رہا پھر قاضی صاحب آ گئے.....“

”چلو بھی کھانا تیار ہے، منہ ہاتھ دھو کر آ جاؤ.....“ میں نے منہ ہاتھ دھویا پھر قاضی صاحب کے ساتھ کھانے کے کمرے کی طرف چل پڑا..... بڑا ہی پر تکلف کھانا تھا پوری میز بھی ہوئی تھی، طرح طرح کے کھانے پنے ہوئے تھے، میں قاضی صاحب کے ساتھ والی کرسی پر جا بیٹھا تھا..... قاضی صاحب نے ایک ڈونگے سے سالن میری پلیٹ میں ڈالا، دوسری پلیٹ میں روٹیاں رکھیں، پھر خود بھی سالن ڈالنے لگے، مہرا نساء بیگم بھی ایک دوسری کرسی پر موجود تھیں۔ پھر قاضی صاحب کہنے لگے:-

”شروع کرو بیٹا.....“ لیکن میں اسی طرح خاموش بیٹھا رہا.....

”شروع کرو بیٹے شاہو.....“ میں نے گردن جھکا لی تھی، میری آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ نیچے بننے لگے، قاضی صاحب نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا.....

”دیکھو شاہو بیٹا، میں تمہارے دل کی کیفیت سے بخوبی واقف ہوں، پہلی بات تو یہ کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم تم پر احسان کئے جا رہے ہیں اور تم ان کے بوجھ تلے دبے جا رہے ہو تو بیٹا ہم نے دل سے آپ دونوں کو بیٹا بیٹی تسلیم کیا ہے اب تم دونوں ہماری اولاد ہو، اور اولاد کے لئے کچھ کرنا اس پر احسان نہیں ہوتا اس لئے کوئی ایسا خیال دل میں نہ لانا، دوسرا یہ کہ تم سنبل کی طرف سے پریشان ہو تو بیٹا ہم لوگ بھی اس کے لئے اتنے ہی فکر مند ہیں لیکن جیسا کہ غیاث اللہ صاحب نے کہا ہے کہ اسے کل صبح تک ہوش آ جائے گا اور یہ بھی اطمینان رکھا جائے کہ روپ متی اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی تو بیٹے انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا اور تم دیکھنا کہ روپ متی بھی اپنے انجام کو پہنچے گی اور انشاء اللہ فنا ہو جائے گی۔ چنانچہ صرف جسم کی ضرورت کی خاطر تھوڑا بہت کھا لو اور خود کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔ تم ہمت ہار گئے تو سنبل کا کیا ہو گا جس کے لئے تم نے سب عیش و آرام ٹھکرا دیئے ہیں اب کیا اسے دوبارہ ذہنی مصیبت میں گرفتار کرنا چاہتے ہو؟“

”نہیں قاضی صاحب نہیں.....“

”تو پھر بیٹا، خود کو سنبھالو بھی تھوڑا سا صبر کرو، سب ٹھیک ہو جائے گا انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا، چلو شاباش کھانا کھاؤ.....“ قاضی صاحب نے محبت سے کہا اور

میں نے آنسو پونچھ لئے پھر میں کھانے میں مصروف ہو گیا تھا..... پھر دن گزر گیا تھا اور اب ہمیں سنبل کے ہوش میں آنے کا بے چینی سے انتظار تھا.....

ہے، پھر شاہو بھی یہیں ہے.....“ اس نے میری طرف دیکھا اور میں نے مسکراتے ہوئے کہا.....

”ہاں، کوئی ہرج نہیں ہے، آج سے ہم لوگ یہیں رہیں گے، اچھا ہے تمہارا بھی دل لگا رہے گا اور ان لوگوں کا بھی اور پھر اب تمہارا بھی کچھ فرض بنتا ہے کہ ان لوگوں کی خدمت کرو.....“

”جی بالکل.....“ سنبل نے کہا، بہر حال وہ بالکل نارمل کیفیت میں تھی اور اس بات پر ہم لوگوں نے خدا کا شکر ادا کیا تھا.....

”پھر دو تین دن اسی طرح گزر گئے، چوتھے دن میں نے قاضی صاحب سے کہا تھا.....

”قاضی صاحب!“

”ہوں.....“

”قاضی صاحب میں کوئی محنت مزدوری کرنا چاہتا ہوں.....“

”اچھی بات ہے.....“

”آپ سے یہ مشورہ کرنا چاہتا تھا کہ کام کیا کیا جائے.....؟“

”ہوں کام کب سے شروع کرنا ہے.....؟“

”آج سے.....“ میں نے کہا۔

”ایک دو دن اور رک جاتے.....“

”نہیں قاضی صاحب! بس اب میں کام کرنا چاہتا ہوں.....“

”اچھا.....“ قاضی صاحب گہری سوچ میں پڑ گئے تھے پھر کہنے لگے.....

”میاں کام کیا کر لو گے.....؟“

”کچھ بھی، کسی بھی طرح کا کام ہو۔“

”تھوڑا بہت لکھنا پڑھنا آتا ہے؟“

”جی بالکل.....“

”ہمارے ایک دوست ہیں ریاض الدین، ایک کمپنی میں مینیجر ہیں ان کے پاس

پھر دوسری صبح سنبل ہوش میں آگئی تھی، اس وقت مہر النساء بیگم اس کے قریب ہی تھیں۔ انہوں نے آکر بتایا کہ سنبل ہوش میں آگئی ہے اور مجھے پکار رہی ہے، میں پھرتی سے کھڑا ہو گیا لیکن قاضی صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، میں نے ان کی طرف دیکھا.....

”صبر، تحمل.....“ قاضی صاحب نے کہا.....

”جی قاضی صاحب، میں سمجھتا ہوں.....“ پھر ہم سب اس کے پاس پہنچ گئے،

وہ اپنی جگہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی..... مہر النساء بیگم نے کہا.....

”لیٹی رہو بیٹی لیٹی رہو.....“

”میں کہاں ہوں اس وقت؟“

”تم ہمارے گھر میں ہو“ قاضی صاحب نے کہا.....

”لیکن بابا، ہم تو اپنے گھر میں تھے، پھر یہاں کیسے..... اور شاہو کہاں

ہے.....؟“ پھر اس نے مجھے بھی دیکھ لیا۔

”اچھا آپ یہیں پر ہیں.....“

”اصل میں بیٹا تمہاری طبیعت اچانک خراب ہو گئی تھی، پھر تم بے ہوش ہو گئیں

اور ہم تمہیں یہاں لے آئے اور اب تم یہیں رہو گی ہمارے پاس.....“

”مگر بابا.....“

”ماں باپ سے اس طرح ضد کرتے ہیں، اگر تم ہمارے پاس رہو گی تو کیا ہرج

چلے جاؤ وہ کچھ نہ کچھ کام دے دیں گے.....“  
 ”جی ٹھیک ہے.....“

”یہ ان کا پتہ ہے.....“ قاضی صاحب نے ایک کارڈ نکال کر مجھے دیا جس پر اس کمپنی کا پورا پتہ لکھا ہوا تھا، جہاں ریاض الدین صاحب کام کرتے تھے..... ”بس تم ان سے میرا نام لے دینا، انشاء اللہ وہ تمہیں کچھ نہ کچھ کام دے دیں گے.....“  
 ”جی قاضی صاحب.....“ میں نے کہا۔

پھر میں نے خود ہی قاضی صاحب کا ایک جوڑا نکال کر پہن لیا تھا، یہ ضروری تھا اور اس پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا، پھر قاضی صاحب بولے.....  
 ”لو یہ کچھ پیسے رکھ لو اور واپسی پر اپنے لئے کچھ لباس خرید لینا.....“ میں نے وہ پیسے بھی قیض کی جیب میں رکھ لئے تھے، پھر میں باہر نکل آیا اور اس پتے پر پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی ریاض الدین صاحب بڑی اچھی طرح پیش آئے تھے، انہوں نے مجھ سے چند سوالات کئے، پھر کہنے لگ.....  
 ”شاہو آپ کو ڈرائیونگ آتی ہے؟“

”جی نہیں سر!“  
 ”اگر میں آپ کو ڈرائیونگ سیکھنے کی پیش کش کروں اور ساتھ ہی میرے ذاتی ڈرائیور کی نوکری کی پیش کش کروں تو؟“  
 ”جی مجھے خوشی سے یہ نوکری منظور ہوگی.....“  
 ”بس تو پھر میرا ایک آدمی آپ کو ڈرائیونگ سکھا دے گا اور لائسنس بھی بنوا دے گا، شناختی کارڈ تو ہے نا آپ کا؟“  
 ”جی نہیں.....“

”خیر وہ بھی بن جائے گا آپ فکر نہ کریں.....“  
 اس کے بعد ایک آدمی نے سارا دن مجھے ڈرائیونگ سکھائی، وہ مجھے ایک میدان میں لے گیا تھا اور وہاں مختلف اسباق اور اصول بتاتا رہا اور میں اس کی مشق کرتا رہا.....

شام کو واپس آکر میں نے قاضی صاحب کو بتایا اور وہ بھی مطمئن ہو گئے تھے، پھر دو تین دن میں کافی رواں ہو گیا تھا۔ چوتھے دن ریاض الدین صاحب نے مجھے اپنے آفس بلایا تھا، کہنے لگے.....

”یہ گاڑی کی چابی لو اور گھر چلے جاؤ بیگم صاحبہ کو بتا دینا، اور یہ گھر کا ایڈریس ہے.....“ انہوں نے کانڈ کی ایک چٹ مجھے پکڑادی جس پر گھر کا پتہ لکھا ہوا تھا۔  
 ”سر وہ میرا لائسنس.....“

”ارے ہاں لائسنس.....“ ریاض الدین صاحب نے کہا پھر میز کی دراز سے شناختی کارڈ اور لائسنس نکال کر میرے حوالے کر دیا..... ”ٹھیک ہے جاؤ اور کام کا آغاز کرو.....“ میں انہیں سلام کر کے باہر آ گیا تھا.....

پھر میں گاڑی لے کر گھر پہنچ گیا تھا، بیگم صاحبہ روائتی قسم کی خاتون تھیں، چند ایک سوالات کئے اور مطمئن ہو گئیں۔ بہر حال میں نے کام شروع کر دیا تھا..... پھر ایک ہفتے کے بعد ریاض الدین صاحب نے مجھے ایک لفافہ دیتے ہوئے کہا.....  
 ”بھئی یہ ایڈوانس تنخواہ ہے ایک مہینے کی تمہاری بھی ضرورتیں ہوں گی اس لئے ہم نے سوچا کہ تنخواہ ایڈوانس ہی دے دیں.....“

”جی شکریہ.....“ میں نے کہا، گھر آکر میں نے وہ لفافہ مہر لاء بیگم کے حوالے کر دیا تو وہ بولیں.....  
 ”کیا ہے یہ.....؟“  
 ”تنخواہ ہے میری.....“  
 ”تو تم رکھو.....“

”اب آپ غیروں والی باتیں کر رہی ہیں.....“  
 ”بالکل صحیح کہہ رہا ہے شاہو، رکھ لیجئے.....“ قاضی صاحب نے کہا۔ سنبل می اس بات سے بہت خوش ہوئی تھی، اب وہ زیادہ تر چپ رہتی تھی، میں بھی اس سے زیادہ بات نہیں کرتا تھا، ویسے بھی اب مجھے صرف روپ متی کے خاتمے کا انتظار تھا اور بس غیاث اللہ کا منتظر تھا کہ کب وہ واپس آئیں اور کب روپ متی کا خاتمہ ہو.....

ارے کیا جاتا تیرا اگر تو مجھے اس لڑکی کا خون دے دیتا، سنار کے سارے عیش تیرے قدموں میں ہوتے، ایک سے ایک حسین لڑکی تیرے قدموں میں ہوتی، پر نہیں، بجائے اس کے کہ تو میری بات مانتا، تو ان پاپیوں کے پھیر میں آگیا، خیر انہیں بھی دیکھ لوں گی میں! پہلے تجھ سے نمٹتا ہے، تو مجھے خون لا کر دے گا، اس لڑکی سنبل کا خون، اور اگر تو۔۔۔ ایسا نہ کیا تو میں تجھے نہیں چھوڑوں گی، جینا حرام کر دوں گی تیرا سمجھا، جینا حرام کر دوں گی۔۔۔۔۔ خوف کے مارے میرے ہاتھ پاؤں پھولے جا رہے تھے، چیخا چاہتا تھا میں، لیکن منہ سے کوئی آواز نہیں نکل رہی تھی۔ پھر اچانک ہی میں نے دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا وہ بھی جلدی سے دروازہ کھول کر نیچے اتر آئی تھی۔ میں نے نیچے اترتے ہی ایک جانب دوڑ لگا دی تھی۔ وہ بھی میرے پیچھے آنے لگی، پوری قوت سے شور مچاتی چیختی چلاتی وہ میرے پیچھے آرہی تھی۔۔۔۔۔

”ارے کہاں جائے گا بچ کر، کہاں جائے گا۔۔۔۔۔؟“ میں بھاگتا رہا، بھاگتا رہا پھر اچانک ہی ایک پتھر سے ٹکرا کر گر گیا تھا، گرتے ہی میں نے پلٹ کر دیکھا، آہ اس کا چہرہ اب وہ اپنے اصل روپ میں تھی، لٹکی ہوئی زبان لمبے لمبے دانت، کھال لٹکی ہوئی، اس حلے کو دیکھ کر میں اپنی اس تکلیف کو بھول گیا جو گرنے کی وجہ سے میرے پاؤں میں ہو رہی تھی اور میں نے پھر اٹھ کر بھاگنا شروع کر دیا۔۔۔۔۔

پھر دور سے ایک بس آتی ہوئی نظر آئی، یہ غالباً شہروں کے درمیان چلنے والی بس تھی میں بھاگ کر سڑک کے درمیان آگیا اور دونوں ہاتھوں سے بس کو رکنے کا اشارہ کرنے لگا۔ خوش قسمتی کی بات یہ تھی کہ بس کا رخ ہمارے شہر کی جانب تھا۔ بہر حال ڈرائیور نے بس روک لی اور کنڈیکٹر نیچے اتر آیا۔۔۔۔۔

”بھائی کیا اوپر جانے کی بہت جلدی ہے؟“

”نہیں بس مجھے شہر پہنچنے کی جلدی ہے۔۔۔۔۔“

”اچھا چلو بیٹھو گاڑی میں۔۔۔۔۔“ اس نے کہا اور میں لپک کر بس میں چڑھ گیا،

پھر میں نے کھڑکی سے اس جگہ دیکھا جہاں سے روپ متی میرے پیچھے آرہی تھی، لیکن اب وہاں کچھ نہیں تھا۔ بہر حال جیب میں پیسے موجود تھے، ایک مناسب جگہ بس نے مجھے

پھر ایک دن ایک عجیب واقعہ ہوا، ریاض الدین صاحب کے گھر والوں کو میں اچھی طرح پہچانتا تھا، ان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی، بیٹے چھوٹے چھوٹے تھے اور اسکول میں پڑھتے تھے البتہ بیٹی جوان تھی لیکن وہ بھی کالج جاتی تھی، میں ان لوگوں کو اسکول، کالج یا بیگم صاحب کو بازار وغیرہ لے کر جاتا تھا۔۔۔۔۔ اس دن ریاض الدین صاحب کی بیٹی مریم باہر آگئی، کڑی دوپہر کا وقت تھا، ریاض صاحب آفس میں تھے۔ باقی سب لوگ گھر میں ہی موجود تھے۔۔۔۔۔ وہ سیدھی گاڑی کی طرف آئی تھی، میں ڈیش بورڈ پر پالش کر رہا تھا، قریب آ کر اس نے کہا۔۔۔۔۔

”شاہو۔۔۔۔۔!“

”جی مریم بی بی؟“

”چلتا ہے ذرا۔۔۔۔۔“

”کہاں مریم بی بی۔۔۔۔۔؟“

”بس اپنی ایک دوست کے پاس جاتا ہے، گاڑی اشارٹ کرو، یہ چوکیدار کہاں سو گیا، چلو گیٹ میں کھول دیتی ہوں۔۔۔۔۔“ اس نے کہا اور گیٹ کھول دیا، میں نے گاڑی ریورس کر کے باہر نکالی مریم نے گیٹ بند کیا اور گاڑی میں آ بیٹھی۔۔۔۔۔

”راستہ میں بتاتی رہوں گی، فی الحال سیدھے چلو۔۔۔۔۔“

”جی ٹھیک ہے۔۔۔۔۔“ میں نے جواب دیا، کار مختلف راستوں سے ہوتی ہوئی شہر سے باہر جانے والی سڑک پر آگئی تھی، میں نے چونک کر کہا۔۔۔۔۔

”بی بی جی۔۔۔۔۔!“

”چلتے رہو بس تھوڑا سا اور چلتا ہے۔۔۔۔۔“ تھوڑی ہی دور چل کر اس نے ایک جگہ گاڑی رکوائی، سنان ساعلاقہ تھا، آس پاس اکا دکا گھر بے ہوئے تھے، پھر میں نے بیک مرر میں دیکھا۔ وہ چہرہ، وہ چہرہ خدا کی پناہ، کار کی پچھلی سیٹ پر مریم موجود نہیں تھی بلکہ اس کی جگہ روپ متی بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔۔۔ پھر اس کی آواز سنائی دی۔۔۔۔۔

”ارے بالک! روپ متی سے کیسے پیچھا چھوٹے گا تیرا، روپ متی تو ہسپتال کی گمرائیوں تک تیرا پیچھا کرے گی، دھوکہ کیا ہے تو نے میرے ساتھ پاپی، دھوکہ کیا ہے“



اتار دیا تھا۔ یہاں سے میں نے ریاض الدین صاحب کے ہاں جانے کے لئے دوسری بس پکڑی اور وہاں پہنچ گیا..... چوکیدار نے مجھے دیکھتے ہی کہا.....

”او تم کدہ گیا تھا، بی بی صاب کو باہر جانا تھا، تم بغیر بتائے چلا گیا!“

”ابھی کچھ بتانے کا وقت نہیں ہے مجھے بڑی بی بی سے ملنا ہے.....“

”وہ تو چلا گیا.....“

”کہاں.....؟“

”جہاں انہیں جانا تھا، اگر کوئی ضروری کام ہے تو پھوٹی بی بی سے مل لو.....“

”کس سے.....؟“ میں نے چونک کر کہا.....

”مریم بی بی سے اور کس سے.....؟“

”لیکن وہ تو وہ تو.....“ میں کچھ کہتے کہتے رک گیا، پھر میں اندر داخل ہو گیا

ایک ملازمہ اندر جاتی ہوئی نظر آئی اور میں نے اسے آواز دی..... اور وہ میرے قریب آگئی۔

”ہاں کیا بات ہے.....؟“

”وہ مریم بی بی جی اندر موجود ہیں؟“

”ہاں کیوں.....؟“

”لیکن ابھی تو وہ میرے ساتھ تھیں.....“ میں نے کہا اور نوکرانی اس طرح

مجھے دیکھنے لگی جیسے میرے سر پر سینگ نکل آئے ہوں.....

”کہاں تھیں تمہارے ساتھ.....؟“

”وہ میرے ساتھ باہر گئی تھیں گاڑی میں بیٹھ کر.....“

”تم نے کیا کھایا ہے آج یا شاید کچھ نہیں کھایا، یہ کیسی باتیں کر رہے ہو، خود ہی تو

گاڑی دھونے کے لئے پیچھے لا کر کھڑی کی تھی، بھول گئے کیا.....؟“

”میں نے کھڑی کی تھی؟“

”ہاں تو اور کیا، جیسے تم ہر دفعہ کھڑی کرتے ہو، ویسے ہی کھڑی ہے گاڑی.....“

میری عقل چکر کر رہ گئی تھی، گاڑی گھر میں ہے، مریم بی بی بھی گھر میں ہے تو پھر تو پھر وہ

سب کیا تھا، کیا روپ متی کا چلایا ہوا کوئی چکر، ہاں یہ سب اسی نے کیا تھا صرف مجھے ڈرانے کے لئے، وہ چاہتی ہی یہ تھی کہ میں کسی طرح اس کے کام کے لئے آمادہ ہو جاؤں..... پھر میں نے مریم بی بی کو دیکھا وہ ہمارے قریب آگئی تھی۔

”خالہ، میں نے کب سے تمہیں چائے کا کہا ہے اور تم یہاں باتیں بنا رہی ہو،

چائے لاؤ بھی.....“

”شاہو تم نے چائے پی؟“

”نہیں مریم بی بی.....“ میں نے جواب دیا، میں اب بھی حیرانی سے اس کی

شکل دیکھ رہا تھا.....

”اچھا چلو بی لیتا چائے خالہ، میرے بعد اسے بھی چائے دے دیتا، ٹھیک ہے!“

”جی بیگم جی.....“ اس نے کہا اور مریم واپس کے لئے مڑ گئی تھی..... میں

نے دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ کم از کم اس عذاب سے نجات مل گئی کہ مریم اور گاڑی

دونوں موجود ہیں۔ پھر میں نے فیصلہ کیا کہ یہ نوکری چھوڑ دینی چاہئے ورنہ کہیں میری وجہ

سے اس گھر کے مکینوں پر کوئی مصیبت نہ پڑے، چنانچہ جب بیگم صاحبہ واپس آگئیں تو میں

نے ان سے کہا۔

”بیگم صاحبہ! آپ لوگوں نے مجھے بہت پیار دیا ہے، میرا ہر طرح سے خیال رکھا

ہے آپ کو چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا لیکن مجھے اب دوسرے شہر جانا ہے وہاں میری نوکری

کا انتظام ہو گیا ہے.....“ بیگم صاحبہ نے حیرانی سے مجھے دیکھا پھر بولیں۔

”شاہو اس طرح اچانک؟“

”جی بی بی جی، بس مجھے جانا ہے.....“

”اچھا جیسی تمہاری مرضی.....“ بیگم صاحبہ نے کہا اور میرا حساب کتاب کتاب کر

کے بقیات جات نبھے دیئے اور میں وہاں سے نکل آیا.....

کبجنت میری جان کے پیچھے پڑ گئی تھی، اب وہ اس طرح مجھے مجبور کرے گی کہ

میں اس سے ڈر جاؤں، گھبرا جاؤں، لیکن میں اب تو پکا ارادہ کر چکا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو

جائے میں اس کا کام نہیں کروں گا..... بس دل میں ایک ہی ڈر تھا کہ وہ کبجنت کہیں

سنبل کو کوئی نقصان نہ پہنچائے.....

بہر حال حلیہ تو وہیں گھر میں درست کر لیا تھا، پھر ایک ہوٹل میں جا بیٹھا، نسبتاً بہتر ہوٹل تھا، میں نے ایک کونے کی میز منتخب کی اور وہاں جا بیٹھا، ایک بیرا میری طرف لپک کر آیا تھا.....

”جی صاحب!“

”چائے.....“

”اچھا صاحب.....“ اس نے کہا اور چلا گیا تھا۔ میں پھر اپنی سوچوں میں گم ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد بیرے نے چائے لا کر میز پر رکھی، لیکن لیکن اس کے ناخن، اس کے ناخن ڈیڑھ انچ لمبے تھے، کالے سیاہ ناخن، میں نے اس کی شکل دیکھی اور ایک بار پھر خوفزدہ ہو گیا، اس کے چہرے کے نقوش بدل گئے تھے اور اب روپ متی کا وہی بھیانک چہرہ میرے سامنے تھا..... میرے حلق سے دہشت بھری آواز نکلی۔

”ارے کوئی ہے، کوئی ہے، ارے ہٹاؤ اسے، اسے ہٹاؤ یہاں سے.....“ دوسری میزوں پر بیٹھے لوگ میری طرف متوجہ ہو گئے تھے، پھر ایک اور بیرا میری طرف آ گیا تھا۔

”جی صاحب کیا بات ہے، کیا ہو گیا ہے.....؟“

”یہ یہ، اس کا چہرہ.....“ میرے منہ سے الفاظ نہیں نکل پا رہے تھے.....

”کیا ہوا اسے صاحب.....؟“

”یہ اس کے ہاتھ، اس کے ناخن.....“ میں نے پھر کہا اور پہلے والے بیرے

نے اپنے ہاتھ دیکھے، پھر انہوں نے مجھے دیکھا، پھر دوسرے بیرے نے کہا۔

”پہلی دفعہ اتنا ماڈرن سائیں دیکھا ہے..... دیکھو یہ کھانے کو بھی مانگے تو دے

دیتا، بیچارہ وہی ہے.....“ دوسرے بیرے نے انگلی سر کے قریب لا کر اشارہ کیا، اور میں

غصے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا..... پھر میں وہاں سے باہر نکل آیا..... روپ متی جگہ

جگہ میرے سامنے آ رہی تھی، اور ظاہر ہے ان بیچاروں کا تو کوئی قصور نہیں تھا.....

لوگ مجھے باہر جاتے ہوئے حیرانی سے دیکھ رہے تھے، وہ دونوں بیرے منہ پر ہاتھ رکھ کر دہلی

دہلی ہنسی ہنس رہے تھے.....

بہر حال یہ سب تو ہوتا تھا، ظاہر ہے ایک عام پمفل پیری سے واسطہ نہیں تھا، کوئی بہت ہی خطرناک بلا تھی یہ، کوئی بری طاقت جو کالی دیوی کی بیجارن تھی اور اس نے عہد کیا تھا کہ وہ مجھے نہیں چھوڑے گی، ہر جگہ میرا پیچھا کرے گی۔ پھر میں گھر پہنچ گیا، قاضی الہی بخش گھر میں موجود نہیں تھے..... ہاں البتہ مہرا لہنا بیگم سے ضرور ملاقات ہوئی تھی، انہوں نے کہا.....

”کھانا لگا دوں بیٹا!“

”نہیں بھوک نہیں ہے.....“

”کیوں، کیا ہوا، طبیعت تو ٹھیک ہے نا!“

”جی بالکل، بس راستے میں برگر کھا لیا تھا اس لئے بھوک نہیں لگ رہی.....“

میں نے کہا اور مہرا لہنا بیگم مطمئن ہو گئیں..... پھر میں اپنے کمرے میں آ گیا تھا، سنبل

ایک آرام کرسی پر دراز تھی اس کی آنکھیں بند تھیں..... میں نے آواز دی.....

”سنبل کیا تم سو رہی ہو.....؟“

”نہیں.....“ اس نے کہا۔

”تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا.....؟“

”ہاں بالکل.....“

”اچھا ایک بات سنو.....“ میں نے آہستہ سے کہا، اس کے سامنے نہ جانے

میں کیوں خود کو ہلکا پلکا محسوس کرتا تھا، جیسے ساری تکلیفیں پریشانیاں ختم ہو گئی ہوں۔

میری بات کے جواب میں اس نے آنکھیں کھول دی تھیں، لیکن لیکن اتنی

بھیانک آنکھیں، ان میں تو پتلیاں ہی نہیں تھیں، بس آنکھوں کے ڈھیلے نظر آ رہے تھے،

اس نے کہا.....

”ہاں شاہو تم کچھ کہہ رہے تھے.....“ کوہنا..... وہ اٹھلائے ہوئے لمبے

میں بول رہی تھی اور میں خوفزدہ انداز میں ان کی شکل دیکھ رہا تھا..... پھر اس نے

جھٹکے سے اپنی گردن کرسی کی پشت سے ہٹالی اور چہرہ میرے قریب لا کر بولی.....

”بول کینے کیا کہہ رہا تھا تو اپنی اس محبوبہ سے شادی کرے گا اس سے ہاں لے کر شادی.....“ اس نے مجھے انگوٹھا دکھاتے ہوئے کہا اس کے ناخن اسی طرح بڑھے ہوئے تھے وہ پھر بولی۔

”بول نارے کتنی بیتاب ہے تیری محبوبہ تیری باتیں سننے کے لئے کتنی بے قرار ہے، تڑپ رہی ہے تیری باتیں سننے کے لئے، بول کتے بول نا.....“

آہ یہ روپ متی ہی کی آواز تھی وہ کتیا یہاں تک پہنچ گئی تھی، لیکن پھر مجھے غیاث اللہ صاحب کی بات یاد آئی انہوں نے کہا تھا کہ روپ متی سنبل کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی، بس صبر اور ہمت سے کام لینا ہو گا چنانچہ میں ہمت نے کر کے کہا.....

”روپ متی.....!“

”کیا ہے رے کتے.....؟“

”ہاں میں کتا ہوں، ذلیل ہوں، میں نے تیرے کہنے پر عمل نہیں کیا، ہے نا تیری

بات نہیں مانی، تجھے دھوکہ دیا یہی بات ہے نا.....“

”بڑی دیر سے سمجھا تو.....؟“

”ہاں سمجھ گیا ہوں روپ متی، سمجھ گیا ہوں.....“

”تو پھر کیا ارادہ ہے تیرا.....؟“

”ارادہ یہی ہے کہ تو اب مجھے کتنا ہی ڈرا لے دھمکا لے میں تیرا یہ کام نہیں

کروں گا.....“

”مار دوں گی دیکھ اس لڑکی کو مار دوں گی میں.....“

”ارے جا جا، تو اگر اس لڑکی کو مار سکتی تو یہ کب کی مرچکی ہوتی، لیکن اس کو

مارنے کے لئے بھی تجھے میرے سہارے کی ضرورت ہے، کتنی کمزور ہے تو روپ

متی.....“

”دیکھ لونڈے منہ نہ لگ میرے منہ نہ لگ.....“

”میں منہ کہاں لگ رہا ہوں تیرے، تو ہی میرے پیچھے پڑی ہے.....“

”شاہو! تو جس کے بل بوتے پر اتنا اکڑ رہا ہے نا، میں اسے بھی دیکھ لوں گی، اور

تیرا تو میں ایسا ناش کروں گی کہ لوگ تجھے جوتے ماریں گے، دھنکریں گے، تو اتنا بے وقعت ہو جائے گا دنیا کی نظروں میں کہ دنیا تجھے مارنے کے درپے ہوگی اور جانتا ہے تجھے موت بھی نہیں آنے دوں گی، موت کے لئے بھی تو تڑپے گا، جا رہی ہوں ابھی، میں جا

رہی ہوں، در دیکھ لوں گی تجھے اور تیرے چاہنے والوں کو.....“

پھر وہ اسی طرح کرسی سے نکل گئی تھی..... اس نے آنکھیں بھی بند کر لی

تھیں، اور پھر اسی طرح خاموشی چھا گئی وہ پرسکون ہو گئی تھی اور میں حیرانی سے اسے دیکھ

رہا تھا۔ کیا تماشہ ہے، پھر اچانک ہی سنبل نے آنکھیں کھول دیں تھیں لیکن اب اس کی

آنکھیں اصل کیفیت میں تھیں، مجھے دیکھ کر کہنے لگی.....

”تم کب آئے شاہز.....؟“ میں اس کی بدلی ہوئی کیفیت پر حیران تھا، لیکن خود

کو سنبھالنا ضروری تھا، چنانچہ میں نے کہا.....

”بس ابھی آیا ہوں، تم آرام کر رہی تھیں اس لئے تمہیں جگانا مناسب نہیں

سمجھا.....“

”اچھا.....“ اس نے کہا پھر کرسی سے اٹھ کر ہاتھ روم گئی۔ ہاتھ منہ دھویا اور

میرے پاس آ بیٹھی.....

”شاہو! تم کچھ پریشان سے لگ رہے ہو بات کیا ہے آخر.....؟“

”کچھ نہیں کچھ بھی تو نہیں.....“

”پھر بھی.....“

”میں نے کہا نا بھی کوئی بات نہیں ہے، تم آنٹی کی مدد کیا کرو، وہ بیچاری سارا دن

اکیلی کام کاج کرتی ہیں.....“

”میں تو بہت کتنی ہوں، لیکن بس وہ کہتی ہیں کہ ابھی آرام کرو..... کام کے

لئے عمر پڑی ہے، نئی نویلی دلہن ہو، نئی دلہنیں اس طرح کام تھوڑا ہی کرتی ہیں.....“

بہر حال کافی دیر تک سنبل نے مجھ سے باتیں کی تھیں۔ پھر قاضی الہی بخش صاحب آ گئے

تھے..... کچھ دیر تک ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں پھر میں نے اکیلے میں قاضی صاحب

کو آج کے تمام واقعات سنائے تو وہ بھی سوچ میں پڑ گئے پھر کافی دیر کے بعد مجھ سے کہنے

”بیٹا ہماری ایک بات مانو گے؟“

”جی قاضی صاحب!“

”سنبل کو اس کمرے میں تنہا چھوڑ دو، بلکہ اب اسے کچھ دنوں کے لئے اس کمرے میں بند کرنا پڑے گا، وہ کبغت صرف تمہیں تنگ کرنے کے لئے یہ حرکتیں کر رہی ہے، غیاث اللہ صاحب بھی پتہ نہیں کہاں ہیں، اپنے ٹھکانے پر بھی نہیں ہیں، عزیزوں کے ہاں بھی معلوم کرایا ہے لیکن وہاں بھی نہیں ہیں، ہم نے فقط خیریت کے لئے ان کے پاس جانا چاہا تھا لیکن وہ کہیں ہوتے تو ہم جاتے ان کے پاس ان کا بھی کہیں پتہ نہیں چل رہا ہے، بہر حال جب تک مرشد واپس نہ آئیں یہ تو کرنا پڑے گا، اسی میں ہم سب کی بھلائی ہے.....“

جو کچھ نہ ہوتا کم تھا، اب سنبل کو بند بھی کرنا پڑے گا، یہ سب مصیبتیں اس پر میری وجہ سے ہی نازل ہوئی تھیں، بیچاری معصوم لڑکی ابھی نہ جانے کن کن مصیبتوں کا شکار ہو گئی، بہر حال ہم لوگوں نے اس کا جائزہ لیا، وہ اسی طرح دوبارہ کرسی پر آنکھیں بند کئے لیٹی تھی۔ ہم لوگوں نے تمام کھڑکیاں اچھی طرح بند کیں ویسے بھی کھڑکیوں پر باہر سے لوہے کی جالیاں لگی ہوئی تھیں پھر ہم نے دروازہ بھی لاک کر دیا تھا..... میرا دل رو رہا تھا، سنبل کی تقدیر کتنی خراب تھی۔ وہاں ان لوگوں کے چکر میں پھنسی ہوئی تھی اور یہاں بھی اس پر مصیبتیں ٹوٹی ہوئی تھیں، دیکھیں اب آگے کیا ہوتا ہے۔

دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ سنبل کو مجھ سے دور کر دیا گیا تھا۔ وہ کیا سوچتی ہو گی اپنے دل میں۔ ایک لمحے کی خوشی بھی تو نہیں نصیب ہوئی تھی، اسے اور اب میں اس کی صورت بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

قاضی صاحب نے میری شکل دیکھ کر کہا۔ ”کیا بات ہے شاہو، بہت پریشان نظر آ رہے ہو۔“

”کیا بتاؤں قاضی صاحب..... آپ بھی میری وجہ سے مصیبت میں پڑ گئے۔“

”ایسا سوچتے ہو تم.....“

”تو اور کیا سوچوں؟“

”بیٹے۔ تمہیں علم ہے کہ ہماری کوئی اولاد نہیں ہے تمہیں پیار سے بیٹا کہا ہے تو

تم ایسی باتیں کر رہے ہو.....“

”بجائے اس کے کہ میں آپ کی کوئی خدمت کرتا اٹا میری وجہ سے آپ کو

پریشانیوں کا شکار ہونا پڑا ہے.....“

”اگر تم سچ سچ ہمارے بیٹے ہوتے تو کیا ہم تم سے علیحدہ ہو جاتے.....؟“

”وہ تو ٹھیک ہے.....“

”یا پھر یہ کہو کہ تم نے ہمیں دل سے اپنا نہیں سمجھا۔“

”ایسی بات نہیں ہے قاضی صاحب.....“

”پھر کیا بات ہے.....؟“

”میں بہت پریشان ہوں.....“

”کیوں؟“

”مجھے بتائیے اب میں کیا کروں گا.....؟ میں نے نوکری بھی چھوڑ دی ہے اب مجھے اس کا افسوس ہو رہا ہے، جلد بازی سے کام لے گیا، ورنہ کم از کم مجھے نوکری نہیں چھوڑنی چاہئے تھی.....“

”اصل میں میں نے تم سے کچھ نہیں کہا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ کہیں تم یہ نہ محسوس کرو کہ میں تمہیں نوکری کرنے پر مجبور کرنا چاہتا ہوں، بات یہ ہے کہ تم نے نوکری تو بلا وجہ ہی چھوڑ دی، جو کام کر رہے تھے کرتے رہتے حالات جس طرح بھی پیش آتے ہم نے ان کا سامان تو کرنا ہے نا.....“

”ڈر گیا تھا۔“

”کیوں.....؟“

”یہ سوچ کر کہیں ان مضموم لوگوں کو میری وجہ سے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے، وہاں سب لوگ بہت اچھے تھے، بیگم صاحبہ، مریم بی بی، تمام لوگ، اتنے لوگوں کو اگر میری وجہ سے کوئی پریشانی ہو جاتی تو میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کر سکتا تھا قاضی صاحب.....“

”لیکن بیٹا، اب زندگی جس طرح گزارنے کا فیصلہ کر لیا ہے تم نے، اس کے تحت تمہیں کہیں نہ کبیر، تو نوکری کرنی ہی پڑے گی یا پھر واپس اپنی دنیا میں جاؤ گے؟“

”خدا نہ کرے قاضی صاحب کچھ بھی ہو جائے، چاہے مجھے کوڑھی ہو کر سڑکوں پر کیوں نہ آنا پڑے، میں اس کبخت کی بات نہیں مانوں گا، وہ مجھ سے میرا ایمان چھیننا چاہتی ہے، قاضی صاحب! میں بہت معمولی سا آدمی ہوں، میں نے فقیروں کے درمیان زندگی گزاری ہے، لیکن یہ بات طے ہے کہ میرے دل میں اپنے مذہب کا جو مقام ہے میں اسے کبھی نہیں چھوڑ سکتا، اس شیطان صفت عورت کو کم از کم میں اسے اس کے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دوں گا، پتہ نہیں اس نے میرا ہی انتخاب کیوں کیا، یہ کام وہ کسی

اور سے بھی کرا سکتی تھی.....“

”اب یہ تو اللہ ہی جانے لیکن بہر حال امتحان تو ہر شخص کا ہوتا ہے، اب تو یہ تمہارا امتحان ہے اور دیکھنا یہی ہے کہ تم اپنے امتحان میں کس حد تک پورے اترتے ہو، تمہیں صرف اور صرف حلال کی روزی کمائی ہے، بہر حال ادھر کے معاملات تم مجھ پر چھوڑ دو تم کیا سمجھتے ہو میں بیوقوف ہوں، تھوڑی بہت دنیا میں نے بھی دیکھی ہے، پہلی بار تمہارے گھر میں داخل ہوا تھا تو مجھے کسی بدروح کی بدبو آگئی تھی اور میں نے سمجھ لیا تھا کہ اس گھر پر کوئی بری روح مسلط ہے، بہر حال تم فکر مت کرو، تمہیں اپنی جدوجہد جاری رکھنی ہے اور جس طرح بھی بن پڑے اپنا کام اسی طرح کرتے رہو.....“

”تو مجھے بتائیے، میں کیا کروں.....؟“

”جاؤ، اپنے لئے رزق تلاش کرو، یہ سب سے بہتر مشغلہ ہوتا ہے، اب جو چھوڑ

دیا وہ چھوڑ دیا، لیکن جو آگے کرنا ہے اسے اسی انداز میں کرتے رہو.....“

”جی.....“ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب جو کچھ بھی ہو جائے مجھے کرنا تو ہے ہی،

بہر حال میں آگے بڑھ آیا اور اس کے بعد میں نے اپنا کام شروع کر دیا، ملازمت کی تلاش میں گھر سے نکل جاتا اور مارا مارا پھرتا.....

اس دن میں نکلا ہوا تھا، آج گرمی کچھ زیادہ ہی شدید پڑ رہی تھی اور میں دوپہر کے وقت ایک سنسان سے علاقے میں سفر کر رہا تھا، حالانکہ مطلب کچھ بھی نہیں تھا، بس ذہن پریشانی میں الجھا ہونے کی وجہ سے میں کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر پاتا تھا، اور یونہی مارا مارا پھرتا رہتا تھا، ملازمت بھی نہیں ملی تھی اور کئی جگہ کوشش کے باوجود ناکامی ہوئی تھی، بڑی عجیب بات تھی اپنے آپ پر ہنسا رہتا تھا، سنبل مجھ سے چند گز کے فاصلے پر ہوتی تھی اور میں اس کی صورت کو ترس گیا تھا، قاضی صاحب کی بات رد بھی نہیں کر سکتا تھا، نہ جانے سنبل کی اپنی سوچیں کیا ہوں گی میرے بارے میں، دل چاہتا تھا کہ اس کے قریب پہنچ جاؤں! سے سارا دن، اسے بتاؤں کہ سنبل یہ تھوڑا سا برا وقت آپڑا ہے، میرا ساتھ دو، مجھ سے بد دل نہ ہونا، تمہارے لئے میں دنیا کی ہر چیز چھوڑ سکتا ہوں، لیکن اس سے یہ الفاظ بھی نہیں کہہ سکتا تھا، پتہ نہیں کیا ہو گا، کیسے وقت گزرے گا۔“

گرمی نے دماغ کھلا دیا تھا، زبان پر کانٹے پڑ رہے تھے، سخت دھوپ نکل ہوئی تھی اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب میں کدھر جاؤں، بڑی پریشانی کا احساس ہو رہا تھا مجھے پیاس کی شدت حد سے زیادہ بڑھ گئی تو میری نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لینے لگیں میں سوچ رہا تھا کہ کوئی ایسی جگہ مل جائے جہاں سے تھوڑا بہت پانی حاصل کر سکوں، کم از کم پیاس تو بجھالوں، لیکن بس کچھ بھی نہیں سمجھ میں آ رہا تھا، آسمان سے جیسے آگ برس رہی تھی اور میرا دماغ چکرایا جا رہا تھا۔ آنکھوں میں تاریکیاں سی پھیلی جا رہی تھی، دفعتاً کچھ فاصلے پر مجھے سیاہ سیاہ دھبے سے نظر آئے، غالباً درخت تھے، فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا میں درختوں کے اس جھنڈ کی جانب بڑھنے لگا، ہو سکتا ہے اس پاس کہیں پانی مل جائے، چنانچہ میں ان کی جانب چل پڑا، عجیب سی جگہ تھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کون سے علاقے میں آ گیا ہوں، راستہ بھی نہیں بھٹکا تھا، سب کچھ میرا جانا پہچانا تھا، لیکن نہ جانے کیوں یہ جگہ بڑی اجنبی سے لگ رہی تھی، راستے میں خار دار جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں اور بعض جگہ درختوں کے ایسے جھنڈ نظر آ رہے تھے کہ راستہ ہی بند ہو جاتا تھا، میں آگے بڑھتا رہا اور بالآخر درختوں کے جھنڈ کے نزدیک پہنچ گیا، پھر یہ دیکھ کر میرے دل میں مسرت کی لہرں بیدار ہونے لگیں کہ درختوں کا یہ جھنڈ نہیں ہے بلکہ اس سے کچھ فاصلے پر اینٹوں کی بنی ہوئی ایک عمارت کھڑی ہوئی ہے..... میں یہ سوچ کر اس عمارت کی جانب بڑھ گیا کہ ہو سکتا ہے وہاں کوئی ایسا شخص رہتا ہو جو اس عمارت کا چوکیدار وغیرہ ہو، کم از کم پانی تو مل جائے گا، ایک لمحے کے بعد میں عمارت کے دروازے پر پہنچ گیا.....

دور سے یہ عمارت چھوٹی دکھائی دے رہی تھی، لیکن قریب پہنچنے پر پتہ چلا کہ عمارت خاصی بڑی ہے، اس کے بلند دروازے پر کچھ لکھا ہوا تھا جسے میں کوشش کے باوجود نہیں پڑھ سکا تھا..... اونچے اونچے درختوں کے ایک زبردست جھنڈ نے عمارت کو اپنے حلقے میں لے رکھا تھا، عمارت کے اطراف میں عجیب سا سناٹا چھایا ہوا تھا، ویسے خاصی قدیم عمارت تھی اور جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی نظر آ رہی تھی..... اینٹوں کے ڈھیر بڑے بد نما لگ رہے تھے، دھوپ اتنی شدید تھی کہ اینٹیں بھی تپ رہی تھیں، لیکن عمارت کے کچھ حصے کافی محفوظ تھے، پتہ نہیں کوئی اس عمارت میں موجود ہے یا نہیں..... بہر طور میں دروازے

پر پہنچا، دروازے کا ایک پٹ کھلا ہوا تھا چنانچہ میں اس شدید گرمی سے بچنے کے لئے اس میں اندر داخل ہو گیا، اگر کسی نے کوئی اعتراض کیا تو معافی مانگ لوں گا..... پھر میں دروازے کے دوسری جانب پہنچا ہی تھا کہ ایک دم مجھے عجیب سی ٹھنڈک محسوس ہوئی، ایک عجیب سے ٹھنڈک تھی جس کا اس گرمی میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا..... درختوں کے نیچے بھی اتنی ٹھنڈک نہیں ہوتی تھی، دروازے کے دوسری جانب ایک ویران سا صحن تھا، صحن کے اختتام پر ایک اور بند دروازہ نظر آ رہا تھا، میں اس دروازے کے قریب پہنچا اور میں نے زور زور سے دروازے کو بجایا، لیکن اندر سے کوئی جواب نہیں ملا تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ عمارت میں کوئی موجود نہیں ہے، کیا یہ دروازہ اندر سے بند ہے، میں نے ایک لمحے کے لئے یہ سوچا کہ دروازہ کھول کر دیکھوں، آہ کاش بس تھوڑا سا پانی یہاں مل جائے، دفعتاً ہی میرے کانوں میں ایک ایسی آواز آئی جیسے دروازے کے دوسری طرف کوئی پہنچا ہو، پھر دائیں جانب کی ایک کھڑکی کے پٹ سے ہلکی سے چرچراہٹ کی آواز ابھری، غالباً کسی نے کھڑکی کھول کر مجھے دیکھا تھا اور اس کے بعد کھڑکی بند ہو گئی تھی، میرے دل میں خوشی کی لہرں بیدار ہونے لگیں..... اس کا مطلب ہے کہ عمارت میں کوئی موجود ہے اور جہاں انسان ہوتے ہیں وہاں پانی ضرور ہوتا ہے چنانچہ میں انتظار کرنے لگا، مجھے کسی کے چلنے کی آواز سنائی دی تھی، یہ آواز کچھ عجیب سی تھی جیسے کوئی چیز زمین پر گسٹ رہی ہو، پھر دروازے پر کھڑکھڑاہٹ ابھری اور دروازہ آہستہ آہستہ کھلنے لگا، دروازہ کھلا تو مجھے اپنے سامنے ایک شخص کھڑا ہوا نظر آیا، لیکن اسے دیکھ کر میرے بدن میں خوف کی ایک جھرجھری سی دوڑ گئی، یوں محسوس ہوا جیسے میری ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہرں دوڑ رہی ہوں، وہ ایک چھوٹے قد کا مضبوط بدن کا آدمی تھا جس کا گول چہرہ بڑا عجیب لگ رہا تھا، سر گنجا تھا گردن سے لے کر ٹخنوں تک اس نے سیاہ رنگ کا موٹے کپڑے کا چنچہ پہن رکھا تھا، لیکن سب سے زیادہ عجیب بات جو تھی وہ یہ تھی کہ اس کے چہرے پر کہیں بھی بال نہیں تھے، بھنویں تھیں، نہ مونچھیں، بڑا خوفناک اور عجیب سا سفید سفید چہرہ تھا اس کے پیچھے مجھے ایک عورت نظر آئی، عورت لمبے قد کی اور خوبصورت تھی، لیکن وہ بھی سیاہ چنچے میں لپیٹی ہوئی تھی اور اس کی آنکھیں، اس کی

آنکھیں بڑی عجیب تھیں ایسی عجیب آنکھیں دیکھ کر میرے دل میں خوف کے جذبات مزید مسلط ہو گئے، مجھے اس کے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ بڑی سفاک لگی تھی یوں لگتا تھا جیسے کوئی بہت ہی خوفناک بات سوچ رہی ہو۔ اس کی آنکھیں میری نگرانی کر رہی تھیں، ایک لمحے کے لئے میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے سر کو ایک جھٹکا سالگا ہو، میں نے فوراً ہی اس طرف سے نگاہیں ہٹالیں..... پھر میرے ہونٹ متحرک ہو گئے

”اس سخت گرمی میں آپ لوگوں کو تکلیف دینے کے لئے میں معافی چاہتا ہوں۔“  
بس ایک گلاس پانی درکار ہے، میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں گا مجھے شدید پیاس لگ رہی ہے.....“

”اندر آ جاؤ.....“ مرد کی بھاری آواز سنائی دی اور میرے قدم خود بخود دروازے کی جانب بڑھ گئے..... اگرچہ میں اس مکان کی ہیبت اور اس میں رہنے والے افراد کی شکل و صورت سے خوفزدہ تھا، لیکن بہر حال اب میرے لئے مکان میں داخل ہونے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ دوسری طرف صورت یہ تھی کہ میں خود کو شدید دھوپ اور لو کے تھپیڑوں میں چھوڑ دوں اور بیس کہیں میری لاش پڑی ہوئی مل جائے، میں ان کے پیچھے پیچھے اندر داخل ہو گیا، مرد دوسری سمت چلا گیا تھا عورت نے مجھے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا، اور میں اندر داخل ہو گیا، بڑی سردی تھی یہاں، باہر سے بالکل مختلف موسم تھا، مجھے اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا، کہ مجھے یہ سردی کیوں لگ رہی ہے، اتنی سردی لگ رہی تھی کہ بدن پر کیکپاٹ طاری ہو رہی تھی، اس بڑے سے ہال میں اوپر جانے کے لئے ایک زینہ بنا ہوا تھا..... جس پر شاندار قالین بچھا ہوا تھا، عورت نے کہا۔

”آؤ!“

”بس ایک گلاس پانی.....“

”ہاں ہاں میرے ساتھ آ جاؤ.....“ اس نے کہا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی، میں نہیں جانتا تھا کہ ایک گلاس پانی کے لئے وہ مجھے کہاں لے جا رہی ہے، بہر حال

میں اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا، وہ عجیب سے انداز میں سیڑھیاں طے کر رہی تھی، مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے پاؤں قالین پر پڑ رہے ہوں۔ میرے دل میں خوف کی لہریں دوڑ رہی تھیں، لیکن میں اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی قوت مجھے اوپر لئے جا رہی ہے، پھر اس نے اوپر پہنچنے کے بعد ایک دروازہ کھولا اور اس کمرے میں داخل ہو گئی، میں بھی اس کے پیچھے ہی پیچھے اندر داخل ہو گیا..... اندر بڑا آرام دہ بستر لگا ہوا تھا، عورت دروازے سے چند قدم آگے بڑھ کر رک گئی اور پھر بولی۔

”آؤ بیٹھو، میں تمہیں پانی دیتی ہوں.....“ اس کے ہونٹوں پر وہی پراسرار مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی، میں اندر پہنچا تو وہ باہر نکل گئی، میں ایک لمحے کے لئے ٹھنک گیا تھا۔ پھر اس وقت مجھے انتہائی خوف محسوس ہوا جب دروازہ باہر سے بند ہو گیا..... میرے خدا کیا ہو رہا ہے، کہاں آپھنسا ہوں میں، ماحول بھی بڑا عجیب لگ رہا تھا، خوف کی لہریں میرے پورے وجود کو جکڑے ہوئے تھیں، آہ کاش بس ایک گلاس ٹھنڈا پانی مل جاتا، اور میں یہاں سے نکل جاتا..... پتہ نہیں کیا ہو گا، میں کمرے کے درمیان میں کھڑے ہو کر چاروں طرف کا جائزہ لینے لگا، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا یہ عورت اور یہ مرد اس ویران مکان میں کیا کر رہے ہیں، نہ جانے کیوں مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے دونوں اس دنیا کی مخلوق نہیں ہیں، آہ کیا پھر میں بدروحوں کے چکر میں پھنس گیا۔ بدن کی کیفیت بری طرح خراب ہو رہی تھی اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں..... میں نے ایک بار پھر کمرے میں چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں، ایک طرف ایک چھوٹا سا دروازہ نظر آیا جس میں کواڑ نہیں تھے، عورت اگر صرف پانی لینے کے لئے گئی ہے تو اس نے اس کمرے کا دروازہ پھر سے کیوں بند کر دیا ہے، میں اس دروازے کی جانب بڑھ گیا..... چند قدم آگے بڑھا اور دروازے سے اندر جھانکا، دوسری طرف ایک انتہائی بد نما کمرہ تھا، جگہ جگہ سے پلاسٹر اکھڑا ہوا تھا اور اینٹیں باہر جھانک رہی تھیں۔ بلندی پر ایک چھوٹا سا روشندان بنا ہوا تھا جس سے روشنی آ رہی تھی۔ یہ کمرہ بھی بے حد ٹھنڈا تھا، میں ابھی اس پر غور کر رہی رہا تھا کہ اچانک ہی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے پانی کی دھار زمین پر گر رہی ہو، میں نے برق رفتاری سے نگاہیں دوڑائیں تو مجھے قریب ہی ایک غسل خانے

جیسا کہ نظر آیا، میں تیزی سے اس جانب بڑھ گیا۔ پانی کی آواز نے میری پیاس اور تیز کر دی تھی، کمرے میں روشندان سے جو مدہم روشنی آرہی تھی وہ اتنی نہیں تھی کہ میں پورے ماحول کا جائزہ لے سکوں..... بہر حال اتنا ضرور ہو سکتا تھا کہ میں غسل خانے میں داخل ہو جاؤں، چنانچہ میں آگے بڑھ گیا اور میں نے جلدی سے غسل خانے میں نگاہ دوڑائی، ایک اونچی ٹوٹی سے مدہم دھار گر رہی تھی، میں دونوں ہاتھ پھیلا کر پانی کی اس دھار کو اپنے ہاتھوں میں پکڑنے کی کوشش کرنے لگا، لیکن دوسرے لمحے مجھے محسوس ہوا کہ جیسے پانی میں ایک بو شامل ہو اور یہ پانی بڑا گاڑھا گاڑھا سا تھا، پتہ نہیں کیا قصہ ہے، کیسا پانی ہے، عورت کا انتظار ہی کر لوں تو زیادہ مناسب ہو گا، یہ پانی تو کچھ عجیب سا لگتا ہے، چنانچہ میں اس غسل خانے سے نکل آیا..... پانی کے بارے میں اندازہ لگانے کے لئے میں نے دونوں ہاتھ سامنے کئے تو میرا سانس رک گیا، خدا کی پناہ، یہ پانی نہیں تھا بلکہ سرخ سرخ خون تھا جو میرے ہاتھوں میں بھرا ہوا تھا، میرے بدن پر خون کے بہت سے دھبے بھی پڑ گئے تھے، میرے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی اور میں برق رفتاری سے دروازے کی جانب بھاگا، پھر اس کمرے سے بھی باہر نکل آیا وہ میرے خدا، میرے خدا پانی کی ٹوٹی سے رستا ہوا خون، میری دماغی قوتیں سلب ہوتی جارہی تھیں۔ یہ سب کچھ مجھے ایک خواب سا لگ رہا تھا، خون کے بڑے بڑے دھبے اوپر سے گرتے ہوئے میرے بدن سے لپٹ گئے تھے، میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں، دوڑتا ہوا اس کمرے میں نکل آیا جہاں مسہری وغیرہ چھوڑ کر گیا تھا دہشت سے میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے، دل اس طرح دھڑک رہا تھا جیسے حلق سے باہر نکل آئے گا، بدن پر لگے ہوئے خون کے دھبے میرے بدن کو دہشت سے سرد کئے جا رہے تھے آہ کیا کروں کیا کروں، لگتا ہے میں کسی بڑی مصیبت میں پھنس گیا، دروازہ باہر سے بند تھا، اب میں دروازے کے قریب کھڑا سوچ رہا تھا کہ میں بہت بڑی آفت کا شکار ہو گیا ہوں، اس خون آلود لباس کو لے کر تو مکان سے باہر بھی نہیں نکل سکتا اور پھر باہر نکلوں گا کیسے، دروازہ تو باہر سے بند ہے، دفعتاً ہی مجھے دروازے کے پاس ہلکی سے آہٹ محسوس ہوئی اور میں پھرتی سے پیچھے ہٹ گیا، میں دہشت سے آنکھیں پھاڑے دروازے کی طرف دیکھتا رہا، پھر

میں نے ایسی آواز سنی جیسے دروازے کا ہینڈل گھمایا جا رہا ہو، پھر دروازہ بغیر کسی آہٹ کے دو تین انچ کے قریب کھل گیا تھا۔ میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا، میرے پورا بدن پسینے سے تر ہو رہا تھا، آہ یہ ہیبت ناک اور بھیانک خاموشی، میں، میں یہاں سے نہیں نکل سکوں گا، کبھی نہیں نکل سکوں گا، میرے دانت بری طرح بج رہے تھے اور ایک عجیب سی کیفیت میری رگ و پے میں دوڑ رہی تھی۔ پھر اچانک ہی میرے حلق سے ایک دہشت زدہ چیخ سی نکلی، دروازہ ایک دم کھلا اور زور سے بند ہو گیا، میں خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹ گیا تھا..... پھر دیر تک میں اپنے مفلوج بدن کو جنبش دینے کی کوشش کرتا رہا، لیکن بدن بھی اس طرح پتھرا گیا تھا جیسے رگوں میں خون منجمد ہو گیا، میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں، کوئی بھی ترکیب ذہن میں نہیں آرہی تھی، دماغ اور آنکھوں پر بوجھ سا پڑتا جا رہا تھا، آہ میں اسی عمارت میں موت کا شکار ہو جاؤں گا، میں ایک خوفناک آئینی جال میں پھنس چکا ہوں، میرا ذہن صرف ایک ہی گردان کر رہا تھا اور پیروں میں جیسے جان ختم ہوتی جارہی تھی، میں دیوار سے لگا کھڑا تھا، آہستہ آہستہ میں دیوار کے سہارے زمین پر بیٹھتا چلا گیا، اب پیروں میں اتنی سکت نہیں تھی کہ بدن کا بوجھ برداشت کر سکیں، آنکھیں بری طرح بوجھل تھیں، ذہن جیسے بند ہوا جا رہا تھا۔ زبان پر جیسے چھالے سے پڑ گئے تھے، کافی دیر تک اسی طرح بیٹھا رہا تھا۔

پھر ہمت کر کے آنکھیں کھولیں، لیکن جلدی سے بند کر لیں ایک تیز روشنی کا سا احساس ہوا تھا جو سیدھی آنکھوں پر پڑ رہی تھی، اچانک ہی مجھے یہ احساس ہوا کہ جس کمرے میں میں بند تھا وہاں کوئی ایسی شے نہیں تھی جو اتنی تیز روشنی دے سکے۔ پھر یہ کیا چیز ہے جس سے اتنی روشنی بلند ہو رہی ہے، میں نے دوبارہ ہمت کر کے آنکھیں کھولی تھیں، پھر نظرس گھما کر چاروں طرف دیکھا اور بری طرح چونک پڑا تھا..... یہ یہ وہ جگہ تو نہیں تھی جہاں میں بند تھا، یہ تو ایک ہال نما کمرہ تھا جو چاروں طرف سے سپاٹ تھا اور اور سب سے حیرت انگیز اور خوفناک چیز جو اس کمرے میں تھی وہ میرے چاروں طرف موجود ہیبت ناک شکلوں والے جسم تھے، یہ انسانی جسم آہ ان میں سے کسی کا سر نہیں تھا، کسی کے دانت آٹھ آٹھ نیچے لٹکے ہوئے تھے، کسی کا چہرہ بھیانک انداز میں جلا ہوا، کسی کی



ایک آنکھ کی جگہ گڑھا تھا، زبانیں لٹکی ہوئی، کسی کے جڑے کا گوشت نظر آ رہا تھا، کسی کی آنکھوں کے ڈھیلے چہرے پر پڑے ہوئے، یہ منظر، اس منظر نے تو چودہ طبق روشن کر دیئے تھے اور میں اپنی جگہ سے اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا..... میں نے گھوم کر پیچھے کی دیوار کی طرف بھی دیکھا اور وہاں، وہاں جو کچھ میں نے دیکھا اسے دیکھ کر ہی پیروں تلے زمین نکل گئی تھی۔ قطار میں بیٹھے ہوئے ان لوگوں کے درمیان ایک سنگ مرمر کا تخت بنا ہوا تھا اور اس تخت پر روپ متی بڑے رمان سے بیٹھی ہوئی تھی، اس وقت روپ متی اپنی اصل حالت میں تھی، خوبصورت پوشاک پہنے، سر پر تاج بھی تھا اور وہ بالکل راجکاری نظر آ رہی تھی، میں حیرت سے اسے دیکھتا رہا، پھر میں نے دیکھا کہ ایک جانب سے ایک شخص اپنی جگہ سے اٹھ کر آگے بڑھ آیا، اس بوڑھے شخص کی داڑھی بھی جگہ جگہ سے جلی ہوئی تھی، چہرے پر زخموں کے سے نشان تھے، وہ چلتا ہوا درمیان تک آگیا اور اب میرا اور اس کا فاصلہ کوئی ایک گز کا ہی ہو گا، پھر اس نے کہا۔

”بالک، تیرا نام شاہو ہے نا؟“

”ہاں.....“ میں نے ڈرتے ہوئے کہا۔

”اور یہ کہ تو اسے جانتا ہے؟“

”ہاں.....“ میں نے اسی انداز میں جواب دیا۔

”جھوٹ بولتا ہے، جھوٹ بولتا ہے یہ.....“ کسی کونے سے آواز آئی اور میں چونک کر اس طرف دیکھنے لگا، یہ بھی ایک مکروہ شکل کا بونا تھا۔ بوڑھے نے اس کی طرف رخ کر کے کہا.....

”مرلی تم چپ رہو، اس سے بات کر رہا ہوں نا میں..... ہاں تو بالک یہ سچ ہے کہ تم روپ متی کو نہیں جانتے، روپ متی، ریاست چندنا کی راجکاری تھی، بڑی شان تھی اس کی، بڑی خوبصورت تھی وہ، پھر اس کے رشتے آنے شروع ہوئے لیکن..... لیکن اس نے اپنی ہی ریاست کے ایک زمیندار کے بیٹے کو پسند کیا اور من ہی من میں اسے چاہنے لگی تھی..... پھر رسم و رواج کے مطابق اس زمیندار نے اپنے بیٹے کا رشتہ بھیجا، لیکن روپ متی کے باپ نے بڑی صفائی سے انکار کر دیا، دونوں طرف سے بات کو پی لیا گیا اور

عام لوگوں تک بات نہیں پہنچنے پائی، یہاں تک کہ روپ متی اور لڑکے جیون کو بھی نہیں پتہ چل سکا پھر ایک دن جیون نے اپنے باپ سے پھر اصرار کیا تو اس کے باپ نے بتایا کہ وہ روپ متی کے لئے جیون کا رشتہ لے کر گیا تھا، لیکن روپ متی کے باپ نے اسے بے عزت کر کے گھر سے نکال دیا، یہ بات سن کر جیون غصے سے آگ بگولا ہو گیا، اس نے اپنے باپ کی بے عزتی کا بدلہ لینے کی ٹھان لی، اور ایک دن جب روپ متی اس سے ملنے کے لئے آئی تو جیون نے اسے پہاڑی سے نیچے گرا دیا جس کے نتیجے میں روپ متی مر گئی۔

”مر تو گئی تھی وہ لیکن اس کی آتما بے قرار تھی۔ اسے دھوکے سے مارا گیا تھا، پھر وہ پریت آتما بن گئی، پیراٹ گئے اس کے اور اس نے کالی مائی کی بچارن بننے کا عہد کیا، کالی مائی کے بچاری ایک عرصے تک جادو سیکھتے ہیں، پھر اپنے اپنے دشمن کا خون بھی پیتے ہیں جس کے نتیجے میں انہیں امر شکتی ملتی ہے، روپ متی کی آتما نے بھی عہد کیا کہ جیون کے پریوار کے پانچ انسانوں کا خون پیئے گی وہ، پھر ایک دفعہ جیون کے دو چھوٹے بھائی ایک میلے میں گئے اور وہاں غائب ہو گئے، ایک شخص نے ان دونوں کو اغوا کر لیا اور ایک مسئلے کے ہاتھ بچ دیا، اس مسئلے کو یہ دونوں بچے بڑے بھاگے، اس نے دونوں کو مسلمان نام دیئے، ان کی پرورش اپنے مذہب کے مطابق کی، ان دونوں بھائیوں میں سے ایک دوسرے دیش چلا گیا جبکہ دوسرا بھائی اور اس کی بیوی ایک گھٹنا میں مارے گئے، ایک بچی تھی اس کی، وہ بھی یتیم خانے میں بھیج دی گئی اور بچی ہی روپ متی کا پہلا شکار تھی، وہ لڑکی سنبل تھی، لیکن روپ متی کی بد قسمتی نے اس کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا اسے یہ خون حاصل کرنے کے لئے کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی جو اس کا کام کر سکے۔ اس نے کئی کولوگوں کو سپورنی کا لالچ دیا، وہ لوگ جاپ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور روپ متی بدلے کی آگ میں جلتی رہی، صاف ظاہر تھا کہ جب کوئی نہ کوئی سپورنی حاصل کر لیتا تو اسے بدلے میں وہی کام کرنا پڑتا اس کے لئے روپ متی نے تم سے کہا تھا، لیکن اسے ایک بار پھر دھوکہ دیا گیا، تم نے بھی سپورنی کے لئے جاپ کیا اور تم کامیاب ہو گئے، لیکن جب تمہاری باری آئی تو تم نے روپ متی کو دھوکہ دیا تم نے اس کا کام کرنے سے انکار کر دیا، ارے تمہارا کیا جاتا اگر تم اس لڑکی کا خون روپ متی کو دے دیتے؟

تھیں..... پھر اس نے آنکھیں اٹھا کر مجھے دیکھا تھا، لیکن اس وقت ان آنکھوں میں وہ غصہ و غضب نہیں تھا۔ اس وقت ان آنکھوں میں بیانی تھی، اداسی تھی، جیسے وہ التجا کر رہی ہو..... پھر اس نے ہاتھ کے اشارے سے لوگوں کو خاموش کر دیا تھا، اس کے بعد وہ بولی.....

”شاہو! شاہو اب بھی دیکھ کچھ نہیں بگڑا ہے، میری کہانی تمہارے علم میں ہے، کس طرح مجھے دھوکہ دیا گیا، بتاؤ تم ہی بتاؤ کیا تصور تھا میرا، اور اب، اب تم بھی مجھے دھوکہ دے رہے ہو۔“

”لیکن تم بھی تو انسانوں کی زندگی لینا چاہتی ہو.....“

”وہ میرے دشمن ہیں.....“

”میرے تو نہیں.....“

”ہاں ہاں تیرے ہو بھی کیسے سکتے ہیں تو تو پریم کرے ہے نا اس سنبل سے لیکن تو سوچ کہ مجھے ایک نیا جیون مل جائے گا..... میرے اوپر ظلم کا کچھ تو بدلہ ہو.....“

”ہمارے مذہب میں ان چیزوں کی گنجائش نہیں، ہمارے ہاں صرف ایک بار موت آتی ہے اور اس کے بعد سب کو ایک ساتھ زندہ کیا جائے گا، اس سے پہلے دوبارہ زندگی کا تصور ہمارے ہاں نہیں ملتا.....“

”تیرے مذہب میں تو سمپورنی کا حصول بھی جائز نہیں.....“

”میں اسے اور اس کے ذریعے حاصل کی ہوئی ہر چیز چھوڑ چکا ہوں.....“

”بڑا پاک بنتا ہے، بڑا پاک بنتا ہے تو دیکھ مان جا، مان جا نہیں تو.....“

”نہیں تو کیا کرو گے تم لوگ میرا؟ مار دو گے نا، تو مار دو۔“ پھر بوڑھا ایک دم

بولے۔

”دیکھ لڑکے، ہم نہیں چاہتے کہ تیری جان کو نقصان پہنچے، یہ روپ متی ابھی تک بڑا صبر کئے بیٹھی ہے، اگر یہ چاہے تو مار سکتی تھی تجھے.....“

”تو اب مار دے، میں نے کب من کیا ہے.....؟“

”نہیں لڑکے، ایسے نہیں ماروں گی تجھے، ابھی تو میں تجھے تڑپاؤں گی، پہلے تجھے

”اس دنیا میں تمہیں ایسی ایسی خوبصورت لڑکیاں ملتی ہیں کہ جنہیں دیکھ کر ہی تم حیران رہ جاتے، ان پانچ لوگوں کا خون اگر تم اسے دیتے تو ایسی عسکتی ملتی تمہیں کہ جس کا تم ساری عمر تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، لیکن تم نے ایسا نہیں کیا، تم نے روپ متی کو دھوکہ دیا، لیکن ہم تجھے ایک اور موقع دینا چاہتے ہیں، ہم روپ متی سے تیری سفارش کریں گے، اس سے کہیں گے کہ تو اس کام کے لئے تیار ہو گیا، تو اسے سنبل کا خون لا کر دے، اور اس کے بعد ان چاروں انسانوں کا خون بھی جو روپ متی کے دشمن ہیں، اور سن کہ تیرے جیون میں یہی کیا جال ہے، اگر تو یہاں پہلی بار روپ متی کے ساتھ نہ جاتا تو کیا جال سے بچ سکتا تھا، لیکن اب تیرے لئے کوئی راستہ نہیں ہے، تجھے یہ کام کرنا ہو گا.....“

میں اس ماحول سے بری طرح خوفزدہ تھا، روپ متی کی کہانی اب کھل کر سامنے آئی تھی، بہر حال اس کے ساتھ بھی ظلم ہوا تھا، اس نے تو دل سے اس لڑکے جیون کو چاہا تھا لیکن جیون نے صرف اپنے باپ کی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لئے روپ متی کو جان سے مار دیا تھا، اور اب..... اب روپ متی بھی اس کے خاندان کے پانچ لوگوں کو مارے گی، لیکن میں، میں کیوں اس کی مدد کروں، روپ متی بھی تو وہی سب کچھ کر رہی ہے جو اس لڑکے نے کیا، نہیں میں اس کی مدد نہیں کروں گا اور پھر وہ مارنے کے لئے کسے کہہ رہی ہے، سنبل کو، اگر یہ لوگ مجھے جان سے بھی مار دیں، تب بھی میں سنبل کو نہیں ماروں گا، اور اس خیال نے ایک بار پھر سے مجھے باہمت کر دیا تھا اور میری خوف کی کیفیت زائل ہوتی جا رہی تھی۔ بوڑھے نے پھر کہا

”لڑکے پھر تو نے کیا سوچا؟“

”سوچنا کیا ہے میرا فیصلہ وہی ہے جو پہلے دن تھا یعنی اس دن سے جب روپ متی نے مجھ سے سنبل کے خون کی فرمائش کی تھی اور میں نے تہہ کر لیا تھا کہ میں سنبل کو نہیں ماروں گا اور اس کا خون نہیں نکالوں گا.....“ میں نے کہا اور اچانک ہی چاروں طرف سے ہنسی کی آوازیں آنے لگیں، وہ سب بھیانک انداز میں ہنس رہے تھے، میں ان کی شکلیں دیکھ رہا تھا۔ میں نے روپ متی کو بھی دیکھا تھا اس کی آنکھیں جھکی ہوئی

کوڑھی بھی بناؤں گی، پھر تیرے ہمدرد تجھ سے دور ہوتے جائیں گے، پھر تکلیفیں ملیں گی تجھے اور تو موت مانگے گا، اور اس وقت بھی موت نہیں ملے گی تجھے، اب ہم تجھے اپنی مرضی سے ماریں گے، اپنی مرضی سے تیرا ناش کریں گے ہا ہا ہا..... "وہ زور سے ہنسنے لگی تھی اور اس کے ساتھ باقی لوگ بھی زور زور سے ہنسنے لگے، میں پھر انہیں دیکھنے لگا تھا۔

اچانک ہی میرا جسم اٹھنے لگا، پھر ایک عجیب سی تکلیف پورے وجود پر چھانے لگی، یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی چیز اندر ہی اندر مجھے کاٹ رہی ہے، بے چین کر رہی ہے، پھر یہ تکلیف اتنی شدید ہو گئی کہ میں زمین پر گر پڑا، اس تکلیف سے میری آنکھیں بند ہونے لگیں..... میں اسی طرح زمین پر پڑا رہا، پھر میری تکلیف ذرا کم ہوئی تو میں نے آنکھیں کھولیں..... لیکن منظر پھر تبدیل ہو گیا تھا، اب نہ وہ کمرہ تھا، نہ وہ جگہ، نہ ہی وہ لوگ، میں ایک کھلے میدان میں تھا، پھر میں نے نگاہیں ادھر ادھر دوڑائیں۔ اس پاس مکانات بنے ہوئے تھے یہ مکان تو جانے پہچانے سے تھے، میں نے غور سے انہیں دیکھا اب میری تکلیف بالکل ختم ہو گئی تھی، لیکن جسم ابھی تک دکھ رہا تھا، پھر میں اٹھ کھڑا ہو گیا ارے یہ کیا، یہ تو قاضی صاحب کا مکان ہے، اس کا مطلب ہے، اس کا مطلب ہے..... "اوہ، ان لوگوں نے ہی مجھے یہاں بھیجا ہے، یقیناً یہی ہوا ہے ان لوگوں نے آخری بار مجھے سمجھایا ہے اور اب اب وہ لوگ مجھے نہیں چھوڑیں گے، خیر مجھے اپنی تو کوئی فکر نہیں تھی، لیکن سنبل کو نقصان نہیں پہنچنا چاہئے، سنبل کی جان خطرے میں ہے، مجھے تو وہ مارے گی ہی، لیکن اس نے کہا تھا کہ سنبل اس کا پہلا شکار ہے اور وہ اس کا خون ضرور پیئے گی..... "نہیں میں اسے ایسا نہیں کرنے دوں گا..... اس خیال کے تحت میں جلدی سے گھر میں داخل ہو گیا۔

پھر جس کمرے میں داخل ہوا وہاں قاضی صاحب اور مہرا لاء بیگم بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے مجھے دیکھا اور چونک پڑے، پھر قاضی صاحب نے کہا۔

"کہاں چلے گئے تھے شاہو، یہاں ہم لوگ اتنے پریشان تھے.....؟"

"سنبل، سنبل، کہاں ہے.....؟"

"وہ اپنے کمرے میں ہے اور خیریت سے ہے....."

"اس کی جان کو خطرہ ہے، وہ اسے نہیں چھوڑے گی۔"

"لیکن تم اپنے بارے میں تو بتاؤ، کہاں تھے تم؟"

"بس وہ ایک چکر میں پھنس گیا تھا....."

"تمہارے پیچھے غیاث اللہ صاحب آئے تھے، انہوں نے بتایا تھا کہ تم کس مصیبت میں ہو، اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تم اس مصیبت سے چھٹکارہ حاصل کرتے ہو یا نہیں....."

"صحیح کہہ رہے تھے وہ....." میں نے کہا پھر میں نے اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعات ان کے سامنے بیان کرنے شروع کر دیئے اور ان دونوں کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں، تاہم واقعات سننے کے بعد قاضی صاحب نے کہا۔

"شاہو اب تک جو واقعات تمہارے ساتھ پیش آئے ہیں اور تم نے ان حالات کا جس طرح مقابلہ کیا ہے ان کے تحت میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ واقعی تم نے اہل ایمان ہونے کا ثبوت دیا ہے، ایمان کسی عالم یا کسی اور کی میراث نہیں، یہ تو نظر کرم کی بات ہے، بس جس پر نظر ہو جائے، اور میرا دل کہتا ہے کہ جیت حق کی ہوگی، تم حق پر ہو، تم نے کسی پر ظلم نہیں کیا، کسی کو نہیں مارا کسی کو نقصان نہیں پہنچایا، اس لئے جیت تمہاری ہوگی، صرف تمہاری....."

"اچھا اب یہ باتیں ہوتی رہیں گی، شاہو تم نہادھو لو، میں تمہارے لئے کھانے کا بندوبست کرتی ہوں....." مہرا لاء بیگم نے کہا۔

"ہاں بیگم، ہمیں بھی خیال نہیں رہا، ہاں شاہو، تم نہاؤ، کھانا وغیرہ کھاؤ اور بالکل پرسکون رہو، تم دونوں محفوظ ہو..... کچھ نہیں ہو گا تمہیں....."

"اب بھی کچھ ہونا باقی ہے۔"

"نہیں بیٹے، اب تو تمہارا وقت ہے، یوں سمجھو کہ اب تو تکلیفیں ختم ہونے والی ہیں، اس منحوس بدروح کا انجام ہونے والا ہے، صبر کرو، ہمت کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے....."

قاضی صاحب کی باتوں سے دل کو بڑا سکون ہوا تھا، یہ حقیقت بھی تھی کہ روپ متی اتنا کچھ ہوتے ہوئے بھی کچھ نہیں تھی، وہ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی، نہ ہی اس نے سنبل کو ابھی تک کوئی نقصان پہنچایا تھا، اس کا مطلب ہے کہ اپنے مقصد میں کامیابی کے لئے اسے میری ضرورت تھی اور میں نے اس کے کام سے انکار کر دیا ہے، لیکن اب کیا ہو گا.....

”بہر حال خود کو سنبھالنا تھا، دل کو سنبھالنا ضروری ہے، چنانچہ میں ہاتھ روم میں گھس گیا، بے اختیاری میں واش بیسن کا تل کھولا، لیکن پھر اچھل کر ایک طرف ہو گیا، اچانک ہی مجھے خون کی وہ دھار یا آگئی تھی، وہ لال خون جس کے دھبے اب بھی میری قمیض کی آستینوں میں موجود تھے، کافی دیر تک پانی کی اس دھار کو دیکھتا رہا تھا، پھر مجھے اطمینان ہو گیا کہ یہ پانی ہی ہے، میں نے منہ ہاتھ دھویا، باہر آ کر کپڑے لئے، پھر میں نہانے لگا، عجیب سی وحشت ہو رہی تھی، لیکن نہانے سے میں کافی فرحت محسوس کر رہا تھا، پھر میں نے دوسرے کپڑے پہنے ان کپڑوں کو میں ساتھ ہی باہر لے آیا تھا، پھر میں نے وہ کپڑے باہر پھینک دیئے تھے، اور اندر آ گیا تھا..... اندر مہر النساء بیگم اور قاضی صاحب میرے منتظر تھے، قاضی صاحب نے کہا۔

”شاہو بیٹا، کھانا تیار ہے..... چلو.....“

”جی قاضی صاحب.....“ میں نے کہا پھر ان کے ساتھ کھانے والے کمرے کی طرف چل پڑا..... پھر میں نے کھانا شروع کیا اور اس طرح کہ جیسے برسوں سے نہ کھایا ہو، پھر اچانک ہی قاضی صاحب اور مہر النساء بیگم کا خیال آیا اور میں نے کہا.....

”معاف کیجئے گا قاضی صاحب، خیال ہی نہیں رہا، آپ لوگ بھی کھائیے

.....“

”ارے نہیں نہیں بیٹا، ہم لوگ کھانا کھا چکے ہیں، تم کھاؤ نا.....“ اور میں پھر کھانے میں مصروف ہو گیا، کھانے کے بعد سیر ہو کر پانی پیا، نہ جانے یہ سب مجھ سے کیوں کر ہو رہا تھا اتنی جلدی تھی مجھے کھانے پینے کی جیسے برسوں سے بھوکا پیاسا ہوں..... بہر حال ہم لوگ دوسرے کمرے میں آ گئے، مہر النساء بیگم نے فوراً ہی چائے لا کر ہمارے

سامنے رکھ دی تھی، پھر انہوں نے کیتلی میں سے تین کپ چائے انڈیلی، ایک مجھے دیا، دوسرا قاضی صاحب کو اور تیسرا خود لے کر بیٹھ گئیں، چائے پینے کے دوران میں نے کہا۔

”قاضی صاحب! سنبل کو دیکھا ہے آپ لوگوں نے؟“

”ہاں، ہاں ہم اس کمرے کا روشندان سے جائزہ لیتے رہتے ہیں، مہر النساء بیگم وہیں سے پھل وغیرہ اندر ڈالتی رہتی ہیں، لیکن انہوں نے یا میں نے اس کمرے میں جانے کی کوشش نہیں کی، غیاث اللہ صاحب نے بھی ہمیں منع کیا تھا کہ اس کمرے میں جانے کی کوشش نہ کی جائے ورنہ بچی کو نقصان پہنچ سکتا ہے.....“

”قاضی صاحب! میں سنبل کو دیکھنا چاہتا ہوں.....“

”نہیں بیٹا، ابھی نہیں غیاث اللہ صاحب نے منع کیا ہے.....“

”لیکن یہ یقین ہے مجھے کہ روپ متی سنبل کو نقصان نہیں پہنچائے گی، اگر وہ

اسے مار سکتی تو خود نہ مار دیتی.....“

”تم سوچ لو بیٹا، ہم لوگ تو ہر احتیاط برت رہے ہیں.....“

”نہیں، میں اسے ایک بار ضرور دیکھوں گا.....“ میں نے کہا اور چائے کا کپ ایک طرف رکھ کر کھڑا ہو گیا..... پھر میں اس کمرے کی جانب چل پڑا جہاں سنبل قید تھی، میں نے دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور کنڈی پر تالا لگا ہوا ہے، میں نے قاضی صاحب سے چابی طلب کی اور انہوں نے جب سے چابی نکال کر میرے حوالے کر دی، میں نے تالا کھولا اور پھر دروازہ بھی کھول دیا، کمرے میں کدنگی پھیلی ہوئی تھی، آدھے کھائے ہوئے پھل چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے، بستر کی چادر نیچے پڑی ہوئی تھی، سامان الٹا پڑا تھا، بڑی ابتر حالت تھی کمرے کی، اور سنبل، سنبل بستر پر بیٹھی ہوئی تھی اس کی پیٹھ ہماری طرف تھی۔ کیا تھا یہ سب، مجھ سے برداشت نہ ہوا اور میں نے سنبل کو آواز دی۔

”سنبل، سنبل.....“ لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میں نے قاضی

صاحب کی طرف دیکھا وہ تشویش زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں نے پھر سنبل کو آواز دی۔

”سنبل ادھر دیکھو میری طرف.....“ اور سنبل کی گردن گھوم گئی، آہ یہ منظر

انتابیت ناک تھا کہ مہر النساء بیگم کی چیخ نکل گئی، سنبل کا بدن دوسری طرف تھا لیکن گردن پیچھے کی طرف گھوم گئی تھی، اس کی آنکھوں کی پتلیاں غائب تھیں، بس سفید سفید ڈھیلے نظر آ رہے تھے، زبان باہر لٹکی ہوئی تھی، مہر النساء بیگم کمرے سے باہر نکل گئیں، سنبل اپنی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کی گردن پھر واپس گھوم گئی، پھر پیچھے ہٹتی، پھر واپس گھومی، اور اس کے بعد چرخ کی طرح گھومنا شروع ہو گئی، بڑا بھیانک منظر تھا اس کی گردن بری طرح گھوم رہی تھی، پھر اس کی گردن گھومنا بند ہو گئی اور وہ ہماری طرف مڑی تھی، اب اس کی گردن صحیح رخ پر تھی، لیکن اس پر بس نہیں ہوئی تھی، سنبل اچانک ہی بستر سے اٹھنا شروع ہو گئی، بغیر کسی سہارے کے وہ فضا میں معلق ہو گئی تھی، اس کے بال چھتری کی طرح پھیل گئے تھے، اس کی آنکھیں اب بھی ویسی ہی تھیں، پھر وہ اسی طرح واپس بستر تک پہنچ گئی، لیکن اس کے بال ویسے ہی پھیلے ہوئے تھے، میرا دل خون کے آنسو رو رہا تھا، کیا ہے یہ سب کچھ؟ یہ سنبل کو کیا ہو گیا ہے، میری وجہ سے وہ اتنی تکلیفیں برداشت کر رہی ہے، میں نے بے اختیار ہو کر قاضی صاحب نے کہا۔

”کیا ہے یہ سب قاضی صاحب، وہ کیوں میری سنبل کو اذیت دے رہی ہے؟ میں اس کی یہ کیفیت نہیں دیکھ سکتا۔ اب اور صبر نہیں ہوتا مجھ سے۔“ میں نے کہا اور قاضی صاحب سوچ میں پڑ گئے تھے۔ کچھ دیر تک وہ خاموش رہے پھر بولے۔

”صبر کرو بیٹا، صبر سے کام لو، سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

”نہ جانے کتنا صبر کرنا ہو گا مجھے۔ میں اس کی یہ کیفیت نہیں دیکھ سکتا۔ اب اور صبر نہیں ہوتا مجھ سے۔“ میں نے کہا اور قاضی صاحب سوچ میں پڑ گئے تھے۔ کچھ دیر تک وہ خاموش رہے پھر بولے۔

”آؤ باہر چلو۔ اسے ہمیں چھوڑ دو۔“

”میرا دل نہیں چاہتا قاضی صاحب!“ میں نے روتے ہوئے کہا۔

”آؤ بیٹے۔ ضد نہ کرو۔ آجاؤ۔“ قاضی صاحب نے کہا۔ اور میں ان کے ساتھ باہر نکل آیا۔ دروازے کو پھر تالا لگا دیا گیا تھا، میرے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ سنبل کی یہ حالت میرے لئے ناقابل برداشت تھی میں کیا کروں اس کے لئے۔

باہر آکر میں نے قاضی صاحب سے کہا۔ ”مجھ سے اب یہ برداشت نہیں ہوتا قاضی صاحب کیا کروں..... مجھے بتائیے؟“

”جو کچھ وہ کہہ رہی ہے..... کیا تم کر سکو گے؟“

”میں صرف ایک کام کر سکتا ہوں۔“

”وہ کیا؟“

”اپنی زندگی ختم کر لوں۔ اس کے بعد ہر مشکل کا خاتمہ ہو جائے گا۔“

”یہ بزدلی بھی ہے اور خود کشی حرام ہے۔“

”پھر بتائیے میں کیا کروں؟“

”صبر کرو اور انتظار کرو۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔“ قاضی صاحب

نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن قاضی صاحب۔ سنبل اس حال میں کیوں ہے؟“

”کیونکہ روپ متی سنبل کے جسم میں ہے۔“ قاضی صاحب نے خوفناک

انکشاف کیا اور میں کانپ کر رہ گیا۔ میرے دل کی جو کیفیت تھی الفاظ میں بیان نہیں کر

سکتا۔ خاموشی سے اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گیا دل میں مایوسی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ پھر

کسی نے باہر سے دروازہ بجا کر کہا۔

”شاہو باہر آؤ۔ غیاث اللہ صاحب آئے ہیں“ اور میں اچھل کر بیٹھ گیا۔

سے باہر نکل گئے۔ میں خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھا رہا تھا۔  
 قاضی صاحب کے گھر کے پچھلے حصے میں ایک بہت بڑا کمرہ تھا۔ شاید وہ دونوں اسی  
 طرف گئے ہوئے تھے کچھ دیر کے بعد مہر النساء بیگم میرے کمرے میں آئیں اور بولیں....  
 ”قاضی صاحب تمہیں ہال کمرے میں بلا رہے ہیں۔“  
 ”جی چچی جان“ میں نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا، باہر نکل کر مہر النساء بیگم نے کہا۔  
 ”ٹھہرو ذرا باہر کا دروازہ اندر سے بند کر لو.....“

”آپ کہیں جا رہی ہیں۔“  
 ”ہاں“ انہوں نے کہا کہ ”میں پڑوس میں کسی کے گھر چلی جاؤں اور جب تک  
 کوئی نہ بلائے واپس نہ آؤں گی۔“  
 ”کیوں؟“

”مجھے نہیں معلوم ہے؟“ چچی جان نے کہا۔ بہر حال میں نے دروازہ بند کر  
 دیا..... اور پھر بڑے کمرے میں پہنچ گیا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ایک طرف غیاث اللہ  
 صاحب پالتی مارے بیٹھے ہوئے کچھ پڑھ رہے تھے اور دوسرے گوشے میں قاضی صاحب  
 دو زانو بیٹھے ہوئے تھے۔ غیاث اللہ صاحب نے مجھے اشارہ کیا اور میں ان کے قریب پہنچ  
 گیا۔

یہ تعویذ جیب میں رکھ لو۔“ انہوں نے ایک تعویذ مجھے دے کر کہا اور پھر میں  
 نے تعویذ ادب سے لے کر اپنے سینے کے قریب رکھ لیا۔ ”اب وہاں جا کر قاضی صاحب  
 کے پاس بیٹھ جاؤ اور سنو کیسی بھی صورت حال ہو خوفزدہ نہ ہونا۔“  
 ”جی غیاث اللہ صاحب!“ میں نے کہا اور ان کی ہدایت پر عمل کرنے کے لئے  
 آگے بڑھ گیا پھر میں نے کہا ”دروازہ بند کر دوں غیاث اللہ صاحب؟“

”نہیں اس کے پٹ کھول دو“ غیاث اللہ صاحب بولے۔ اور میں نے حیرانی سے  
 ان کی بات پر عمل کیا نہ جانے کون آنے والا تھا۔ پھر میں قاضی صاحب کے پاس جا بیٹھا۔  
 غیاث اللہ صاحب کچھ پڑھنے میں مصروف ہو گئے تھے۔

خاصی دیر ہو گئی تھی۔ میں خاموش بیٹھ گیا تھا اچانک دروازے پر ایک سایہ نظر

غیاث اللہ نے ہمدردی سے مجھے دیکھا۔ پھر افسوس بھرے انداز میں  
 بولے..... ”یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے تم نے؟“  
 میں رو پڑا تھا۔ غیاث اللہ نے میرے کندے پر ہاتھ رکھا اور بولے۔ ”میری بات  
 مانو بیٹے حوصلے سے کام لو۔ اللہ تمہاری مشکل دور کر دے گا۔“  
 ”اب مجھ سے صبر نہیں ہوتا غیاث اللہ صاحب!“  
 ”ہمت رکھو اور مجھے روپ متی کی کہانی سناؤ۔“  
 ”روپ متی کی کہانی!“  
 ”ہاں جو تم نے سنی ہے.....“  
 ”آپ کو..... آپ کو کیسے معلوم؟“  
 ”یہ سوال نہ کرو.....“

”جی!“ میں نے کہا اور پھر ریاست چندنا کی راجکماری کی پوری داستان سنا دی۔  
 غیاث اللہ غور سے پوری کہانی سنتے رہے تھے پھر انہوں نے کہا۔  
 ”ہوں۔ تو یہ معاملہ تھا۔ اب سمجھ میں آیا..... وہ چڑیل بن گئی..... اور اب وہ اپنا  
 انتقام لینا چاہتی ہے نہیں، یہ ٹھیک نہیں۔ اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ اس کو کیا حق ہے کہ  
 ایک مسلمان بچے اور بچی کو تنگ کر رہی۔ صبح فیصلہ ہو جائے گا۔“  
 ”فیصلہ؟“ قاضی صاحب نے پوچھا۔

”ہاں کیا سمجھتی ہے وہ خود کو میں نے اسے بہت وقت دے دیا ہے لیکن اب اٹھو  
 قاضی، انتظام کرو، اب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے..... آؤ میرے ساتھ۔ وہ دونوں وہاں

میں پھیل گئے۔ ان کے منہ سے خون ٹپک رہا تھا۔ پھر وہ ہم سب کی طرف بڑھنے لگے۔ خوف سے میرا دم نکل رہا تھا۔ لیکن غیاث اللہ صاحب کی ہدایت مجھے یاد تھی۔ میں نے خوف سے آنکھیں بند کر لیں اور انتظار کرنے لگا۔ پھر بہت سی چیخیں سنائی دیں اور میری آنکھیں خود بخود کھل گئیں۔ میں نے ایک ایسا منظر دیکھا سارے بونوں کی گردنیں غائب ہو گئیں تھیں اور وہ ایک دوسرے کو مار رہے تھے۔ پھر میں نے انہیں دروازے کی طرف بھاگتے ہوئے دیکھا وہ سب باہر نکل گئے۔

”ہاں، روپ متی، اور کچھ؟“

”دیکھ تو یہاں سے چلا جا..... ورنہ..... ورنہ میں یہ شہر ویران کر دوں گی۔“  
”آخری موقع دے رہا ہوں روپ متی، اس کے بعد تیرے لئے کوئی راستہ نہیں رہے گا۔“

”تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا پانی۔“ اس نے کہا۔ غیاث اللہ صاحب نے اچانک پانی کا پیالہ اٹھا کر سنبل پر اچھال دیا۔ وہ ایک لمحے کے لئے تو حیران کھڑی رہی، پھر اچانک اس کے بدن سے شعلے نکلنے لگے۔ وہ اس آگ کو اپنے بدن سے نوچنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اب اس کی دلدوز چیخیں ابھر رہی تھیں۔

”آگ، آگ، ہائے آگ..... جل گئی..... مر گئی۔“ وہ بری طرح چلا رہی تھی۔ میں نے دیکھا سنبل کے پاؤں مڑے ہوئے تھے۔ اس کے بچے پیچھے کی طرف تھے اور اس کا پورا وجود سلگ رہا تھا۔ آگ اس کے خون کو جلا رہی تھی اور زمین پر قطرے ٹپک رہے تھے۔ پھر وہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ فضا میں گوشت جلنے کی چراندھ اٹھ رہی تھی اور میرا کلیجہ خون ہو رہا تھا پھر اس کی چیخیں کراہوں میں بدل گئیں اس کے بعد وہ اوندھے منہ وہیں پر لیٹ گئی۔

غیاث اللہ اٹھے اور انہوں نے سنبل کو سیدھا کیا۔ پھر بولے۔ ”تم دونوں اٹھو اور سنبل کو کمرے میں لے چلو۔ میں نے روپ متی کو خاکستر کر دیا ہے۔ اب سنبل ٹھیک ہے۔“

غیاث اللہ کا کنا ٹھیک نکلا کوئی دو گھنٹے کے بعد سنبل ہوش میں آگئی تھی وہ بالکل

آیا اور میں نے چونک کر ادھر دیکھا۔ پھر میری ساری جان سمٹ کر آنکھوں میں آگئی آنے والی سنبل تھی بالکل بے جان اور ہلدی کی طرح زرد چہرہ۔ وہ اندر داخل ہو کر غیاث اللہ صاحب سے کوئی چار فٹ کے فاصلے پر کھڑی ہو گئی۔

میں نے خود کو مشکل سے قابو میں رکھا تھا۔ سنبل کو دیکھ کر مجھے بے حد دکھ ہو رہا تھا پھر اچانک میں نے سنبل کے چہرے کے نقش دیکھے اور میرا خون خشک ہو گیا اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ ہو گئی تھیں ہونٹ مڑ گئے تھے اور دانت باہر نکل آئے تھے۔ غیاث اللہ نے اسے دیکھا پھر نرم لہجے میں بولے۔ ”تمہاری کہانی مجھے معلوم ہو چکی ہے روپ متی، اور مجھے تم سے ہمدردی ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ شاہو اور سنبل کو پریشان نہ کرو۔ ان بچوں کا کوئی قصور نہیں ہے۔“

”تو کون ہوتا ہے ہمارے بچ میں آنے والا؟“ سنبل کے منہ سے آواز نکلی لیکن میں حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا کیونکہ یہ روپ متی کی آواز تھی۔

”میں ایک مسلمان ہوں، اتنا کہنا ہی کافی ہے۔“

”میں تمہارا ستیاناس کر دوں گی۔“

”میری مات مان لو روپ متی، آبادیوں کو چھوڑ کر ویرانوں میں چلی جاؤ، آج کے بعد تم کبھی کسی آبادی میں نہیں آؤ گی۔“

”اور آج تو میرے ہاتھ سے نہیں بچے گا.....!“ سنبل روپ متی کی آواز میں بولی۔

”تو پھر ٹھیک ہے وار کرو.....!“ غیاث اللہ صاحب نے کہا۔

سنبل نے منہ کھولا اور میں نے دہشت بھری آنکھوں سے دیکھا اس کے منہ سے بیشار لمبی لمبی سیاہ زبانیں باہر نکلیں اور غیاث اللہ صاحب کی طرف بڑھیں غیاث اللہ نے برابر رکھے ہوئے پانی کے پیالے میں انگلیاں ڈبوئیں اور پانی کی چھنٹیں ان زبانوں پر مار دیں۔ زبانوں میں آگ لگ گئی اور وہ خاکستر ہو گئیں تب روپ متی دھاڑی۔

”آؤ..... میرے ویرو..... آؤ ختم کر دو انہیں..... مار دو ان تینوں کو“  
ایک روشنی چمکی اور میں نے دیکھا کہ کالے بدن والے تنگ دھڑنگ بونے پورے کمرے

ٹھیک تھی غیاث اللہ اپنا کام پورا کر کے چلے گئے قاضی صاحب، مہر النساء بیگم میں اور سنبل بہت خوش تھی۔ اللہ نے ہماری مشکل حل کر دی تھی۔

اب میں قاضی صاحب کے ساتھ رہتا ہوں، وہ دونوں میرے ماں باپ کی طرح ہیں میں نے ایک ٹیکسی خرید لی ہے۔ ٹیکسی چلاتا ہوں اور اللہ کا شکر ہے کہ گزارہ ہو جاتا ہے۔ کسی فقیر کو دیکھتا ہو تو خود کچھ نہ کچھ دیتا ہوں کیونکہ وہی میری اصل ہے۔

میرا ایمان ہے کہ عزت کی روزی اس کائنات میں سب سے قیمتی چیز ہے۔ گندے علوم کا سہارا لے کر محل تیار کر لئے جائیں لیکن وہ سکون نہیں ملتا جو خون پسینہ بہا کر کھانے میں ہے وہ کسی اور طرح کے رزق میں نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ انسان کو کبھی اپنی اصل نہیں بھولنی چاہئے۔ میری اور سنبل کی طرف سے آپ کو سلام۔

===== ختم شد =====